મેમણ
સમાજ
ગુજરાતી - ઉર્દૂ માસિક
MEMON SAMAJ
Urdu Gujrati Monthly
May 2022, Shawal 1443 Hijri
BMJ
BANTVA MEMON JAMAT (Regd)
KARACHI
بانٹوا میمن جماعت
قیام: 2 جون 1950
بانٹوا میمن جماعت کا ترجمان
ماہنامہ
میمن سماج
اردو۔گجراتی
مئی 2022ء شوال المکرم ۱۴۴۳ھ
بانٹوا میمن برادری
میمن برادری اور عالم اسلام کو
دلی عید مبارک
ماہنامہ میمن سماج اپنے تمام قارئین کرام، قلمکاروں اور اشتہارات
دینے والے صاحبان کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں

دعائیہ

بارگاہ رب العزت میں دعا

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا "تمہارا رب بہت حیا والا ہے ہے بندہ دعا کے لئے اس کے آگے ہاتھ اٹھائے تو ان ہاتھوں کو خالی لوٹاتے ہوئے اللہ عزوجل کو اپنے بندے سے حیا آتی ہے۔

یا اللہ عزوجل اس سے پہلے کے یہ دنیا مجھے رسوا کرے تو میرے جسم میری روح کو اچھا کردے۔ یہ جو میری حالت ہے میں نے بنائی ہے مگر جیسا تو چاہتا ہے مجھے ویسا کردے۔ میرے ہر فیصلے میں تیری رضا شامل ہو جو تیرا حکم ہو وہ میرا ارادہ کردے (آمین ثمہ آمین)۔ یا اللہ عزوجل زندگی دے شان کے ساتھ اور موت دے ایمان کے ساتھ۔

یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی معافی جس کے بعد گناہ نہ ہو
یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی ہدایت جس کے بعد گمراہی نہ ہو
یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی رضا جس کے بعد ناراضگی نہ ہو
یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی رحمت جس کے بعد عذاب نہ ہو
یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی کامیابی جس کے بعد ناکامی نہ ہو
یا اللہ عزوجل میں تجھ سے مانگتا ہوں
ایسی عزت جس کے بعد ذلت نہ ہو

بانٹوا میمن جماعت کا ترجمان

માસિક
મેમણ
સમાજ
ઉર્દૂ-ગુજરાતી

ماہنامہ میمن سماج کراچی

Monthly
Memon Samaj
Urdu-Gujrati

اردو ۔ گجراتی

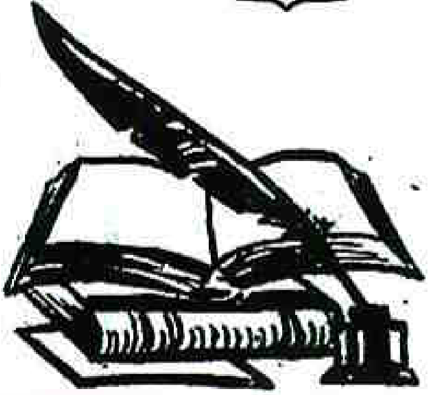

مدیر اعزازی: عبدالجبار علی محمد بدو

پبلشر: محمد اقبال بلو صدیق آکھاوالا

021-32768214
021-32728397
Website : www.bmjr.net
E-mail: bantvamemonjamat01@gmail.com

مئی 2022ء

شوال المکرم ۱۴۴۳ھ

شمارہ: 05

جلد: 67

فی شمارہ: 50 روپے

- ایک سال کی خریداری (مع ڈاک خرچ): 500 روپے
- پیٹرن (سرپرست) 10,000 روپے
- لائف ممبر: 4000 روپے

زیرِ نگرانی

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ، ملحقہ حوربائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد رابعہ مینشن، کراچی۔

Regd. No. SS-43

Printed at : City Press Ph: 32438437

ارشاداتِ رب العالمین

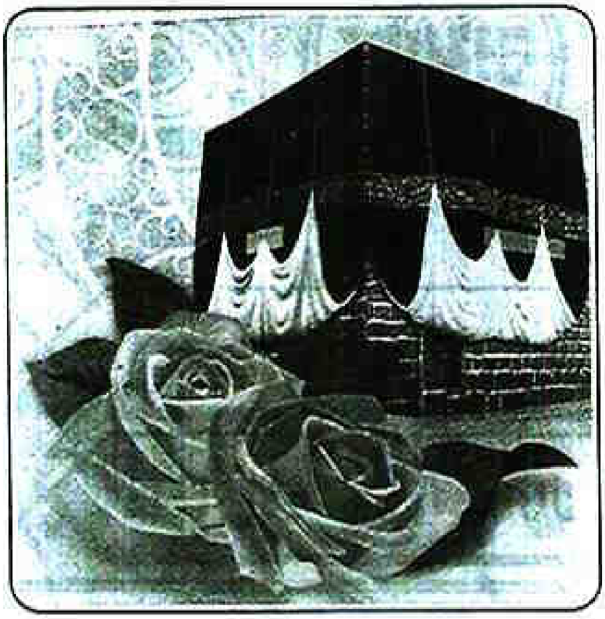

☆ اگر میرے رب کی (تعریف کی) باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہوجائے۔ (پارہ ۱۶۔ سورۃ ۱۸۔ آیت ۱۰۹)

☆ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ (پارہ ۲۶۔ سورۃ ۴۹۔ آیت ۱۳)

☆ اور جو (لوگ) پی جاتے ہیں غصے کو اور معاف کر دیتے ہیں لوگوں کو اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

(پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۳۴)

☆ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۴۹)

☆ آپ ﷺ بتا دیجیے، جو کچھ خرچ کرو اپنے مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ، قریبی رشتہ دار، مسکین اور مسافر ہیں۔

ارشاداتِ رحمۃ للعالمین

☆ صبر روشنی ہے۔ (مشکوۃ)

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (مشکوۃ)

☆ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن پڑھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ (ابن ماجہ)

☆ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی مزاج پرسی اور دیکھ بھال کرو اور قیدی کو رہائی دلاؤ۔ (بخاری)

☆ صفائی ایمان کا حصہ ہیں۔ (مسلم)

☆ سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (ابوداؤد)

☆ بات چیت سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ (ترمذی)

☆ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔ (ترمذی)

☆ دانائی مومن کی گمشدہ پونجی ہے۔ (بخاری)

اداریہ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم رسولہِ الکریم

عید الفطر: دوسروں کو خوشیاں دینے کا نام

Abdul Jabbar Biddu

عید کا نام خوشی ہے مگر ایسی خوشی جو کوئی بھی مسلمان اکیلے نہ منائے بلکہ وہ اس خوشی میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ اپنی بانٹوا میمن برادری کی یہ روایت رہی ہے کہ انہوں نے دنیا بھر کے لوگوں میں محبت، پیار، امن اور بھائی چارہ بانٹا۔ غریب اور ضرورت مندوں کی دادرسی اور مدد کرنے کا فریضہ انجام دیا ان میں خوشیاں تقسیم کیں اور اس سارے کام میں اتنے خلوص کا مظاہرہ کیا کہ اپنے حصے کی خوشیاں بھی دوسروں کو دے دیں۔ عید درحقیقت اجتماعی خوشیوں کا نام ہے اور اصل خوشی وہی ہوتی ہے جس میں دوسروں کو بھی شریک کیا جائے۔

آپ کو اپنے اردگرد آس پاس بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے جو معاشی بدحالی کا شکار ہیں اور نہ ہی آمدنی کا کوئی ذریعہ۔ ایسے اہل ایمان اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کی دادرسی اسی طرح کریں کہ ایک ہاتھ کا دیا دوسرے ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا۔ اپنی برادری کے غریب اور مستحق افراد ہمارے معاشرے کا ہی حصہ ہیں۔ اگر غریب اور مستحق افراد کے پاس وسائل نہیں اور ہم اپنی خوشیوں میں مگن رہتے ہیں تو یقیناً ہماری خوشیاں حقیقی نہیں ہیں اصل خوشی وہی ہے جس سے انسان کی روح کو تسکین ملے اللہ تعالیٰ آپ کو عید الفطر کی یہ خوشیاں مبارک کرے (آمین)

لیکن آپ کو اپنی ان خوشیوں میں سے چند لمحے نکال کر ایسے بھائیوں، بہنوں، ماؤں اور بزرگوں پر بھی توجہ دینی چاہیے جو آپ کی توجہ، ہمدردی اور مدد (سپورٹ) علاوہ دادرسی کے مستحق ہیں۔ جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں اور ان سے ملیں تو یہ ضرور سوچیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ ہمدردی کے دو بول کے لئے ترستے ہیں۔ اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں غریب

اور محروم لوگوں کو ضرور شریک کیجئے۔ جس کے بعد یقیناً آپ اخلاقی اعتبار سے بلند ہوں گے۔ ان لوگوں کے دلوں سے آپ کے لئے دعائیں نکلیں گی جو آپ کو زندگی کے ہر مرحلے میں کامیاب و کامران کریں گی۔ یہی وہ دعائیں ہیں جن سے آپ دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔

عید دراصل اجتماعی خوشیوں کا نام ہے اور خوشی وہی حقیقی ہوتی ہے۔ جس میں دوسروں کو بھی شامل کیا جائے۔ آپ اگر اپنے اردگرد نگاہ دوڑائیں تو آپ کو بہت ایسے لوگ ملیں گے جو معاشی بدحالی کا شکار ہیں۔ بہت سی بیوائیں ملیں گی، بہت سے یتیم بچے ملیں گے اور بے شمار معمر اور معذور افراد نظر آئیں گے جن کے نہ تو وسائل ہیں اور نہ ہی آمدنی کا کوئی ذریعہ ایسے اہل ایمان، اہل ثروت اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے۔ جن کو وسائل دیئے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں عطا کی ہیں وہ اللہ کے ان بندوں کی دادرسی کرتے ہیں۔

آیئے ہم آج عہد کریں کہ بانٹوا میمن برادری سے غیر شرعی، فرسودہ اور غیر ضروری رسوم و رواج کا قلع قمع کردیں گے اور اس مقصد کے لئے ہر ایک کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ اتحاد اور بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دیں گے تاکہ عیدالفطر کی خوشیوں میں بانٹوا میمن برادری کا ہر فرد شریک ہوسکے، خوش ہوسکے اور یہ محسوس کرسکے کہ ان خوشیوں میں اس کا بھی حصہ ہے۔ ان پر اس کا بھی حق ہے۔ میں اپنی نیک تمناؤں کے ساتھ ایک بار پھر آپ کو عیدالفطر کی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بے شمار پرمسرت عیدیں دیکھنا نصیب کرے اور ہمیں عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نیک خواہشات اور پرخلوص دعاؤں کا طالب

ادنیٰ خادم

عبدالجبار علی محمد بدو

مدیر اعزازی ماہنامہ میمن سماج کراچی

ہمارا مشن اور ہمارا وژن
صحت مند معاشرہ۔ خوشحالی کا ضامن
8 مئی Thalassemia کا عالمی دن
ہمیں عہد کرنا ہوگا۔ موذی مرض سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہوگا
شادی سے پہلے Thalassemia کا سکریننگ ٹیسٹ ضرور کروائیں
WORLD THALASSEMIA DAY
اپنی آنے والی نسلوں کو بچائیں
Bantva Memon Jamat (Regd.)

ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو

☆ جو قوم عدل و انصاف کا دامن چھوڑ دیتی ہے تباہی و بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ (حضور اکرم ﷺ)

☆ بڑائی تقویٰ میں، دولت توکل میں اور عظمت تواضع میں ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆ علم کے شیدائی بنو اور بردباری اور وقار حاصل کرو۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

☆ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆ جو شخص اپنے آپ کو خواہ مخواہ محتاج بتاتا ہے وہ ہمیشہ محتاج ہی رہتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

☆ جس طرح جسم پانی سے صاف ہوتا ہے اسی طرح دل سچائی سے پاک ہوتا ہے۔ (مجدد الف ثانیؒ)

☆ عقل مند کے لیے ایک اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

☆ علم دل کو اسی طرح سیراب کرتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو۔ (حکیم لقمان)

☆ جو عالم ہو اور اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ ایسا بیمار ہے جس کے پاس دوا تو موجود ہے مگر علاج نہیں کرتا۔ (حکیم اقلیدس)

☆ جب اللہ تعالیٰ خوش حالی عطا کرے تو اپنی آرزوؤں کو مت بڑھاؤ۔ (خلیل جبران)

☆ ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہو اتنی عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ (ارسطو)

☆ ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل و فراست رکھتا ہے لیکن ہر شخص عقل و فراست سے کام لینا نہیں جانتا۔ (افلاطون)

☆ دنیا میں دو قوتیں ہیں ایک تلوار اور دوسرا قلم۔ (قائداعظم محمد علی جناح)

☆ وطن کی خاطر محنت کرو اور اتنی محنت کرو کہ وہ تمہیں فراموش نہ کرسکے۔ (مولانا محمد علی جوہر)

☆ نیک لوگوں کو دشمنوں سے بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔ (جالینوس)

☆ لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے زیادہ بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ سونے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ (شیکسپیئر)

☆ آدمی پڑھنے سے بیدار، بول چال سے ہوشیار اور لکھنے سے سمجھدار بنتا ہے۔ (بیکن)

☆ اس شخص سے بچو جو اپنی برائیاں لوگوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ (ہربرٹ اسپنسر)

☆ قسمت ہمیں دو طریقوں سے تباہ کرتی ہے۔ ہماری آرزوؤں کو پورا نہ کرکے اور انہیں پورا کرکے۔ (ڈرتیج)

☆ اچھی چیز حاصل کرنا ہی خوبی نہیں اس کا بہتر استعمال خوبی ہے۔ (جانسن)

حمد باری تعالیٰ

طاہر سلطانی

گھر میں اللہ کا جو ذکر کیا کرتے ہیں
ان کے آنگن میں فقط پھول کھلا کرتے ہیں

کام طاہر یہ بڑا اعلیٰ کیا کرتے ہیں
ذکر اللہ کا ہم صبح و شام کرتے ہیں

صبر کرتے ہیں جو رب ان کے قریب ہوتا ہے
کتنے خوش بخت ہیں جو صبر کیا کرتے ہیں

نغمہ حمد لبوں پر جو سجا لیتا ہے
چاند سورج بھی اسے پیار کیا کرتے ہیں

وہ کہیں کے بھی نہیں رہتے ہیں مٹ جاتے ہیں
رب کے فرمان سے جو ہٹ کے چلا کرتے ہیں

جن کو اللہ ولی اپنا بنالے طاہر
جام وحدت کا وہی لوگ پیا کرتے ہیں

قلب بے چین ہوا کرتا ہے جب بھی طاہر
حمد اور نعت کا ہم ورد کیا کرتے ہیں

نعت رسول مقبول ﷺ

پروفیسر سحر انصاری

پہچان نہ پائے جسے اک پل تو وہی تھا
ہم آج سمجھتے تھے جسے کل تو وہی تھا

لمحات کی زنجیر سے لپٹے رہے با ہوش
ٹکرا جو گیا وقت سے پاگل تو وہی تھا

پرچھائیں کی صورت جو رہا تیز ہوا پر
برسا کہ نہ برسا مرا بادل تو وہی تھا

یوں رنگ مماثل بھی بہت ہم کو نظر آئے
دیکھا تھا جو اس آنکھ میں کاجل تو وہی تھا

احساس رقابت ہو کہ نادانی جذبات
کچھ بھی ہو مرا قاتل اول تو وہی تھا

خنجر نظر آیا نہ لہو خاک پہ بکھرا
ہم جس میں سلامت رہے، مقتل تو وہی تھا

کیا شہر کی روداد سناتے ہو سحر اب
ہم جس سے گزر آئے ہیں جنگل تو وہی تھا

Mr. M. Hanif Machiyara

جناب محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا کھانانی

صدر بانٹوا میمن جماعت کراچی

عید خوشیوں کا تہوار ہے۔اس میں انسان کو وہ خوشیاں ملتی ہیں کہ
دن وہ ہر دکھ ہر تکلیف اور ہر پریشانی بھول جاتا ہے۔یہ امیر کی عید بھی ہے
غریب کی عید بھی۔امیر لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک خصوصیت یہ عطا کرتا ہے کہ وہ اپنے
کمزور بہن بھائیوں کی مدد (سپورٹ) کر کے اور بھی زیادہ خوشی حاصل کرتے
ہیں۔گویا عید کے موقع پر خوشیاں تقسیم ہوتی ہیں اور مسرتیں بانٹی جاتی ہیں، دلوں کو
ایک دوسرے کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔

مسرت وہ چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں، کوئی مول نہیں۔یہ ایک ا
موقع ہے کہ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں اپنے بزرگوں اور بھائیوں سے یہ
گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اقتصادی طور پر کمزور اور مالی طور پر پسماندہ بہن بھائیوں کی حتی المقدور مدد (دادرسی) کریں کہ یہ خوشیاں حاصل کرنے کا ایک آسان ذریعہ بھی ہے اور عبادت بھی۔عید الفطر کا وہ مقدس و متبرک دن ہے جب امت مسلمہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور عجز و نیاز سے سربسجود ہو کر اس کی رحمتوں اور برکتوں پر تشکر کا اظہار کرتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں کے سامنے اپنے نیک بندوں کے اعمال صالحہ پر فخر و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ان کے نیک اعمال کا بھرپور اجر دینے کی نوید سناتے ہیں۔عید کی نماز سے پہلے فطرہ ادا کرنا ضروری ہے۔فطرہ اور زکوٰۃ دو ایسی چیزیں ہیں جن میں خود اپنی ذات کو سچی خوشی نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ شانہ نے غریبوں کے لئے مقرر کیا ہے اور امیری و غریبی کا توازن اس طرح قائم رہ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون پر چلا جائے۔

عید امیر غریب سب کے لئے یکساں خوشیاں لاتی ہے۔اب یہ امیروں کا فرض ہے کہ وہ اس خوشی کے موقع پر غریبوں کو نہ بھولیں اور اپنی خوشیوں میں ان کو برابر سے شریک رکھیں۔ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اور زیادہ فرمانبردار اور اطاعت شعار بندے بن جائیں تاکہ اس کی رحمتوں اور برکتوں کے اور زیادہ حق دار ہوں۔عید الفطر کی شب اور اس کا دن انعامات الٰہی کی وصولی اور خوشنودی حاصل ہونے کا مبارک دن ہے۔اصل خوشی اسی میں ہے کہ ہم دوسروں کو خوشیاں دیں۔اپنی خوشیوں میں دوسروں کو بھی حصے دار بنائیں اور اس طرح خوشیوں کا یہ پورا نیٹ ورک ساری دنیا میں پھیلا دیں۔ہمارے وہ بھائی اپنی بانٹوا میمن برادری کے وہ افراد جو مال و دولت سے محروم ہیں خوشیوں پر ان کا بھی تو حق ہے وہ بھی تو خوش رہنا چاہتے ہیں۔میری جانب سے آپ سب کو عید سعید کی خوشیاں مبارک ہوں۔اجتماعی زندگی کی تشکیل کے لئے مرکز کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔بانٹوا میمن جماعت ہماری اجتماعی زندگی کے قیام و بقا کے لئے ایک مستحکم مرکز کی حیثیت رکھتی ہے اور ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہم برادری کے ضرورت مندوں کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر اور باہمی محبت اور خلوص کے جذبے کا اظہار کر کے عید الفطر کی حقیقی خوشیوں کو دوبالا کریں۔

جناب نجیب عبدالعزیز بالاگام والا

سینئر نائب صدر اول
بانٹوا میمن جماعت کراچی

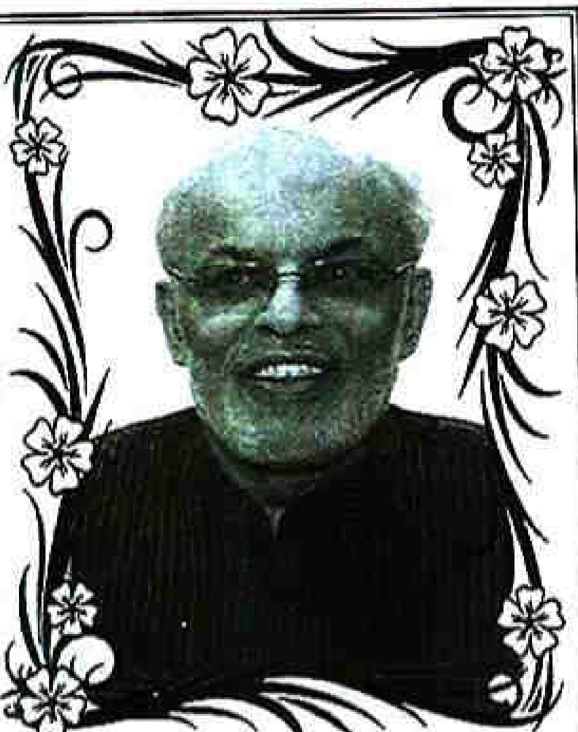

Mr. M. Najeeb Balagamwal

سب سے پہلے عید کی پرخلوص مبارکباد قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو سب کو ایسی بے شمار عیدیں دیکھنا نصیب فرمائے آمین۔ اس وقت میں آپ سے بانٹوا میمن جماعت کے صدر کی حیثیت سے نہیں بلکہ برادری کے ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے مخاطب ہورہا ہوں۔ معاشرے میں رائج غلط رسومات اور رواجوں کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ سادگی کو فروغ دیں اور آپسی اخوت اور بھائی چارگی کے جذبات کو لوگوں میں پروان چڑھائیں کیونکہ یہ خدمت بھی ہے اور عبادت بھی۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی رہتا ہے جو اس کے بندوں کے کام آتے ہیں۔ عید پر ہم سب کا فرض بنتا ہے سب سے پہلے ہمیں اپنے گردوپیش پر نظر ڈالنی ہوگی اور اپنے مالی طور پر کمزور اور پسماندہ بھائیوں کی حتی المقدور دستگیری کرنی ہوگی۔ اس خدمت کے لیے عید سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہیں ہوسکتا۔ کیا عید کی یہ خوشی ہر ایک کو ملی ہے۔ کہیں کوئی اس خوشی سے محروم تو نہیں ہے؟ اگر کوئی محروم ہے تو ہم آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے سے لگائیں، اس کی محرومیوں کا ازالہ کریں اور اسے ان خوشیوں کا حصہ دار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہوسکتا ہے کہ معاشرے کے پسماندہ اور محروم لوگوں کو ہم ان خوشیوں میں شامل اور شریک کرلیں جن سے وہ محروم ہیں۔

میں اس پرمسرت دن کے موقع پر آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس نیک کام میں آگے آکر ہمارے ہاتھ مضبوط کریں اور بانٹوا میمن جماعت کی بنیادوں کو اتنا مضبوط بنادیں کہ اس کے ذریعے خدمت کا سفر آگے بڑھتا رہے۔ آج ہم سب اپنی رنجشوں اور اختلافات کو یکسر فراموش کرکے اس مبارک دن آپس میں گلے ملیں۔ اپنے گلے شکوے دور کریں اور عید کی خوشی عام کرکے خلوص و محبت کے نئے جذبات پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب کرے آمین۔ میں عید سعید کے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے یہ اپیل کروں گا کہ اس کی ابتدا آج سے ہی کیوں نہ کردی جائے۔ آیئے ہم عید سادگی سے منائیں اور عہد کریں کہ آئندہ بھی ایسے ہی منائیں گے مگر ساتھ ہی یہ عہد بھی کریں کہ اپنے ضرورت مند بھائی بہنوں کی دادرسی ضرور کریں گے اور ہمیشہ دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے کمربستہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہماری عید مومنوں کی عید ہو۔ ہم اپنی خوشیوں میں اپنے ان مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کریں جن کے پاس پہننے کے لئے کپڑے اور کھانے کے لئے خوراک نہیں ہے اور جن کے بچے تعلیم سے محروم ہوکر بھیک مانگنے یا محنت مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں، اپنے سے چھوٹوں، اپنے برابر والوں سب کے حقوق کا احترام کرنے کی توفیق عطا ہو۔

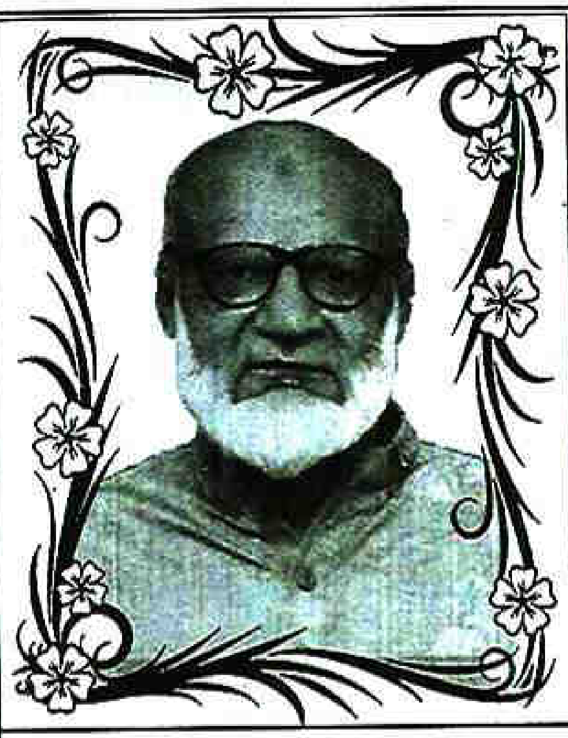

Mr. M. Younus Bagasra

جناب محمد یونس عبدالستار بگسرا

سینئر نائب صدر دوم
بانٹوا میمن جماعت کراچی

اللہ تعالیٰ آپ کو عید الفطر کی یہ خوشیاں مبارک کرے لیکن آپ کو اپنی ان خوشیوں میں سے چند لمحے نکال کر ایسے بھائی، بہنوں ماؤں اور بزرگوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کرنا چاہیے جو کہ آپ کی توجہ، ہمدردی اور مدد کے مستحق ہیں۔ جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں ایسے افراد کو پائیں اور ایسے لوگوں سے ملیں تو یہ ضرور سوچیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ہمہ وقت فیض یاب ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ تو ہمدردی (دادرسی) کے دو بولوں کے لئے ترستے رہتے ہیں۔ اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں بالخصوص ذہنی امراض میں مبتلا لوگوں کو ضرور شریک کیجیے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو یقیناً آپ کے اخلاقی اعتبار سے بلند ہوں گے۔ دوسروں کے افسردہ اور مغموم چہروں پر خوشی کے پھول کھلانا ہی دراصل نیکی ہے۔ دنیا کے کسی مذہب میں ایسا کوئی تہوار نہیں جس میں امیر طبقہ غریب طبقے کی مالی اور مادی امداد (سپورٹ) کر کے اسے اپنی خوشیوں میں شریک کرے۔ یہ صرف اسلام ہی کی شان ہے کہ مسلمان اس تہوار پر خوشیوں سے محروم نہیں رہتے۔ میمن برادری کو اللہ تعالیٰ نے ہمدرد دل عطا فرمایا ہے۔ عید آئی اور ہزاروں خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹ لائی۔ ہر سو جہاں بھی نظر ڈالئے خوشیوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کیا چھوٹے کیا بڑے ہر ایک کو ایک ہی دھن، ایک ہی لگن ہے۔ نئے کپڑے، عمدہ کھانے، مٹھائیاں، اچھے پکوان۔ خوشبوؤں میں بسے اور خوشیوں میں ڈوبے ہوئے سب لوگ ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دے رہے ہیں، ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہو رہے ہیں، گلے مل کر گلے شکوے ختم کر رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ پر مسرت عید نصیب فرمائی۔ دوسرے لوگ جو مالی طور پر کمزور اور معاشی طور پر محروم ہیں وہ بانٹوا میمن جماعت کی طرف اور وہ ہمارے رفاہی اور فلاحی اداروں کی طرف دیکھ رہے ہیں ان کی نظریں بانٹوا میمن جماعت پر لگی ہوئی ہیں۔ جماعت ہی ان ضرورت مندوں کی ہر ممکن مدد (سپورٹ) کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہیں دینے کا حکم دیا ہے۔

ہمارا اور آپ کا یہ بہترین وقت ہے کہ ہم انہیں اپنے ساتھ خوشیوں میں شریک کریں اپنے دلوں کو کشادہ کریں اپنے دل کے دروازے کو کھولیں اور یہ عہد کر لیں کہ ہم اپنی خوشیوں میں دوسروں کو بھی حصہ دار بنائیں گے۔ اس کے بعد برادری کا کوئی بھی فرد خوشی سے محروم نہیں رہے گا۔ ان کو ان کی خوشیوں سے محروم کر دیا ہے تو کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم انہیں ان کی خوشیاں حاصل کرنے میں مدد دیں بلکہ مالی سپورٹ بھی کریں ہم سب مل کر ایک ساتھ اجتماعی انداز سے عید الفطر کی خوشیوں کو منائیں اور کسی کو بھی احساس کمتری کا شکار نہ ہونے دیں کیونکہ دوسروں کو خوشیاں دینا سب سے بڑی عبادت ہے۔

جناب محمد اعجاز رحمت اللہ بھرم چاری

جونیئر نائب صدر اول
بانٹوا میمن جماعت کراچی

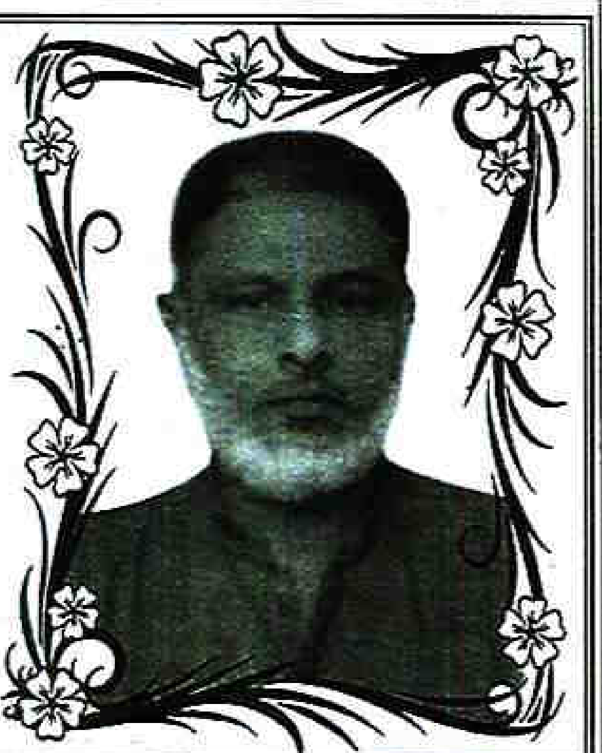

Mr. H.M. Aijaz Bharamchari

میری جانب سے پوری برادری اور عالم اسلام کو عیدالفطر کی خوشیاں مبارک ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی بے شمار عیدیں دکھائے۔ ہم خود بھی خوش ہوں، دوسروں کو بھی خوشیاں دیں اور معاشرے میں رائج غلط رسومات اور رواجوں کو ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ عید ہمیں سادگی کا پیغام دیتی ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم سادگی کو فروغ دیں اور بھائی چارے کے جذبات کو پروان چڑھائیں کیونکہ یہ خدمت بھی ہے اور عبادت بھی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی رہتا ہے جو اس کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں۔ عید سعید نے ہمیں وہ موقع دیا ہے کہ ہم جماعت کے اغراض و مقاصد کے مطابق انسانی خدمت کرکے جماعت کا کام بھی کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ میں بانٹوا میمن برادری سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ عید کے اس پرمسرت موقع پر اپنے سے کمزور اور اپنے سے چھوٹے اور غریب لوگوں کے ساتھ پیار کا سلوک کریں۔ ان کے دکھ درد دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان کے غم بانٹنے کی کوشش کریں۔ عید کا اصل مزہ اسی میں ہے۔ عید کے اس پرمسرت موقع پر اپنے سے کمزور اور اپنے سے چھوٹے لوگوں کے ساتھ پیار کا سلوک کریں۔ ان کے غم بانٹنے کی کوشش کریں عید کا اصل مزہ اسی میں ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ برادری کے تمام افراد کے مابین باہمی خلوص اور نیک جذبات کی روح ہمیشہ قائم رہے۔ میرا پیغام انہی نیک اور پرخلوص توقعات پر مبنی ہے کہ عیدالفطر ہماری اپنی اور قومی امنگوں کی آئینہ دار رہے۔ بانٹوا میمن برادری کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے ہم سب مل کر خلوص دل سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اسلام کے ان عالمگیر اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے جن میں ہماری نجات ہے۔ ہم سب کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوکر بانٹوا میمن برادری کی بہتر سے بہتر خدمت انجام دیں یہی قوم کو میرا پیغام ہے۔ ایک سچے مومن کی طرح برادری کی فلاح و بہبود کے لئے پوری لگن کے ساتھ کام کریں اور عیدالفطر کے حقیقی جذبے کو بیدار کریں۔ ان نیک تمناؤں کے ساتھ میں ایک بار پھر آپ کو عیدالفطر کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور آپ سب کی خوشیوں کی دعا کرتا ہوں۔ عید ہمیں سادگی کا پیغام دیتی ہے لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم سادگی کو فروغ دیں اور بھائی چارے کے جذبات کو پروان چڑھائیں کیونکہ یہ خدمت بھی ہے اور عبادت بھی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں ایک بار پھر عید کی خوشیاں دیکھنی نصیب کیں۔ اگر ہم اندر سے بے پناہ خوش ہیں تو اسے سارا عالم خوشیوں سے مخمور نظر آتا ہے۔ ایسے میں اگر اسے کوئی دکھی انسان نظر آجائے تو وہ تڑپ اٹھتا ہے اور اپنی خوشیوں کو وقتی طور پر روک کر اس دکھی انسان کو خوشیاں دینے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور یہ وہ جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عبادت کا درجہ عطا کیا ہے۔

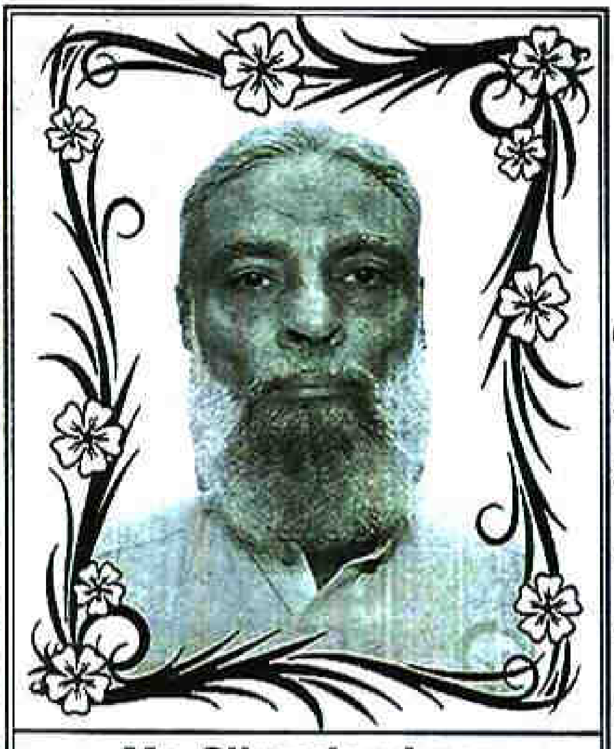

Mr. Sikandar Agar

جناب سکندر محمد صدیق اگر

جونیئر نائب صدر دوم
بانٹوا میمن جماعت کراچی

عید خوشیوں کا تہوار ہے۔ اس میں انسان کو وہ خوشیاں ملتی ہیں کہ اس دن وہ ہر دکھ، ہر تکلیف اور ہر پریشانی بھول جاتا ہے۔ یہ امیر کی عید بھی ہے اور غریب کی عید بھی۔ امیر لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایک خصوصیت یہ عطا کرتا ہے کہ وہ اپنے کمزور، بہن بھائیوں کی مدد کر کے اور بھی زیادہ خوشی حاصل کرتے ہیں۔ گویا عید کے موقع پر خوشیاں تقسیم ہوتی ہیں اور مسرتیں بانٹی جاتی ہیں، دلوں کو ایک دوسرے کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ مسرت وہ چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں، کوئی مول نہیں۔

لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اللہ رب العزت کے واضح احکامات کے مطابق اپنے تمام کمزور بہن بھائیوں کو عید کی خوشیوں میں شریک کریں۔ ان کے دکھ درد بانٹ لیں۔ ان کے غموں کو کم کریں۔ اس طرح ان کے لئے تھوڑا سا وقت نکالنے سے ہماری عید الفطر کی خوشیاں بھی دوگنی ہو جائیں گی۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے تمام بھائیوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنی اس روایتی خصوصیت کا عملی مظاہرہ کریں اور اپنے مفلس و نادار بھائیوں کی مدد (سپورٹ) کریں تاکہ وہ نہ صرف عید کے موقع پر بلکہ ہر موقع پر ہی معاشرے کے ساتھ کھڑے نظر آئیں۔ ایک بار پھر میں آپ سب کو عید الفطر کی پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے تمام بھائیوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اپنی اس روایتی خصوصیت کا عملی مظاہرہ کریں اور اپنے ضرورت مند بھائیوں کی دادرسی کریں تاکہ وہ نہ صرف عید کے موقع پر بلکہ ہر موقع پر ہی معاشرے کے ساتھ کھڑے نظر آئیں۔ عید الفطر دنیا کا ایسا تہوار ہے، جس کی خوشیوں میں ہر طبقے کے مسلمان اور غریب لوگوں کو برابر کا حصے دار بنایا جاتا ہے۔ عید کی سچی خوشیاں ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں جو ایمان کی طاقت، نیک ارادوں اور سچے دل سے رمضان المبارک میں روزے رکھیں۔ پورا مہینہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور روزے رکھ کر جب ایک دن اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو دل کو تسلی اور روح کو سکون ملتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم محتاجوں اور غریبوں کا خیال رکھیں۔ والدین اور ہمسایوں کے حقوق ادا کریں۔ اس سے ہمیں عید کی سچی خوشی مل سکتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے اس وقت شہر کے کٹھن اور مشکل معاشی حالات نے ہمارے خوشحال بھائیوں کو بھی پریشان کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے نہ تو نیکی کے کاموں سے منہ موڑا ہے اور نہ ہی فیاضی اور سخاوت سے چشم پوشی کر رہے ہیں۔ اسی احساس کے تحت ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہر سال کی طرح اس سال بھی برادری کے مستحقین کا خیال رکھیں گے۔ میں اپنی جانب سے اور جماعت کے تمام ممبران کی جانب سے عید سعید کی پرخلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا

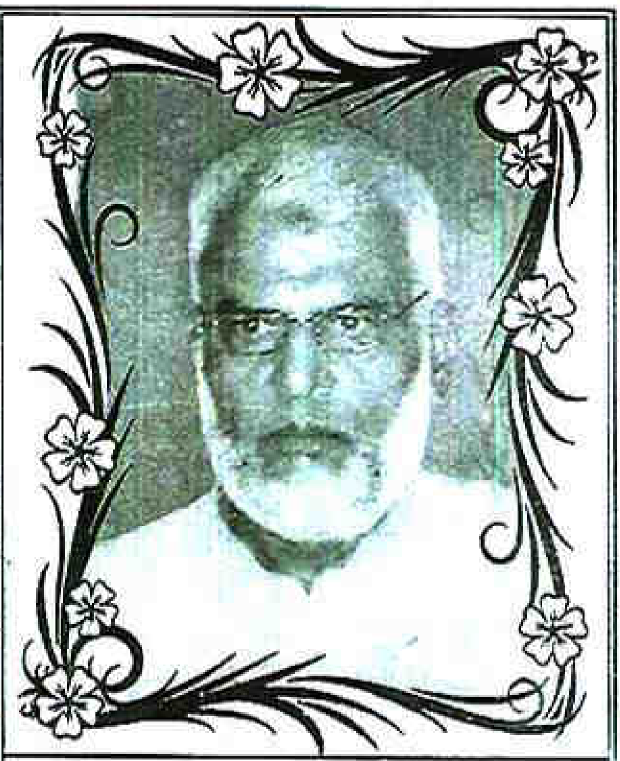

Mr. Anwar H. Kassam Kapadia

اعزازی جنرل سیکریٹری
بانٹوا میمن جماعت کراچی

عید الفطر کے اس پر مسرت اور مبارک موقع پر میں بانٹوا میمن جماعت کے عہدیداران اور مینجنگ کمیٹی کی جانب سے آپ سب کو عید الفطر کی دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ برادری کی فلاح و بہبود اور خاص طور پر عوام الناس کی بھلائی و بہتری کی خاطر ہمیں اسلام کے ان عالمگیر اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے جن میں ہماری نجات اور بھلائی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم سادگی کو اپنائیں، فضول خرچی سے پرہیز کریں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور خلوص سے پیش آئیں، بڑوں بزرگوں کا احترام کریں، چھوٹوں پر شفقت کریں۔ میمن فیڈریشن کے ساجی ضابطوں اور قوانین پر عمل کرتے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کی سعی کریں اور باہمی بھائی چارے کی فضا کو قائم رکھیں۔ اس طرح ہم اپنے مقصد کو آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہم سب کو عید الفطر کے مبارک دن ایسی نیک ہدایت دے اور ہمیں وہ راہ دکھادے کہ ہم ایک سچے مومن کی طرح اپنی بانٹوا میمن برادری کی فلاح و بہبود کے لئے پوری لگن کے ساتھ کام کرتے ہوئے عید الفطر کے حقیقی جذبے کو بیدار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر ہم اس کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ عید کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ عید انعام ہے، عید خوشی ہے، عید مسرت ہے، عید روح ہے، عید غذا ہے۔ ہر سال ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کر کے اپنی ذاتی خواہشوں کو کچل کر مسلمان عید کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو اس بات پر خوشی اور شکر کا اظہار کرتے ہیں کہ انھوں نے اس ماہ کو اللہ کے احکام کے مطابق بسر کیا۔ اس کے ارشادات کے مطابق سال کے باقی مہینوں میں زندگی گزارنے کی تربیت حاصل کی۔ واقعی یہ موقع بہت بڑی خوشی کا ہوتا ہے۔ اس پر جس قدر خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں عید دیکھنی نصیب فرمائی۔ خوشی کا یہ لازوال موقع ہماری زندگی میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ مگر اصل اور حقیقی عید وہی ہے۔ جس میں خوشیاں ہوں اور ان خوشیوں میں دوسرے بھی شامل ہوں بالخصوص وہ لوگ جو عید کی خوشیوں کو ترستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کو خوش دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اسی کو اپنی زندگی کا انمول سرمایہ سمجھتے ہیں۔ وہ فلاحی ادارے قائم کر کے دکھی انسانیت کی خدمت کر کے ہر روز عید مناتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی بے لوث اور بے غرض مخلصانہ خدمات کے عوض اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ میں اپنی جانب سے اور بانٹوا میمن جماعت کے تمام مینجنگ کمیٹی کے اراکین اور سب کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان کی جانب سے عید الفطر کی پر خلوص مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ عید نے ہمیں وہ موقع دیا ہے کہ ہم جماعت کے اغراض و مقاصد کے مطابق انسانی خدمت کر کے جماعت کا کام بھی کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

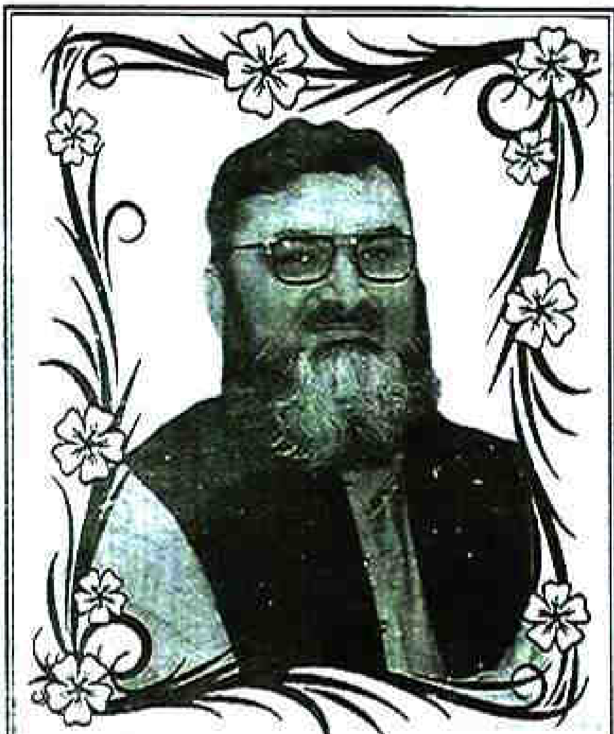

Mr. Faisal M. Yaqoob Diwan

جناب فیصل محمد یعقوب دیوان

اعزازی جوائنٹ سیکریٹری اول
بانٹوا میمن جماعت کراچی

عیدالفطر کا دن حقیقت میں اس خوشی کا دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کو بخش دیا اور معاف فرما دیا ہے۔ لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ اور ہاں! ان خوشی کے لمحات میں ان لوگوں کی اصلاح کی بھی فکر کیجئے جنہوں نے رمضان المبارک اور پھر عید کے ان بہترین موقعوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اللہ کو راضی نہیں کر سکے۔ یہ بھی دیکھیے کہ آپ کے اردگرد کوئی شخص ایسا تو نہیں ہے جو عیدالفطر کی خوشیاں منانے کے قابل نہ ہو۔ آپ اس کی خوشیوں میں اضافہ کر کے اپنی عید کا مزہ بھی دوبالا کیجیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کی مالی مدد (سپورٹ) کیجیے۔ زکوٰۃ اور فطرے کی رقم سے یہ لوگ بھی عید کی خوشیاں منا سکتے ہیں اور آپ کی خوشیاں دوگنی ہو جائیں گی۔ اس وقت بانٹوا میمن برادری اور کاروباری برادری سخت معاشی آزمائش میں گھری ہوئی ہے۔ اس کے لوگ عید منانا چاہتے ہیں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی عیدالفطر کی خوشیوں میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارا نصب العین یہی ہونا چاہیے ”خوش رہو اور دوسروں کو خوشیاں دو“

ہم سب کو چاہیے کہ انسانیت کا احترام کریں، ہر انسان کی جان اور اس کے مال کو مقدس و محترم جانیں تا کہ خود بھی عید کی برکات سے فیض یاب ہو سکیں۔ آمین انسان کو اصل خوشی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ کسی مجبور، لاچار اور مستحق انسان کی مدد کرتا ہے۔ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور اسے خوشی فراہم کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عید کی خوشیاں دوسروں کی مدد (سپورٹ) کرنے سے ہی مکمل ہوتی ہیں۔ آپ بھی عید کے موقع پر سچی خوشیاں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اسلام چونکہ مساوات و مواخات کا دین ہے چنانچہ اس نے ہر موقع پر غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھا ہے، اسی لیے عید سعید کے موقع پر غریبوں اور ناداروں کو بھی اس خوشی میں شامل کرنے کے لیے تمام مسلمانوں پر صدقہ فطر واجب قرار دیا گیا ہے۔

آیئے ہم آج سب مل کر یہ عہد کریں کہ بانٹوا میمن برادری سے غیر شرعی، فرسودہ اور غیر ضروری رسوم و رواج کا قلع قمع کر دیں گے اور اس مقصد کے لئے ہر ایک کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ اتحاد اور بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دیں گے تا کہ عید کی خوشیوں میں بانٹوا میمن برادری کا ہر فرد شریک ہو سکے، خوش ہو سکے اور یہ محسوس کر سکے کہ ان خوشیوں میں اس کا بھی حصہ ہے، ان پر اس کا بھی حق ہے۔ ویسے بھی ہمارے مذہب کی تعلیم یہی ہے کہ دوسروں کے خاطر زندہ رہ کر ان کی زندگیوں کو بھی سنوار دو اور اپنی زندگی کو بھی ابدی بنا لو۔

جناب محمد شہزاد ایم ہارون کوٹھاری

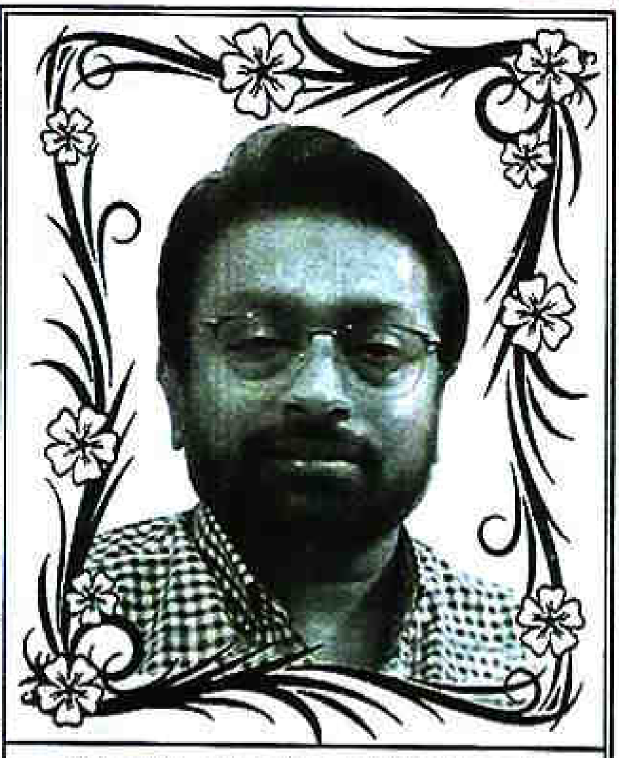

Mr. M. Shahzad Kothari

اعزازی جوائنٹ سیکریٹری دوم
بانٹوا میمن جماعت کراچی

آپ سب کو عید سعید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ عیدالفطر مسلمانوں کے لئے مسرت اور شادمانی کا پیغام لے کر آتا ہے۔ عید سے مراد خوشیوں بھرا دن جو بار بار لوٹ کر آئے جبکہ فطر کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں اس طرح عیدالفطر وہ انعام ہے جو امت مسلمہ کو ماہ رمضان المبارک کی بابرکت رحمتوں کے بعد عطا کیا گیا ہے۔ روزے و دیگر عبادت کی حالت میں ماہ رمضان المبارک گزارنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔ یہ وہ دن ہے جس کو "رحمت کا دن" کہا گیا اس دن روزہ داروں کے لئے ہر طرف خوشی کا سماں ہوتا ہے۔ عید کا معنی عام طور پر مسرت اور خوشی لیا جاتا ہے۔ یکم شوال المکرم کو عیدالفطر کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افطار اور فطر ہم معنی ہے۔ جس طرح ہر روزے کا افطار غروب آفتاب کے بعد کیا جاتا ہے، اسی طرح رمضان المبارک کے پورے مہینے کا افطار عید سعید کے روز ہوتا ہے۔ اسی لیے اس یوم مبارک کو "عیدالفطر" کہتے ہیں۔ صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ ہر قوم اور مذہب میں ہمیں عید کا تصور ملتا ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ عید کی خوشیاں سب کی سانجھی ہوں۔ یہ درست ہے کہ عید خوشی کا تہوار ہے لیکن اس موقع پر ہم سب کچھ بھول کر صرف نمود و نمائش کا اظہار کرنے کے بجائے سادگی اپنائیں اور مستحق افراد کی مدد (سپورٹ) کر کے انھیں اپنی خوشیوں میں شامل کریں۔ ذرا سوچیئے! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بہت سے لوگ تو عید کی تیاری کے نام پر کئی کئی جوڑے بنالیں اور دوسری طرف ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہو جنھیں تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے بھی نصیب نہ ہوں۔ اس طبقاتی تقسیم نے کتنے ہی گھرانوں کو عید کی اصل خوشیوں سے محروم کر رکھا ہوا ہے۔ کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ اپنے کئی کئی جوڑوں کے بجائے صرف ایک سوٹ عید کے دن پہننے کے لیے بنائیں اور باقی جوڑے غریبوں میں تقسیم کر دیں یا ہم نادار خاندان کے بچوں کے لیے نئے کپڑے بنوا دیں تا کہ وہ بھی عید کی خوشیوں میں دوسرے بچوں کے ساتھ شامل ہو کر خوشی منا سکیں۔ یقیناً ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ اس طرح غریب اور مستحق افراد بھی خوشی خوشی عید منائیں گے اور ہم بھی اپنے حصے کی خوشیاں دوسروں کو بانٹ کر روحانی خوشی محسوس کریں گے۔ آج ہمارا معاشرہ جن حالات میں گھرا ہوا ہے ملک کیا ہر شہر کرونا وباء کی لپیٹ میں ہے۔ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔

آج کے حالات ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم اپنے عید کی خوشیوں کو اپنے ان مصیبت زدہ بہن اور بھائیوں کے ساتھ بانٹ لیں۔ آیئے! عید کی اصل خوشی حاصل کریں۔ دکھی لوگوں کے دکھ بانٹیں اور دوسروں کی مدد (دادرسی) کا جذبہ بیدار کریں۔ یہی اسلام کی اصل روح ہے۔ یہی رب العزت کی رضا کے حصول کا صحیح راستہ ہے۔ سچے اور مخلص دوستوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ آپ کے سکھ دکھ کے ساتھی ہوں۔ اس سے دل میں ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور آپس کی محبت بھی بڑھتی ہے۔

عیدالفطر کا دن: اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا دن

الحاج احمد عبداللہ غریب (مرحوم) ممبئی (انڈیا)، مذہبی ریسرچ اسکالر
برصغیر کے شہرہ آفاق تصنیف ''غریب کا حج'' کے مصنف

Late Alhaj Ahmed Gareeb

رمضان المبارک میں روزے دار بھوکا پیاسا رہ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتا ہے اور رمضان المبارک کے ختم ہونے پر روزے دار کو اللہ عیدالفطر کی خوشی عطا کرتا ہے۔ وہی مسلمان جو کل تک دن کے وقت نہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، عید کے دن کھا بھی رہا ہے، پی بھی رہا ہے۔ مسلمان پر یہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ رمضان میں بھوکا پیاسا رہنے پر اللہ خوش ہوتا تھا اور آج پیٹ بھر کر کھانے پر اللہ راضی ہو رہا ہے بلکہ عید کے دن تو اگر کوئی شخص روزے رکھ لے تو وہ گناہ گار ہوگا' اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ عید کے دن شیطان روزہ رکھتا ہے۔ عید کی رات (چاند رات) دراصل خوشی منانے کے لئے ہے کہ ہم نے پورے مہینے روزے رکھ کر اللہ کے ایک بہت بڑے حکم کو پورا کر دیا ہے اور اب اللہ ہم سے خوش ہے۔ حدیث شریف ہے کہ جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو عبادت کے ذریعے سے زندہ رکھا (یعنی عبادت کی) اس دن اس کا دل مردہ نہ ہوگا جس دن دل مردہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن۔ اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں میری امت کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: ''کیا اس سے شب قدر مراد ہے؟''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نہیں!'' (یہ فضیلت چاند رات کی ہے' شب قدر کی فضیلت اس کے علاوہ ہے) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے' جب وہ کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے۔'' اسی لئے

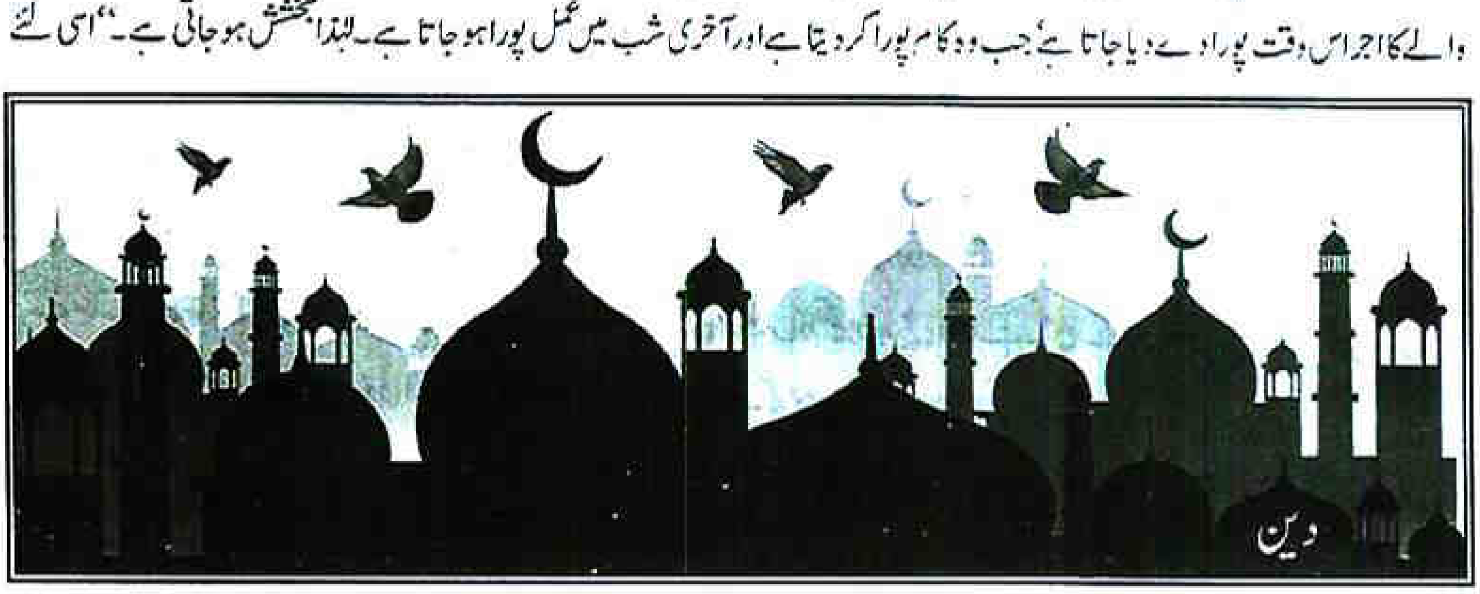

چاندرات کو لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات کہا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے بیٹھے اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر سے فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک مہینے کے روزے رکھے اور حکم مانا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو؟

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جوان پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے کے لئے (عید کی نماز کے لئے) نکلے ہیں۔ قسم ہے میری عزت اور میرے جلال اور کرم کی اور میری عظمت اور بڑائی کی' میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر (بندوں سے) ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عیدگاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں۔''

عید کا دن حقیقت میں اس خوشی کا دن ہے کہ اللہ نے ہمارے گناہوں کو بخش دیا اور معاف فرما دیا ہے۔ لہٰذا اس پر اللہ کا شکر ادا کیجئے۔

اور ہاں! ان خوشی کے لمحات میں ان لوگوں کی اصلاح کی بھی فکر کیجئے جنہوں نے رمضان المبارک اور پھر عید کے ان بہترین موقعوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اللہ کو راضی نہیں کر سکے۔ یہ بھی دیکھئے کہ آپ کے اردگرد کوئی شخص ایسا تو نہیں ہے جو عیدالفطر کی خوشیاں منانے کے قابل نہ ہو۔ آپ اس کی خوشیوں میں اضافہ کر کے اپنی عید کا مزہ بھی دوبالا کیجئے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کی مالی مدد کیجئے۔ زکوٰۃ اور فطرے کی رقم سے یہ لوگ بھی عید کی خوشیاں منا سکتے ہیں اور آپ کی خوشیاں دگنی ہو جائیں گی۔ عید کا تہوار ہر سال آتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے خوشیوں کی سوغات لاتا ہے۔ عید وہ تہوار ہے جسے بڑے، چھوٹے، امیر، غریب سب مل کر مناتے ہیں اور ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ وہ واحد تہوار ہے جس میں دولت منداپنے غریب اور کمزور بھائیوں کو بھی خوشیاں فراہم کرتے ہیں۔ ان کی ہر طرح کی مالی مدد کرتے ہیں تاکہ ان کے یہ نادار بھائی عید کی خوشیوں سے محروم نہ رہیں۔

عیدالفطر کا یہ پرمسرت تہوار ایک اہم فرض کی ادائیگی کے بعد آتا ہے جس میں مسلمان ایک ماہ تک اخلاقی وروحانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ وہ دن میں روزے رکھتے ہیں یعنی اللہ رب العزت اور بزرگ و برتر کی خوشنودی ورضا جوئی کے لئے گھنٹوں بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں اور رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام یعنی قرآن مجید کی تلاوت یا سماعت کرتے ہیں۔ اللہ کی نصرت اور رحمت سے جب یہ کٹھن مراحل طے پا جاتے ہیں تو اظہار تشکر کے طور پر اگلے ماہ کے پہلے روز یوم عید مناتے ہیں۔ اس موقع پر شان اور عظمت کے ساتھ لوگ جوق در جوق عیدگاہوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ وہ خوشبوؤں میں بسے ہوئے نئے یا دھلے ہوئے اجلے کپڑے زیب تن کئے اللہ اکبر کا ورد کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس کے برعکس دوسری قوموں کے ہاں تہوار آتے ضرور ہیں اور پورے جوش وخروش اور دھوم دھام سے منائے بھی جاتے ہیں۔ مگر ان کا پس منظر کوئی جزوقتی واقعہ یا محض موسموں کا تغیر وتبدیل ہوتا ہے۔ کسی کے ہاں جنگی فتح کے عنوان پر، کسی کے ہاں نوروز کے نام پر تہوار سجتے ہیں۔ کوئی اپنے دینی قائد یا قائد اور قومی لیڈر کے یوم پیدائش کو یوم عید قرار دیتے ہیں۔

اسلام کی عید ان سے قطعی مختلف ہے۔ اسلام عظیم الشان نیکیوں اور انقلاب آفریں خوبیوں کی بنیاد پر یوم عید مقرر کرتا ہے جو انسانیت کے لئے ہمہ گیر، ہمہ جہت اور ہمہ وقت ہوں، جس کا تعلق کسی خاص قوم، نسب وحسب یا علاقے سے نہ ہو، بلکہ اس کا تعلق نوع انسانی سے ہو اور عالمگیر

ہو۔علاوہ ازیں اسلام کی عیدیں ہر فرد کی اپنی عید نہیں کہ جیسے چاہے منائے اور جو چاہے کر گزرے، کسی کو کسی کے ساتھ کوئی سروکار نہ ہو بلکہ یہاں تو دوسروں کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کا حکم ہے۔ جو لوگ مالی مجبوریوں اور معاشی دشواریوں کے سبب ان مسرتوں کو حاصل نہیں کرسکتے تو دوسرے مسلمانوں کے فرائض میں ہے کہ وہ ان سے مالی تعاون کریں اور عید سے پہلے پہلے انہیں اس قابل بنائیں کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش ان خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔اس کے لئے تمام ملت اسلامیہ اور اس کے ہر فرد پر چاہے وہ معصوم بچہ ہو یا عمر رسیدہ بوڑھا، مرد ہو یا عورت ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ وہ اسلام کے عائد کردہ فطرے کو ادا کرکے غریبوں، ناداروں، یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرے۔

حدیث رسول ﷺ ہے کہ جو روزے دار مسلمان عید سے قبل (یا بعد) فطرانہ ادا نہیں کرتا، اس کے روزے قبولیت کی منزل تک نہیں پہنچ پاتے۔روزے کی قبولیت کے لئے فطرے کو شرط قرار دے کر دراصل اسلام کی اسپرٹ (روح) کو ظاہر کیا گیا ہے جو اس کی غریب پروری اور انسانیت نوازی پر دلالت کرتی ہے۔پھر اسلام کی عید محض کھیل تماشا' شور و شرابا اور ہنگامہ خیزی کا نام نہیں یا یہ خوش لباسی اور خوش خوراکی سے عبارت نہیں بلکہ یہ اللہ رب العزت کی اجتماعی عبادت سے لے کر اخوت، ہمدردی، محبت خیرات، فیاضی، پاکیزگی اور طہارت اور تنظیم و اتحاد جیسی اعلیٰ صفات کی مظہر ہے۔

غرض عید الفطر گوناگوں خوبیوں کا حامل ایک عظیم الشان تہوار ہے جو اسلام کی عظمت' شوکت اور شاندار روایات کا امین ہے۔اگر ہم عید کے ان عظیم دینی اجتماعات کو کارآمد، مفید اور کثیر المقاصد بنانے کی تدبیر اختیار کریں تو ان اجتماعات سے دینی اور دنیاوی افادیت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔یہ احیائے دین اور اقامت دین کے لئے انتہائی مؤثر ثابت ہوسکتے ہیں مگر افسوس کہ ہم ان اجتماعات سے مکمل فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب عید کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ منائیں۔عید اس طرح منائیں جس طرح ہمارے اللہ نے اس کو منانے کا حکم دیا ہے۔عید کی خوشیوں کو اس انداز سے منائیں جس طرح اللہ کے حبیب ﷺ نے منائی تھیں اور منانے کی ہدایت کی تھی۔

عید صرف اپنی خوشی کا نام نہیں ہے۔عید یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے لیے، اپنے بیوی بچوں بھائی بہن یا ماں باپ کے لیے اچھے اور قیمتی کپڑے خرید لیں اور مختلف قسم کے کھانے تیار کروائیں ہزاروں کی شاپنگ کرڈالیں اور آپ کا غریب پڑوسی یا رشتے دار حسرت سے آپ کی ان خوشیوں کو دیکھتا رہ جائے۔اس کے پاس خوشیاں منانے کے نہ وسائل ہوں اور نہ اسباب! عید خوشی منانے کا نام تو ہے مگر ایسی خوشی کا جس میں دوسرے بھی خوش ہوں ان کی محرومیاں بھی دور ہوں اور وہ بھی عید کے اس پرمسرت دن دوسروں کے ساتھ خوش نظر آئیں اور خوشیاں منائیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عید کی حقیقی روح کو سمجھنے اور اس پر اسلامی احکام کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مطبوعہ: ماہنامہ صراط مستقیم بمبئی، عید الفطر ایڈیشن 1967ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نعتیہ کلام

(مع) ترجمہ

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ

بلغ العلیٰ بکمالہ

پہنچے بلندی کو اپنے کمال سے

کشف الدجیٰ بجمالہ

دور کردیا اندھیرے کو اپنے جمال سے

حسنت جمیع خصالہ

حسین ہیں ان کی سب خصلتیں

صلوا علیہ وآلہ

درود بھیجو ان پر اور ان کی آل پر

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

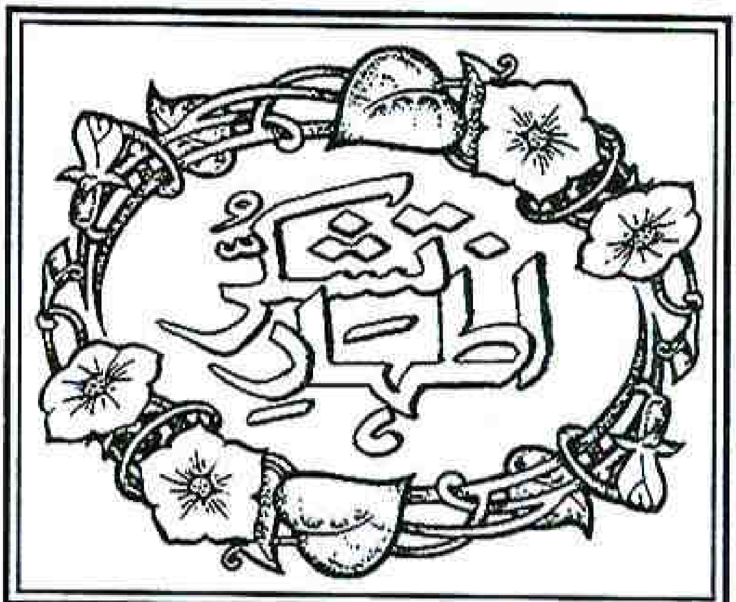

مشکل معاشی صورتحال میں زکوٰۃ فنڈ اور ڈونیشن فنڈ دینے والوں کے بے حد شکر گزار ہیں

عزیزانِ محترم!

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے تمام عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین برادری کے مخیر حضرات اور اہل بانٹوا میمن برادری کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنھوں نے ماہ رمضان المبارک میں مشکل معاشی میں بھی برادری کے مخیر حضرات کے تعاون سے ایسی نازک صورت حال اور مشکل حالات میں ریلیف کا کام کرنا یا بانٹوا میمن برادری کے ضرورت مندوں کی مدد (سپورٹ) کرنا بہت اہم اور نیک عمل ہے۔

اس جان توڑ مہنگائی اور مشکل حالات میں بھی اپنے جذبوں کو جوان اور اپنی امیدوں اور توقعات کو مستحکم و توانا رکھا بلکہ اپنی تجوریوں کے دروازے دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے کھول دیئے۔ اپنی بانٹوا میمن برادری کے حاتم طائی جیسا دل رکھنے والے مخیر اور صاحب ثروت حضرات نے اپنی بانٹوا میمن جماعت کے ساتھ اس قدر ٹھوس اور مستحکم انداز سے مالی تعاون کیا ہے کہ ہم سب حیران رہ گئے اور انسانیت و انسانی خدمت پر ہم سب کا یقین و ایمان مزید مضبوط ہوگیا اور ہم سب پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری اور سرگرمی کے ساتھ برادری کے ضرورت مندوں اور دکھی لوگوں کی خدمت کے لئے کوشاں ہوگئے ہیں۔

عزیزانِ گرامی!

دیکھا جائے موجودہ دور میں مہنگائی اور روزگار کے مشکل حالات میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا ہر فرد آزمائشوں

سے گزر رہا ہے۔ بزنس مین حضرات اور مخیّر حضرات بھی کٹھن مسائل میں مبتلا رہے تو کمزور، نادار اور غریب حضرات بھی مشکلات میں مبتلا رہے ہیں۔ بانٹوا میمن برادری کے مخیّر حضرات نے ہماری اپیل پر دل کے دروازے کھول دیئے۔ بعض اوقات تو بعض حضرات نے اپنی حیثیت اور بساط سے بھی بڑھ کر مالی تعاون فرمایا۔ ہم ان کا دلی شکریہ کس زبان سے ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے اس نیک عمل کی جزا دے گا اور کاروبار میں دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے گا۔

ہمیں امید ہے اپنی بانٹوا میمن برادری کے تعلیم (ایجوکیشن)، ہیلتھ (علاج معالجہ) اور آبادکاری (ہاؤسنگ) اور دیگر فلاحی امور بہ خیر و خوبی انجام پاسکیں گے۔ ہمیں بلکہ یقین ہے آپ ہمیشہ اپنی برادری اور بانٹوا میمن جماعت کے ساتھ اسی طرح تعاون (سپورٹ) کرتے رہیں گے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بانٹوا میمن جماعت زکوٰۃ اور ڈونیشن فنڈز صرف اپنی بانٹوا میمن برادری سے وصول کرتی ہے اور اس کا استعمال بھی برادری کے ضرورت مند افراد پر خرچ کرتی ہے۔ ہم سب عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین زکوٰۃ اور ڈونیشن دینے والے قابل عزت اور قابل احترام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ آئندہ بھی اسی طرح دل کھول کر عطیات دیتے رہیں گے۔

نیک خواہشات اور پر خلوص دعاؤں کے ساتھ

محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا کھانانی
صدر بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

محمد نجیب عبدالعزیز بالاگام والا
سینئر نائب صدر اول بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

محمد یونس عبدالستار بگسرا
سینئر نائب صدر دوم بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

محمد اعجاز حاجی رحمت اللہ بھرم چاری
جونیئر نائب صدر اول بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

سکندر محمد صدیق اگو
جونیئر نائب صدر دوم بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

انور حاجی قاسم محمد کاپڑیا
جنرل سیکریٹری بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

فیصل حاجی محمد یعقوب دیوان
جوائنٹ سیکریٹری اول بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

محمد شہزاد حاجی محمد ہارون کوٹھاری
جوائنٹ سیکریٹری دوم بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

اور دیگر عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین

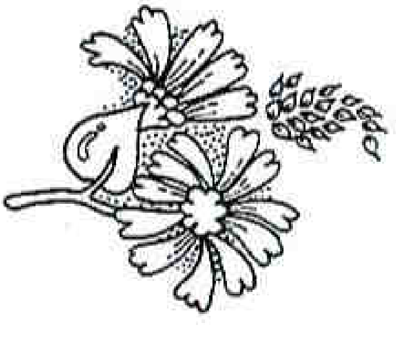

ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ : جناب عبدالرزاق جانگڑا

تعزیت : اسلامی تعلیمات کے رو سے میت کے گھر والوں سے تعزیت کرنا یعنی انہیں صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا سنت ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو مسلمان اپنے بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بزرگی کا لباس پہنائے گا۔“

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے: ”جو شخص کسی بھی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے، اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس مصیبت زدہ کے لئے اپنی مصیبت پر صبر کرنے کا ہے۔“ (ترمذی)

ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک شخص کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا: ”اللہ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں اجر عطا فرمائے۔“ (ابن ابی شیبہ)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی کسی صاحبزادی کے ایک بچہ کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کے پاس پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے جواب میں انہیں سلام کہلا بھیجا اور فرمایا: ”اللہ نے جو دیا وہ بھی اس کا تھا اور جو اس نے واپس لیا وہ بھی اس کا تھا۔ ہر چیز کے لئے اس کے پاس ایک مقررہ مدت ہے اس لیے (میری بیٹی) کو چاہیے کہ صبر کرے اور اجر کی نیت رکھے۔“ (بخاری، مسلم)

موت کی یاد : یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی محبت انسان کو غافل اور برباد کر دیتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے اگر موت کا تصور کیا جائے تو یہ دیکھا گیا ہے کہ ساری غفلت دور ہو جاتی ہے اور آدمی راہ راست پر آجاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے۔

”لذتوں کو مٹانے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔“ (ابن ماجہ)

ایک مرتبہ کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کون سا مومن افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور اس کی اچھی طرح تیاری کرتا ہے، وہی سب سے زیادہ عقلمند ہے۔“ (ابن ماجہ)

اگر لوگ اپنی انجام کی فکر کریں تو ساری برائیاں از خود مٹ سکتی ہیں۔

قبر کے حالات : موت کے بعد انسان کی سب سے پہلی منزل قبر ہے۔ جو لوگ اپنی یہ منزل یاد رکھتے ہیں وہ کبھی راہ راست سے نہیں بھٹکتے اس لئے ضروری ہے کہ ان احادیث کو سامنے رکھا جائے جس میں قبر کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب نعش رکھ دی جاتی ہے پھر اسے قبرستان لے جانے کے لیے اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہے تو کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ (یعنی جلدی لے چلو) اور اگر وہ نیک نہیں تھا تو گھر والوں سے کہتا ہے: ہائے میری بربادی، مجھے کہاں لے جاتے ہو؟ (پھر فرمایا) انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کی آواز سن لے تو ضرور بے ہوش ہو جائے۔“ (بخاری)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جب مومن کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اسے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سورج چھپ رہا ہو۔ سو جب اس کی روح لوٹائی جاتی ہے تو آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھتا ہے اور (فرشتوں سے) کہتا ہے، مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں۔“ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”مردا پنی قبر میں بس ایسا ہی (محتاج) ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا (پھر فرمایا) وہ دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کے

باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے اسے پہنچ جائے۔ جب ان میں سے کسی کی دعا پہنچتی ہے تو وہ دعا اس کو ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے۔ ان سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور بے شک زمین والوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ قبر والوں پر پہاڑوں کے برابر ثواب داخل فرماتے ہیں اور بے شک زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے۔ ان کے واسطے استغفار کرنا ہے۔" (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "بلاشبہ مومنین کی روحیں سبز پرندوں کے اندر ہوتی ہیں جو جنت کے درختوں سے کھاتی پیتی ہیں۔" (مشکوٰۃ)

علم کے چراغ جلا کر
جہالت کے اندھیرے دور کیجئے۔
اپنا، اپنی برادری اور اپنے ملک کا
مستقبل روشن بنائیے۔

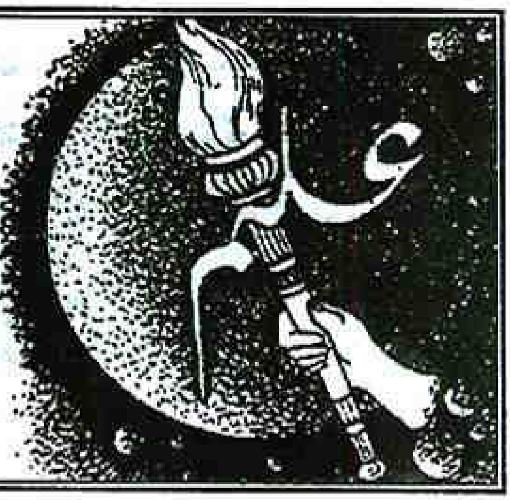

کراچی وومن انٹرپرینیورز (Entrepreneurs) کے زیراہتمام انٹرنیشنل وومن ڈے کے موقع پر ایک شاندار تقریب بروز پیر 14 مارچ 2022ء کو دوپہر تین بجے مقامی ہوٹل ریجنٹ پلازہ میں منعقد کی گئی تھی۔

جس کی مہمان خصوصی محترمہ بلقیس عبدالستار ایدھی صاحبہ تھیں۔ آپ اپنی علالت کے باعث تقریب میں شرکت نہ کرسکیں۔ ان کی جگہ محترمہ شبانہ محمد فیصل ایدھی شریک ہوئیں تھیں۔

اس موقع پر محترمہ بلقیس عبدالستار ایدھی صاحبہ کا "خدمت انسانیت" کا یادگاری ایوارڈ ادارے کی چیئرپرسن محترمہ سیما رشید صاحبہ سے محترمہ شبانہ (صبا) ایوارڈ وصول کرتے ہوئے۔

پاکستان اور عالمی سطح پر خدمت انسانی میں طرۂ امتیاز

خدمت انسانیت کے مشن اور وژن میں عوام الناس، میمن اور بانٹوا میمن برادری کی معتبر اور قابل احترام شخصیت

مادر پاکستان کا خطاب پانے والی معروف رہنما

خلوص اور ایثار کا جذبہ رکھنے والی بے لوث خاتون

ستمبر 1994ء میں وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے خواتین کے عظیم سیمینار میں

محترمہ بلقیس عبدالستار ایدھی صاحبہ کو "مادر پاکستان" کے خطاب سے نوازا تھا

مادر پاکستان محترمہ بلقیس بانو ایدھی ہلال امتیاز۔ ستارۂ امتیاز

کا سانحہ ارتحال

Late Bilquis Bano Edhi

میمن اور بانٹوا میمن برادری پاکستان کی عظیم خاتون خدمت انسانیت کا سربلند اور معروف نام محترمہ بلقیس بانو زوجہ عبدالستار ایدھی بروز جمعہ 15 اپریل 2022ء کو 74 سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد نجی اسپتال میں رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ بعد نماز ظہر نیو میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے باہر سڑک پر ادا کی گئی جس میں ہزاروں سوگواروں نے شرکت کی۔ ایم اے جناح روڈ پر پولیس کے خصوصی دستے نے سرکاری اعزاز کے طور پر سلامی دی۔ نماز جنازہ کے مقام اور تدفین کی جگہ میوہ شاہ قبرستان تک سیکورٹی کے خصوصی حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔

تجہیز و تکفین سرکاری اعزاز کے ساتھ میوہ شاہ قبرستان میں والدہ محترمہ حاجیانی رابعہ ماں کے پہلو میں کی گئی۔ جنازے میں سوگوار اشکبار آنکھیں رنجیدہ تھیں۔ سوگواروں کا کہنا تھا کہ کراچی کے لاوارث بچوں کی ماں رخصت ہوئی۔ معروف خادم انسانیت عبدالستار ایدھی مرحوم کی بیوہ ایدھی ٹرسٹ کی چیئرپرسن مادر پاکستان بلقیس بانو ایدھی کو رمضان المبارک سے دو روز قبل دل کا دورہ پڑا جس کے بعد ان کی طبیعت مسلسل خراب تھی۔

انتقال پر سندھ حکومت نے ایک روزہ سوگ منایا۔ مرحومہ کی نماز جنازہ میں وزیر اعلیٰ سندھ جناب سید مراد علی شاہ اور کابینہ اراکین بھی

شریک ہوئے۔ایڈمنسٹریٹر کراچی جناب مرتضیٰ وہاب، چیف سیکریٹری سندھ جناب سہیل راجپوت، کمشنر کراچی جناب اقبال میمن، آئی جی سندھ جناب مشتاق مہر، ایڈیشنل آئی جی کراچی جناب غلام نبی میمن، پولیس افسران، سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے افراد بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

نماز جنازہ اور سوئم میں بانٹوا میمن برادری سے تعلق رکھنے والے تمام ادارے اور تنظیموں کے عہدیداران بانٹوا میمن جماعت، بانٹوا میمن خدمت کمیٹی، بانٹوا انجمن حمایت اسلام، بانٹوا میمن راحت کمیٹی، آل پاکستان میمن فیڈریشن، میمن انٹرنیشنل آرگنائزیشن، ورلڈ میمن آرگنائزیشن، یونائیٹڈ میمن جماعت آف پاکستان اور المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی اور دیگر سماجی اور فلاحی اداروں کے عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین، سماجی کارکنان، دوست احباب اور عزیز واقارب کی سیکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔شہر کراچی کے بے شمار اداروں کے عہدیداران شریک ہوئے۔

نماز جنازہ کے بعد پولیس کے دستے نے مرحومہ بلقیس بانو ایدھی کو سلامی دی۔بلقیس بانو ایدھی کو 2015ء میں مدر ٹریسا انٹرنیشنل ایوارڈ سمیت دیگر ایوارڈز سے بھی نوازا گیا تھا۔بلقیس ایدھی کو شاندار سماجی خدمات پر ہلال امتیاز اور ستارۂ امتیاز کے اعزاز سے نوازا گیا انہیں روسی حکومت کی طرف سے لینن پیس پرائز بھی ملا۔

مرحومہ کی تدفین سرکاری اعزازات کے ساتھ میوہ شاہ قبرستان میں کی گئی۔وزیر اعظم جناب شہباز شریف کے حالیہ دورہ کراچی میں ان کے ہمراہ خاتون اول محترمہ تہمینہ درانی بھی ساتھ تھیں اور انہوں نے نجی اسپتال میں محترمہ بلقیس بانو ایدھی سے ملاقات بھی کی تھی۔بعد ازاں انہوں نے سماجی روابط کی ویب سائٹ پر ٹوئٹر پر کہا تھا کہ بلقیس اپنے مرحوم شوہر ایدھی صاحب کے لئے روئیں اور میری آنکھوں میں بلقیس کے لیے آنسو آئے ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔

ستمبر 1994ء میں وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے خواتین کے ایک قومی سیمنار میں محترمہ بلقیس بانو ایدھی کو ''مادر پاکستان'' کے خطاب (القاب) سے نوازا تھا۔اس وقت محترمہ بلقیس بانو ایدھی صاحبہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسوں رواں ہوگئے۔آپ اسٹیج پر جاکر حوصلہ افزا القاب دینے پر شکریہ ادا کیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے جواب میں کہا کہ شکریہ آپ کیوں ادا کررہی ہیں۔شکریہ میں اور پوری پاکستانی قوم آپ کی شکر گزار ہے جو خدمت آپ کررہی ہیں وہ کم خواتین کو نصیب ہوتی ہے۔بے بس اور ضرورت مند خواتین اور بچوں کی پرورش، بیواؤں کی پرورش، معزور خواتین کی پرورش، معصوم بچوں کی پرورش وغیرہ ''ماں بن کر'' گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ان نیک کاموں کا صلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں ضرور دے گا۔دکھی انسانیت کے لئے ''مادر پاکستان'' کا خطاب آپ کے لئے نہایت قابل احترام ہے۔

خدمت خلق کے جذبے سے سرشار انسان دوست شخصیت، معروف سماجی کارکن سربراہ بلقیس ایدھی فاؤنڈیشن، شریک حیات عبدالستار ایدھی، مادر پاکستان، عالمی شہرت یافتہ بلقیس ایدھی کاٹھیاواڑ کی دھن نگری میں 20 مئی 1947ء کو پیدا ہوئیں۔قیام پاکستان کے بعد نومبر 1947ء کو والدین کے ساتھ ہجرت کی۔16 برس کی عمر میں عبدالستار ایدھی مرحوم کے نرسنگ ٹریننگ اسکول میں باقاعدہ پیشہ ورانہ تربیت حاصل کی۔ان کی محنت ولگن کی بدولت انہیں نرسنگ کے شعبے کی ذمہ داری سپرد کی گئی تب اس شعبے میں لڑکیوں کا رجحان بہت کم تھا مگر آپ نے دوسال میں جانفشانی اور سخت لگن سے کام کیا جس سے عبدالستار ایدھی متاثر ہوئے اور آپ اپریل 1966ء میں عبدالستار ایدھی کی شریک حیات بن گئیں اور پھر

فلاحی کاموں کے نئے باب کا سنہرا آغاز ہوا۔ بلقیس ایدھی کی سربراہی میں بلقیس ایدھی فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی گئی جس کا مقصد لاوارث بچیوں کی دیکھ بھال، بنیادی صحت، معیاری تعلیم اور ان کی شادی کی ذمہ داری شامل ہے۔ بلقیس ایدھی کا ایک اہم کارنامہ جھولا پراجیکٹ تھا جس کا مقصد ان بچوں کی زندگی بچانا تھا جنہیں معاشرے میں کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ پاکستان بھر میں جہاں بھی ایدھی مراکز قائم ہیں ان کے باہر ایک جھولا لگایا گیا ہے جس پر سنہرے الفاظ میں لکھا ہے: ''بچیوں کو قتل نہ کریں جھولے میں ڈال دیں'' اس جھولے میں بہت سے لوگ ان بچیوں کو خاموشی سے ڈال کر چلے جاتے ہیں جو کسی وجہ سے خاندان کے لیے قابل قبول نہ تھیں۔ ان ہزاروں بچیوں کی ماں کی ذمہ داری بلقیس ایدھی نے سرانجام دیں۔ ایک اندازے کے مطابق سولہ ہزار سے زائد بچیوں کو اب تک بے اولاد والدین کے حوالے کیا جا چکا ہے، اسی طرح ہزاروں خواتین کو پناہ دی گئی۔ بچیوں کو معیاری تعلیم، صحت کے ساتھ ان کی شادی تک کی ذمہ داری بھی آپ نے احسن طریقے سے سرانجام دیں۔ آج پوری پاکستانی قوم آپ کے بچھڑنے کے غم میں مبتلا ہے، ہزاروں بچے جنہیں آپ نے اپنا نام دیا وہ اب بھی آپ کے منتظر ہیں۔ اللہ پاک آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے (آمین)۔ (تحریر: کھتری عصمت علی پٹیل)

قرارداد تعزیت ۔ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی، پاکستان کی عظیم خاتون خدمت انسانیت کا سربلند اور معروف نام محترمہ بلقیس بانو زوجہ عبدالستار ایدھی کی غم انگیز رحلت پر ہم سب ساتھی عہدیداران

☆ جناب محمد حنیف حاجی قاسم مچھیارا، صدر

☆ جناب محمد نجیب عبدالعزیز بالاگام والا، سینئر نائب صدر اول

☆ جناب محمد یونس حاجی عبدالستار بکسرا، سینئر نائب صدر دوم

☆ جناب محمد اعجاز رحمت اللہ بھرم چاری، جونیئر نائب صدر اول

☆ جناب سکندر محمد صدیق اگر، جونیئر نائب صدر دوم

☆ جناب انور حاجی قاسم کاپڑیا، اعزازی جنرل سیکریٹری

☆ جناب فیصل محمد یعقوب دیوان، جوائنٹ سیکریٹری اول

☆ جناب محمد شہزاد ادایم ہارون کوٹھاری، جوائنٹ سیکریٹری دوم

اور مجلس عاملہ کے اراکین، سب کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مرحومہ بلقیس بانو ایدھی کی مغفرت کرکے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ہم سب کی دعا ہے کہ مرحومہ کی اولادوں میں جناب قطب زوجہ یاسین عبدالستار چوہدری، جناب محمد فیصل ایدھی زوجہ شبانہ عرف صبا، محترمہ خدیجہ الکبریٰ زوجہ الطاف بھوری اور محترمہ الماس زوجہ جاوید ابا علی دار واڈ والا کو صبر جمیل عطا کرے علاوہ اہل خانہ اور تمام لواحقین سے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ کی پوری فیملی کو صبر جمیل عطا کرے (آمین)

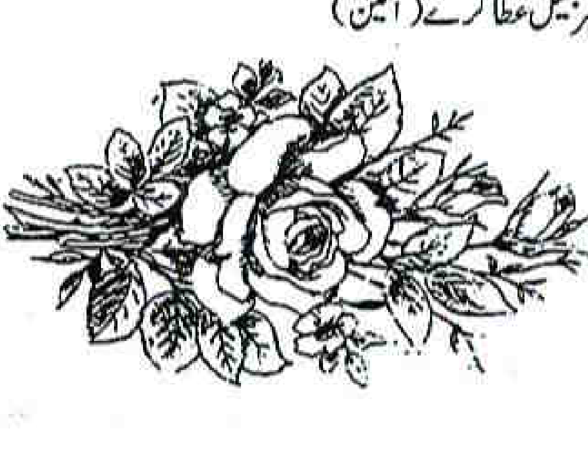

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام ابو حامد محمد ابن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

اے اللہ مجھے

استقامت دے

اسے قبول کرنے کی جسے بدل نہ سکوں

ہمت دے

اسے بدلنے کی جو میرے بس میں ہو

عقل سلیم دے

ان میں امتیاز کر سکوں

تاجر، صنعت کار اور بزنس مین حضرات

تمام توجہ ملک کو بہتر بنانے پر صرف کریں

تحریر : جناب مجید عزیز بالاگام والا

Mr. Majid Aziz Balagamwala

برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک علیحدہ وسیاسی جماعت مسلم لیگ وجود میں آئی کیونکہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک قوم بن کر نہیں رہ سکتے تھے۔ مسلمانوں نے ایک آزاد مسلم ملک حاصل کرنے کے لئے 23 مارچ 1940ء کو قائداعظم کی صدارت میں ایک قرارداد منظور ن جس میں مسلمانوں نے یکجا ہو کر یہ عہد کیا تھا کہ اب وہ علیحدہ ملک حاصل کرنے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ پاکستان ہمارے بزرگوں، قائداعظم اور ان کے رفقاء کی قربانیوں کا عظیم مظہر ہے۔ اگر برصغیر کے مسلمانوں کو قائداعظم جیسی شخصیت کی قیادت نصیب نہ ہوتی تو شاید پاکستان وجود میں نہ آتا۔ قائداعظم اور ان کے رفقاء کی انتھک محنت کی وجہ سے پاکستان وجود میں آیا اور آج ہم ایک آزاد ملک میں سانس لے رہے ہیں۔ مسائل فکری اتحاد سے حل ہوتے ہیں۔

جب بھی پاکستان میں کوئی بڑا مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے حل کے لئے ہر طرف سے یہ کوشش ہوتی ہے کہ اختلاف کو ختم کیا جائے اور مفاہمت پیدا کی جائے۔ پاکستان کی تحریک جب مرحلہ وار آگے بڑھ رہی تھی تو اختلاف رکھنے والے اور یہ چاہنے والے پاکستان وجود میں نہ آئے خود مسلمانوں کے اندر موجود تھے قائداعظم نے یہ کوشش نہیں کی کہ جمعیت علمائے ہند خاکسار تحریک اور دوسری جماعتوں سے اختلاف رائے کی خلیج کو کم کیا جائے۔ انہوں نے حصول مقصد کے لئے متحد رہنے پر زور دیا اور ''بن کر رہے گا پاکستان'' کا نعرہ لگایا اور اس نعرے کو مسلمانوں کی آواز بنا دیا۔

قائداعظم نے یہ بات ثابت کی کہ وہ واقعی ایک بڑے لیڈر ہیں اور ان کی سوچ پختہ ہے۔ انہوں نے اپنی اس پختہ سوچ اور مسلمانوں کو متحد رکھ کر مخالفین کو شکست دی۔ ہمیں یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم قائداعظم اور ان کے رفقاء سے کیے گئے وعدوں کو نبھائیں اور پاکستان کا نام روشن کریں۔ ہم کو چاہئے کہ ہم نوجوانوں اور نئی نسل کو شعور و آگہی اور ایسی صلاحیتیں بخشیں جن کے ذریعے وہ اسلام کے آفاقی نظریات، بھائی چارے، اسلاف کے کارناموں اور اپنے ثقافتی ورثہ و روایات کی پاسداری کرتے ہوئے دور جدید کے نت نئے تقاضوں، سائنسی و تکنیکی تحقیق اور معاشرتی تقاضوں کا مقابلہ کر کے کامیاب زندگی گزارے۔ ان مطلوبہ مقاصد کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم بزرگوں کی قربانیوں اور روایات سے کماحقہ استفادہ حاصل کریں۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کرتا چلوں کہ مقامی اور غیرملکی سرمایہ کاروں کے لئے موجودہ حکومت کی پالیسیاں مجموعی طور پر سازگار اور کاروبار درست ہوں۔ کراچی اور ملک کے دیگر شہروں میں جاری اقتصادی سرگرمیاں اس بات کا ثبوت ہیں۔ کاروباری برادری کا حکومتی پالیسیوں پر اعتماد بڑھ رہا ہے۔ ہمیں اپنی مصنوعات کے لئے عالمی منڈی میں جگہ بنانے کے لئے ترجیحی انداز میں اپنی مصنوعات کو فروغ دینا ہوگا۔ اس کے علاوہ تجارتی نمائشوں میں بھرپور شرکت کی جائے۔ غیرروایتی منڈیاں تلاش کی جائیں اور آف سیزن میں برآمدات بڑھانے کے اقدام کئے جائیں۔ لمی سطح پر پاکستان منفی پروپیگنڈے کا شکار ہے لہٰذا پاکستان کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جائے کیونکہ منفی پروپیگنڈا کی وجہ سے خریدار پاکستان آنے سے کتراتے ہیں اور انڈیا یا چین کی منڈیوں کا رخ کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی تمام تر توجہ ملک کو بہتر بنانے میں صرف کریں اور انتھک محنت سے ملک اور قوم کا مستقبل تبدیل کردیں کیونکہ دنیا میں وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو جدید علم و آگہی کے زیور سے آراستہ ہوں لہٰذا ہمیں ملک کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے۔

آج کی دنیا میں معاشی ترقی کا تعلق براہ راست نہ صرف قدرتی وسائل و ذرائع اور آبادی میں اضافے سے جوڑا جاتا ہے بلکہ اس کی ترقی اور خوشحالی کو براہ راست کثیر ثقافتی عدم برداشت اور مطابقت (موافقت) سے جوڑا جاتا ہے جبکہ اسے تجربہ اور تعلیم کی دولت بھی حاصل ہو۔ میری رائے میں تجارت اور سرمایہ کاری میں اضافے کے لیے یہ بنیادی لوازمات ہیں۔ اس کا براہ راست تعلق تجارت اور سرمایہ کاری سے ہے اور یہ گلوبلائزڈ ورلڈ یعنی عالمگیر دنیا کی ضرورت ہے اور بلاشبہ یہ افراد اور گروپس کے درمیان ربط و تعلق کا نتیجہ ہے، چاہے ان کا تعلق کسی بھی برادری سے ہو۔ آج کی معاشی خوشحالی کی اس دنیا میں تجارت کے شعبے میں کسی بھی طرح کی کمی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں موافقت یا مطابقت کی کمی ہے اور دوسرے تمام کلچرز (ثقافتوں) اور رواجوں کے ساتھ موافقت قائم نہیں ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں میں عالمی سطح پر میمن برادری کی ترقی کا موازنہ کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میمن برادری نے گزرتے برسوں کے دوران کثیر ثقافتی برداشت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس لیے اس نے عالمی معیشت میں اپنے حساب اور اعتبار سے کردار ادا کیا ہے۔

اس لیے میمن برادری حقیقتاً نام کے اعتبار سے تو ایک برادری ضرور ہے مگر وہ عملاً ایک متحد اور متفق ڈھانچے کی شکل میں نہیں ہے۔ بس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی معاشرے کے لیے ایک اثاثہ بن سکتے ہیں جس میں وہ رہنا اور اس کے ساتھ کام کرنا چاہیں۔ یہ معاملہ صرف بزنس یا معاشی سرگرمی تک محدود نہیں ہے بلکہ پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں بھی ایسا ہی ہے، چاہے وہ تعلیم کا شعبہ ہو، میڈیسن (طب) کا ہو، سماجی خدمات کا ہو یا عوامی خدمات کا۔ میمن جہاں بھی گئے ان کا بھرپور خیرمقدم کیا گیا۔ انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور بڑی آسانی سے ان میں گھل مل گئے۔ وہ ہر طرح کی تہذیب و ثقافت میں شامل ہوگئے مگر انہوں نے اپنی منفرد شناخت بھی برقرار رکھی اور اپنا بنیادی عقیدہ بھی۔

(بشکریہ: قومی اخبار 23 مارچ 2006ء)

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

زکوٰۃ / ڈونیشن کے لئے اپیل

برادری کے تمام معزز مخیر حضرات کے علم میں ہے کہ آج سے تقریباً 72 سال قبل اپنی برادری کے رہنما کاٹھیاواڑ کی دھن نگری بانٹوا سے ہجرت کر کے جب پاکستان تشریف لے آئے تو انھوں نے پاکستان میں بھی بانٹوا میمن برادری کے لیے اپنی تمام سماجی اور فلاحی خدمات جاری رکھیں جو وہ بانٹوا شہر میں بھی سرانجام دیتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد یہاں کراچی میں آکر بانٹوا میمن جماعت کے روپ میں ایک پودا لگایا اور اس کے بعد اپنی محنت اور لگن اور اپنے خون سے اسے سینچا جو آج ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کے تنے سے مختلف ڈالیاں نکلیں اور ان ڈالیوں پر پھولوں کے روپ میں بے گھر افراد کے لئے مکانات دینے (آبادکاری) کا منصوبہ، ضرورت مند طالب علموں کے لیے اسکالرشپ دینے کا منصوبہ، کاروبار کے لیے بلاسود قرضے کا اجراء، ماہانہ سپورٹ، مائیکروفنانس لون، غریب اور نادار بچیوں کے لیے شادی سپورٹ، حفاظ قرآن کی حوصلہ افزائی اور دیگر منصوبوں نے جنم لیا اور ان منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمہ وقت آپ جیسے مخیر حضرات کا تعاون شامل حال رہا۔

عزیز بھائیو! موجودہ ملکی خراب معاشی حالات اور کورونا وائرس کے پیش نظر ضرورت مند غریب طبقہ تو کیا متوسط اور آسودہ طبقہ بھی مہنگائی کے بوجھ تلے پسا جارہا ہے۔ ایسے خاندان بھی ہیں جو اپنی سفید پوشی کی وجہ سے کچھ بھی کہہ نہیں سکتے اور سہہ بھی نہیں سکتے۔ بانٹوا میمن جماعت کو اپنی بانٹوا برادری کی تمام دشواریوں مثلاً رہائش (آبادکاری) کا مسئلہ، بچوں کی تعلیم (اسکالرشپ) کا مسئلہ، بیٹیوں کی شادی (سپورٹ) کا مسئلہ، نان نفقہ کا مسئلہ، ماہانہ مدد کا مسئلہ، مائیکروفنانس لون کا مسئلہ وغیرہ کو دور کرنے کے لیے خطیر رقومات درکار ہیں جو آپ جیسے مخیر حضرات کے بھرپور تعاون سے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ بانٹوا میمن جماعت آپ جیسے مخیر حضرات سے پرزور اپیل کرتی ہے کہ آپ بانٹوا میمن جماعت کے زکوٰۃ اور ڈونیشن فنڈ کی مد میں زیادہ سے زیادہ رقومات جمع کروائیں تاکہ برادری کے غریب اور ضرورت مند خاندانوں کو موجودہ طور پر (ہر طرح) سے کی جانے والی امداد کو بڑھایا جاسکے۔

آپ کے تعاون اور سپورٹ کے طلب گار

محمد انور محمد قاسم کاپڑیا

جنرل سیکریٹری بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

دیگر عہدیداران اور مجلس عاملہ کے اراکین

پتہ: ملحقہ بانٹوا میمن جماعت خانہ حور بائی حاجیانی اسکول یعقوب خان روڈ نزد راجہ مینشن کراچی

Phone: 32768214 - 32728397

BANTVA MEMON JAMAT (REGD.)

BANK ACCOUNTS DETAIL

SR.	BANK NAME	BRANCH	ACCOUNT NUMBER	IBAN NO	SWIFT CODE
1	BANK AL-HABIB LIMITED	CLOTH MARKET	1011-0081-006952-01-5	PK33 BAHL 1011-0081-0069-5201	BAHL PKKA
2	BANK ISLAMI PAKISTAN LIMITED	NEW CHALI BRANCH	1074-11055660001	PK 93 BKIP 0107411055660001	BKIPP KKA
3	HABIB METROPOLITAN BANK	CLOTH MARKET	6-1-11-20311-714-231068	PK 62 MPBL 0111-0271-4023-1068	MPBL PKKA 011
4	HABIB METROPOLITAN BANK	JODIA BAZAR	6-1-15-20311-714-105995	PK 10 MPBL 0115-0271-4010-5995	
5	HABIB METROPOLITAN BANK ISLAMIC	RASHID MINHAS ROAD	6-99-72-29313-714-123886	PK 45 MPBL 9972-287140-123886	MPBL PKKL
6	HABIB METROPOLITAN BANK ISLAMIC	AL-FALAH COURT	6-99-64-29313-714-217613	PK 82 MPBL 9964-2871-40-217613	
7	HABIB METROPOLITAN BANK FCY	JODIA BAZAR	6-1-15-20616-333-112670	PK 59 MBPL 0115-2333-3011-2670	MPBL PKKA 015
8	SUMMIT BANK LIMITED	CLOTH MARKEET	1-2-23-20620-714-114019	PK 40 SUMB 0223-0871-4011-4019	SUMBPKKA

Phone: 32768214 - 32728397

Website : www.bmjr.net ------ E-mail: bantvamemonjamat01@gmail.com

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ، ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد راجہ مینشن، کراچی۔

نقطہ فکر

دانائے راز

"ہمیشہ بس وہ زندگی اچھی ہے جو دوسروں کے لئے ہو۔"

ممتاز فلسفی ابن طفیل کی بلند سوچ

مشہور فلسفی ابن طفیل نے ایک دن لوگوں سے خوش ہو کر کہا :

"اے لوگو! میں نے وہ راز پالیا ہے۔ جس سے انسانی معاشرہ خوش وخرم رہ سکتا ہے۔"

لوگوں نے پوچھا کہ وہ راز کیا ہے؟ ابن طفیل نے جواب دیا :

وہ راز یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز دوسروں کے لئے ہے۔
درخت اپنا پھل خود نہیں کھاتا، دریا اپنا پانی خود نہیں پیتا۔ یہ بہاریں، یہ برساتیں، آبشاروں کے یہ نغمے سب دوسروں کے لئے ہیں۔

(ممتاز دانشور حکیم محمد سعید شہید کی ایک تحریر سے اقتباس)

دلی مبارک باد

یوم قرارداد پاکستان 23 مارچ 2022ء کے موقع پر مختلف شعبوں میں گراں قدر خدمات انجام دینے والی ممتاز شخصیات کو ”سول ایوارڈز“ دینے کی تقریب گورنر ہاؤس سندھ کراچی میں منعقد ہوئی

باٹوا میمن اور میمن برادری کی خدمت گزار اور ہمہ جہت ممتاز سماجی شخصیت سابق وفاقی وزیر، سابق صدر آل پاکستان میمن فیڈریشن، چیئرمین المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی (ٹرسٹ) کو صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے ڈاکٹر حاجی محمد حنیف طیب کو سماجی اور فلاحی خدمات کے اعتراف میں گورنر ہاؤس کراچی میں گورنر سندھ جناب عمران اسمٰعیل کے دست مبارک سے ”تمغہ امتیاز“ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر لی گئی یادگار تصویر۔

باٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے معزز عہدیداران، مجلس عاملہ کے اراکین اور سب کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان کی جانب سے دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

عیدالفطر: اللہ تعالیٰ کے انعام کا دن

تحریر: حاجی محمد حنیف طیب تمغۂ امتیاز، سابق وفاقی وزیر، ممتاز سماجی، سیاسی اور مذہبی رہنما

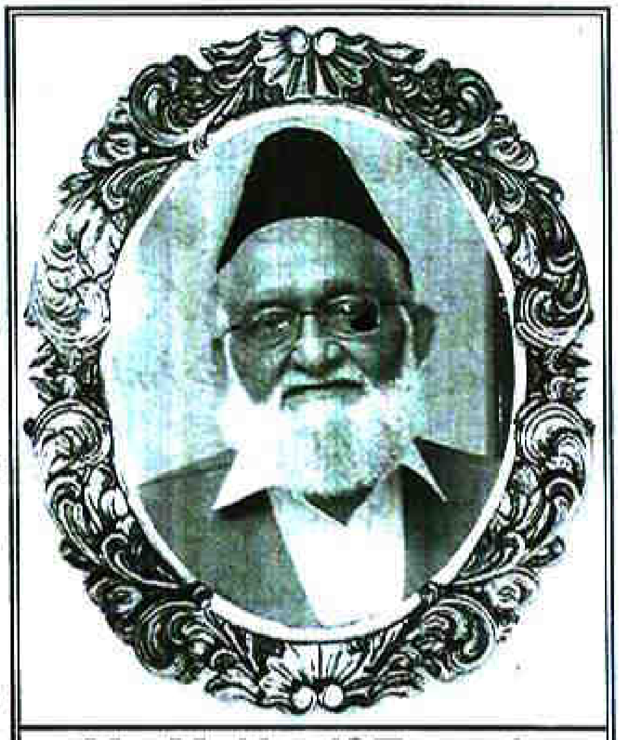

Mr. M. Hanif Tayyab

اسلام دین فطرت اور ماننے والوں کیلئے پیغام محبت والفت ہے، اس کے اصول وضوابط اور قوانین واطوار ایسے پسندیدہ وہمہ جہت ہیں جو بیگانوں کو یگانہ اور آشناؤں کو آشنا کرنے کے ساتھ ساتھ ایسے کر دیتا ہے جیسے دو جسم یک جان ہوں۔ حکامات اسلام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام کا منشا یہی ہے کہ بنی آدم ایک دوسرے سے لاتعلق نہ رہیں، یہ اپنی ہی ذات میں گم نہ ہوں۔ بلکہ افراد مختلفہ ملت حد بن کر کلمہ واحدہ پر جمع ہو جائیں تا کہ ایک اللہ، ایک رسول، ایک ہی قرآن، ایک ہی کعبہ پر ایمان رکھنے والے ظاہر بین نگاہوں میں بھی ایک ہی سطح پر متحد ومتفق اور ایک دوسرے کے بہی خواں نظر آئیں۔

اسلام میں پڑوسی میں محبت واتحاد پیدا کرنے اور اسے ان میں قائم دائم رکھنے کیلئے پنجگانہ نمازوں کے وقت، محلے والے کی مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ اہل شہر میں محبت وتعلقات بڑھانے کیلئے ہفتہ میں ایک بار ان کا جامع مسجد میں اکٹھا ہو کر نماز جمعہ ادا کرنا ضروری لازم ٹھہرایا گیا ہے تو ضروری تھا کہ شہری باشندوں بلکہ قرب وجوار کے رہنے والوں میں تعارف وتعلق اور محبت وشناسائی قائم کرنے اور مستحکم رکھنے کیلئے بھی کوئی اہتمام کیا جائے۔

جبکہ عالم اسلام میں رابطۂ دین کو مستحکم ومضبوط کرنے کیلئے مختلف ملکوں کے اشخاص کو دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کیلئے عمر بھر میں ایک بار ان تمام مسلمانوں پر جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں حج کعبۃ اللہ فرض کیا گیا ہے۔ تو اہل شہر اور دیہات قرب وجوار میں اسی شناسائی اور مودت ومحبت اور تعلق کو پیدا کرنے کیلئے سال میں دو بار عیدین نماز کو سنن ھدیٰ لازم قرار دیا ہے۔

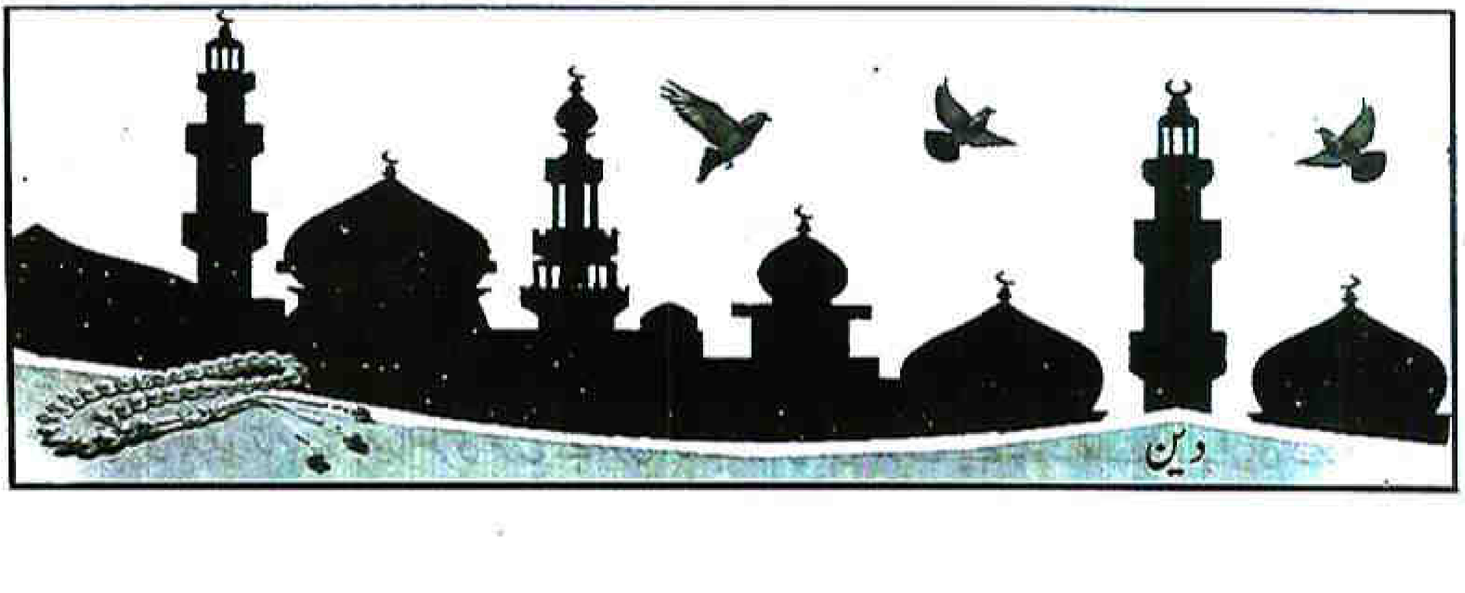

ہر دو موقعوں پر دیہات والے شہروں کی طرف آتے ہیں اور شہر والے شہر سے باہر نکل کر ان سے ملاقات کرتے اور سب مل جل کر عبادت الٰہی ادا کرتے ہیں۔ ابوداؤد شریف میں روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اس زمانے میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کی "جاہلیت میں ہم لوگ ان دنوں میں خوشیاں منایا کرتے تھے۔ فرمایا" اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے ان سے بہتر دو دن تمہیں دیئے۔

عید الفطر، عید الاضحیٰ اسلام نے ان ایام میں زیب و زینت اور رکھ رکھاؤ کو تو باقی رکھا۔ البتہ جاہلیت کی رسم و رواج۔ لہو و لعب اور کھیل کود میں وقت کے ضیاع کو ختم کر دیا اور جشن کے ان ایام کو اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی اجتماعی عبادت کے ایام بنا دیا تا کہ ان کا یہ اجتماع یادالٰہی سے غفلت میں بسر نہ ہو۔ ایک طرف اسلام نے اپنے ماننے والوں کیلئے دنیاوی فرحت و انبساط کے اہتمام کی اجازت دی تو دوسری طرف ان کیلئے بندگی کے دروازے کھول دیئے تا کہ یادالٰہی سے غافل نہ رہیں اور اسلامی برادری سے شناسائی کے مواقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ غرض اسلامی تہوار بھی لہو و لعب اور ہنگامہ آرائی کے ذریعے نہیں بلکہ دوسری تمام اقوام سے اعتبار سے منفرد ہیں کہ وہ فرحت و نشاط کا ذریعہ بھی ہیں اور وحدت و اجتماعات اور ایثار قربانی اور اجتماعی عبادتوں کا وسیلہ بھی۔

عید کی نماز مدینہ منورہ میں آ کر قائم ہوئی لیکن جس سال آپ تشریف لائے اس سال نہیں بلکہ ۲ھ میں جس کا قیام عمل میں آیا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ عید کی نماز رمضان المبارک کے روزوں کے تابع ہے اور رمضان شریف کے روزے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے اور عید کہتے ہیں اس خوشی کو جو بار بار لوٹ کر آئے۔

حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں "جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے (نماز و عبادات میں گزارے) اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے (ابن ماجہ) ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کیلئے تشریف لے جاتے اور عید الاضحیٰ میں نہ کھاتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے"

امام بخاری کی روایت حضرت انسؓ سے ہے کہ "حضور علیہ السلام عید الفطر کے دن تشریف نہ لے جاتے جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرماتے اور وہ طاق ہوتیں" ترمذی و دارمی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ عید (کی نماز) کو ایک راستہ سے تشریف لے جاتے اور دوسرے سے واپس ہوتے" بخاری و مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی کہ حضور ﷺ نے عید کی نماز دو رکعت پڑھی۔

☆ عید کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ انہیں پر واجب ہے جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کیلئے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے عیدین میں سنت، جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔

☆ صبح کی نماز مسجد محلہ میں پڑھنا، صدقہ فطر ادا کرنا، عید گاہ کو پیدل جانا، ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپسی آنا، نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھالینا جو طاق ہوں کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھالے، جیسا کہ عموماً ان بلاد میں شیر خرمے کا رواج ہے، خوشی ظاہر کرنا۔ صدقہ دینا، عید گاہ کو اطمینان و وقار سے اور نیچی نگاہ کر کے جانا، آپس میں مبارک باد دینا، معانقہ کرنا کہ یہ بھی اظہار خوشی کا ایک طریقہ ہے، بعد نماز عید مصافحہ و معانقہ کرنا، جیسا کہ عموماً مسلمانوں میں رائج ہے کہ اس میں اظہار مسرت ہے۔ (درمختار)

☆ عید الاضحیٰ یعنی بقر عید، تمام احکام عید الفطر کی طرح ہے، فرق اتنا ہے کہ اس میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرے اور

کھالیا تو کراہت نہیں۔

☆خطبوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کریں اور تمام اہل اسلام کے لئے اور اپنے والدین کیلئے واساتذہ علماء ومشائخ اور بزرگان دین کے لئے خصوصاً دعائیں کریں۔ بعدازاں پھر گھروں کو خوشی خوشی رخصت ہو۔

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

صنعت کار، تاجر اور بے روزگار حضرات متوجہ ہوں

ملازم کی ضرورت ہے یا ملازمت کی ہم سے رجوع کریں

ایمپلائمنٹ بیورو بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ایک ایسا شعبہ ہے جو تمام میمن برادریوں اور اداروں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے گزشتہ 68 سالوں سے بلا معاوضہ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ہمارے اس شعبہ کی کوششوں سے ہر ماہ کئی بے روزگاروں کی روزی (جاب) کا بندوبست ہوجاتا ہے۔ اس وقت ملک کے معاشی حالات بے حد خراب ہیں اور ملک میں بے روزگاروں کی تعداد بھی بے حد بڑھ رہی ہے۔ اس وجہ سے اس شعبے پر خاصا بوجھ ہے اور خاصی درخواستیں آرہی ہیں۔

اس ضمن میں میمن برادری کے اور دیگر کاروباری اداروں کے مالکان سے التماس ہے کہ اگر انھیں اپنی دکان، فیکٹری، ملز، آفس یا دیگر کسی بھی کاروباری شعبے میں کسی قابل اور باصلاحیت اسٹاف کی ضرورت ہو تو وہ بانٹوا میمن جماعت کے دفتر ''شعبہ فراہمی روزگار'' سے رابطہ کریں۔ میمن برادری کے وہ افراد بھی جو بے روزگار ہیں اور روزگار کی تلاش میں ہیں وہ ان تعطیل کے دن کے علاوہ شام 4 بجے سے شب 8 بجے کے درمیان جماعت کے آفس میں آکر اپنی سی وی (CV) اور جماعت کا کارڈ، سی این آئی سی (CNIC) کارڈ، جماعت کے نام درخواست معہ دو تصاویر (فوٹو) ساتھ جمع کراسکتے ہیں۔

تعاون کے طلب گار

محمد منظور ایم عباس میمن — **کنوینر ایمپلائمنٹ بیورو کمیٹی**

رابطہ موبائل: 0333-3163170

ای میل: bantvaemploymentbureau@yahoo.com

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ ملحقہ حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد راجہ مینشن کراچی

قائداعظم کی فرض شناسی

روایت: ایس ایم احسن
سابق کمانڈر انچیف نیوی

غروب آفتاب کے بعد قائداعظم گورنر جنرل ہاؤس میں گہری سوچ میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ پیچھے ان کے اے ڈی سی لیفٹننٹ ایس ایم احسن تھے جو بعد میں پاک بحریہ کے کمانڈر انچیف اور مشرقی پاکستان کے گورنر بنے۔ قائداعظم جب گیٹ سے کچھ فاصلے پر تھے تو گیٹ پر متعین مسلح سپاہی نے پکارا: ”جوان! رک جاؤ۔“

قائداعظم سوچ میں اتنے غرق تھے کہ انہوں نے آواز نہ سنی اے ڈی سی کو جرات نہ تھی کہ وہ قائداعظم کو متوجہ کرتا۔ چار قدم اور آگے بڑھے تو سپاہی نے پھر متنبہ کیا۔ جب ان کے قدم آخری حد کے قریب پہنچے تو سپاہی نے گرج دار آواز میں رائفل کا نشانہ لے کر انتباہ کیا۔

اب اس سے آگے ایک قدم اور بڑھے تو میں فائر کردوں گا۔ قائد رک گئے لیفٹننٹ احسن نے سپاہی سے کہا تمہیں معلوم نہیں تم گورنر جنرل پاکستان سے مخاطب ہو۔ سپاہی نے کہا میں اپنے فرض کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔ گورنر جنرل صاحب سے کہہ دیجئے کہ یا تو میرا فرض بدل دیں یا پھر مجھ کو اس فرض سے سبکدوش کردیں۔ یہ الفاظ سن کر قائداعظم کا چہرہ چمک اٹھا۔ انہوں نے کہا کہ تم اپنی جگہ رہو اور اب میں تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اجازت ملی تو بڑھ کر سپاہی سے بغل گیر ہوئے۔ شاباش دے کر کہا جب تک تم جیسا فرض شناس ایک سپاہی بھی اس ملک کو میسر آتا رہے گا یہ ملک محفوظ اور اس کا مستقبل درخشاں رہے گا۔ نہ جانے وہ سپاہی آج زندہ ہے، غازی ہے یا شہادت کا رتبہ پاچکا ہے مگر اس گمنام سپاہی اور قائد کا کردار باعث رشک اور قابل تقلید ہے۔

بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت کراچی۔
(مطبوعہ 23 مارچ 1985ء)

مصنف کی کتاب ''میری یادیں'' سے ماخوذ

بانٹوا کے کاروباری خاندان

پاکستان کی صنعتی ترقی کا ایک باب

جان محمد داؤد ایڈووکیٹ (مرحوم) کی گجراتی تصنیف سے ترجمہ

جب 1947 ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو یہ ملک معاشی اور اقتصادی طور پر بہت کمزور تھا۔ مگر اللہ کی مدد اور نصرت سے اور میمن تاجروں اور صنعت کاروں کی کوششوں اور کاوشوں سے یہ ترقی کرتا چلا گیا اور پھر وہ وقت بھی جلد آیا جب ہمارا ملک ایکسپورٹ امپورٹ کے شعبے میں آگے بڑھنے لگا اور اس شعبے میں ہمیں عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد دنیا کے کئی ملکوں نے ہمیں یہ آفر بھی دے دی کہ ہم ان کے ملکوں میں نئے صنعتی یونٹ قائم کریں۔ ان ملکوں میں جاپان، جرمنی، اٹلی اور مشرقی یورپ کے کئی ملک شامل تھے۔ اس ضمن میں کئی ملکوں نے ہمیں کپڑے، دھاگے، چینی (شکر) سیمنٹ، شیشے، ماچس، جوٹ (پٹ سن) اور اون کی مصنوعات کے پرنٹس بھی بھجوائے اور ہمیں ان کا جائزہ لینے کی دعوت بھی دی۔

اس موقع پر ان تمام ملکوں نے ہمیں یہ پیشکش بھی کی کہ نئے صنعتی فیکٹریاں اور ملیں قائم کرنے کے لیے اگر ہمیں ماہر ٹیکنیشن پاکستان میں نہ مل سکے تو یہ ملک بھجوائیں گے۔ مگر ہماری بدقسمتی یہ تھی کہ ہمارے سرمایہ دار اور فیکٹری مالکان قدیم اس کے لیے تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ جدید دنیا کے تقاضوں سے ناواقف تھے اور انہیں موڈرن دنیا کا کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے وہ اچھی آفر قبول کرنے کی ہمت نہ کر سکے اور اس طرح ایک اچھی پیشکش ضائع ہوگئی جو اگر قبول کر لی جاتی تو یقینی طور پر ہماری قسمت بدل جاتی۔

اس وقت تک پاکستان میں ہم اکیلے ہی کاروباری نہیں تھے بلکہ متعدد دولت مند حضرات بھی یہاں آکر آباد ہو چکے تھے۔ وہ جان چکے تھے کہ یہاں نئے صنعتی یونٹس، فیکٹریوں اور ملوں کو قائم کرنے سے کیا کچھ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ آدم جی اور باوانی فیملیاں تو قیام پاکستان سے پہلے ہی متحدہ ہندوستان میں ایسے صنعتی یونٹ قائم کر چکی تھیں، اس لیے انہیں نئی مملکت میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی مگر داؤد فیملی کو اس کے لیے خاصی

جدوجہد کرنی پڑی اور واقعی بانٹوا کے کاروباری خاندانوں میں اس خاندان نے بڑی محنت کی کیونکہ اس خاندان کو سب کچھ نئے سرے سے کرنا پڑا تھا اور اسکے لیے بڑی دماغ سوزی سے کام لینا پڑا تھا۔

میں داؤد فیملی کو کم عمری سے جانتا تھا۔ یہ متوسط طبقے کی فیملی تھی۔ 1930 میں سیٹھ احمد داؤد نے بمبئی میں دھاگے کا کام شروع کیا۔ وہ یہ کام دلالی یعنی کمیشن پر کرتے تھے۔ اس وقت میرے (جان محمد داؤد کے) والد حبیب خان بہادر بمبئی میں منیجر ہوا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ احمد داؤد ان کے پاس بروکری کے کام کے لیے آیا کرتے تھے۔ بعد میں احمد داؤد نے بمبئی میں کرائے کی دکان لی اور خود بروکری کا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے بڑی محنت کی اور ترقی کر کے سوت دھاگے کے کام میں قدم رکھا۔

دوسری جنگ عظیم میں ان کے خاندان کے کچھ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ جاپان سے آرٹ سلک یارن ایکسپورٹ کرنے لگے۔ بعد میں جب دوسری جنگ عظیم میں جاپان بھی کود پڑا تو صورت حال ایک دم بدل گئی کیونکہ اس جنگ کے اثرات پوری دنیا کے معاشی اور اقتصادی شعبے پر پڑے تھے چنانچہ ان کے مال کی قیمت میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا اور اس کا بھرپور فائدہ بھی انہی لوگوں کو ہوا۔ اس ترقی یا تیز لہر کے نتیجے میں ان لوگوں نے اپنے کاروبار کو وسعت دینی شروع کی اور بمبئی کے علاوہ جلد ہی ان کے کاروبار کی شاخیں انڈیا کے دوسرے بڑے اہم اور تجارتی شہروں تک پھیلتی چل گئیں۔ ان تجارتی شہروں میں کلکتہ اور مدراس شامل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کاٹھیاواڑ میں بھی اپنے کاروبار کی برانچیں یا شاخیں قائم کر دیں۔ کاٹھیاواڑ میں احمد داؤد نے ایک جیننگ فیکٹری قائم کی اور کلکتہ میں وجیٹیبل یا وناسپتی گھی کی فیکٹری شروع کردی۔ اس طرح وہ تجارت کے ساتھ ساتھ صنعت کے شعبے میں بھی آگئے اور تیزی سے ترقی کرنے لگے۔

اس دور میں بنگال میں مسلم لیگ کی حکومت تھی جس کے وزیر مسلمان تاجروں اور صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ داؤد فیملی کے مراسم بنگال کے مسلم لیگی وزراء سے بھی تھے جن کا انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ داؤد فیملی صنعت و تجارت میں مسلسل نئے ریکارڈ قائم کر رہی تھی کہ اسی دوران پاکستان کا قیام عمل میں آگیا۔ اس فیملی نے بھی پاکستان آنے کا فیصلہ کیا اور یہاں آتے ہی کراچی کے علاقے لانڈھی میں 1950-51 میں داؤد کاٹن ملز قائم کی۔ رفتہ رفتہ انہوں نے PIDC کی جانب سے مغربی اور مشرقی پاکستان میں قائم کی جانے والی صنعتیں خرید لیں اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کے ساتھ مل کر نئی صنعتیں شروع کیں جس کے نتیجے میں داؤد فیملی نے اس ملک میں اپنی صنعتی ریاست کی داغ بیل ڈال دی اور پاکستان کے بڑے صنعت کاروں میں شامل ہو گئے۔ مگر بعد میں اس فیملی میں تھوڑا بہت انتشار پیدا ہوا مگر کسی نہ کسی طرح یہ پاکستان کے چوٹی کے صنعت کاروں میں شامل رہی۔ داؤد فیملی کی طرح دیگر میمن، بوہرا اور اسماعیلی فیملیوں نے بھی پاکستان کی ترقی اور اقتصادی استحکام میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں جس پر ان تمام خاندانوں کو فخر ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

(اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

جماعت کی سرگرمیوں میں اچھی طرح دلچسپی سے

حصہ لے کر آپ اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیں

بامقصد زندگی آپ کو معاشرے میں معزز بناتی ہے

تحریر: جناب سراج اقبال محمد میمن، ایم بی اے فنانس

کیا ہم سب اپنے مقاصد تک پہنچنے کی کوشش اور جستجو کرتے ہیں؟ ہم میں سے اکثریت یہ نہیں جانتی کہ اسے کہاں تک جانا ہے۔ جب کہ بعض افراد ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی بھاگنا شروع کر دیتے ہیں اور بھاگتے ہی چلے جاتے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ وہ کس مقصد کے لئے بھاگ رہے ہیں۔ انہیں اپنے اہداف کے بارے میں علم نہیں ہوتا۔ بس دوسروں کی تقلید کرتے ہیں۔

ہمارے نوجوانوں کی اکثریت اندھی تقلید کرتی ہے۔ اگر ہمیں دوسروں کے نقش قدم پر چلنا ہی ہے تو اچھے لوگوں کو آئیڈیل بنانا چاہیے تاکہ ان کی ذات کی خوبیاں ہماری شخصیت کا حصہ بن جائیں۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی اچھی عادات کو تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ نوجوان اپنی زندگی کو بامقاصد بنانے کے بارے میں سوچتے ہیں یا نہیں؟ وہ اپنے اہداف متعین کرتے ہیں یا نہیں؟ اور پھر وہ منزل تک پہنچنے کے لئے کس قدر تگ و دو کرتے ہیں؟

آپ میں سے کتنے نوجوان کو یہ یاد رہتا ہے کہ کل امی نے آپ سے کہا تھا کہ گھر آتے ہوئے میڈیکل اسٹور سے میری دوا لیتے آنا یا صبح بڑے بھائی یا پھر والد نے کوئی اہم کام کرنے کا حکم دیا ہو۔ آپ طالب علم ہیں تو آپ کے اساتذہ نے فیس سے متعلق یاددہانی کروائی ہو، کسی دوست نے اپنی کتاب واپس کرنے کو کہا ہو، تاہم آپ کا جواب یہی ہوتا ہے: ''معاف کیجئے گا، میں بھول گیا تھا۔'' چہرے پر ندامت کے تاثرات لا کر سوال داغ دیتے ہیں ''کیا صبح آپ نے مجھ سے کچھ کہا تھا؟''

ہم تھوڑی دیر شرمندہ ہونے کے بعد خود سے کہتے ہیں ''کوئی بات نہیں'' اور کسی کام میں لگ جاتے ہیں۔ کیا ہم یہ سوچنے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں کہ جب ہم کھانا پینا نہیں بھولتے تو امی کی دوائیں لانا کیسے بھول جاتے ہیں اور نہ ہی آئندہ یاد رکھنے کا عہد کرتے ہیں۔ ہم رفتہ رفتہ لاپرواہیاں برتنے کی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی غفلتیں آگے چل کر ہمیں کام چور، نکما، سہل پسند اور غیر ذمے دار انسان بنا دیتی ہیں۔ جذباتی ہونے کے باعث ہم اپنی غلطی سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اپنی غلطی کا دل سے اعتراف کر بھی لیں تو منہ سے اظہار نہیں کرتے۔ بڑوں کی ناراضگی، خفگی اور ڈانٹ ڈپٹ کو ہم بہت کم خاطر میں لاتے ہیں۔ ''معاف کیجئے گا'' کہنا ہمیں بخوبی آتا ہے، یہ رویہ اختیار کرنے سے ہم آنے والے وقتوں میں زندگی کے مصائب کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ اپنے دل کی بات سنیں کہ وہ کیا چاہتا ہے؟ ایک بامقصد زندگی گزارنے کا ہنر سیکھیں۔ لطف اندوز ہونے کے نام پر لاپرواہ نہ بنیں۔ آج کا کام کل پر چھوڑنے سے وہ کام کبھی مکمل نہیں ہوتا کیوں کہ کل کبھی نہیں آتی۔ لہٰذا اپنی زندگی کو بے مقصد گزار کر خود کو پچھتاوے کی سزا کاٹنے سے بچائیں۔ ذمے داری صرف ہماری زندگی پر ہی نہیں ہوتی بلکہ ہمارا ہر فعل اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ہم میں یہ صلاحیت ہے یا نہیں؟ جہاں ہمارا جذباتی اور جوشیلا پن ہمیں غیر ذمے دار بنا دیتا ہے وہیں سنجیدہ اور بردبار انداز مثبت

انداز طرز فکر دیتا ہے۔ اکیسویں صدی کی اہم سوغات ہماری طبیعت کا ہیجانی پن بھی ہے۔ غصہ ور اور جذباتی لوگوں کو ہم زور آور خیال کرتے ہیں. جب کہ ان کا غصہ سمندر کے جھاگ کی طرح ہوتا ہے۔ ایسے افراد سمندر کی لہروں کی طرح اپنے اہداف کی طرف بڑھتے ہیں اور مسدود راستے دیکھ کر واپس پلٹ جاتے ہیں۔ بظاہر لہریں کتنے جوش اور جذبے کے ساتھ ساحل کی طرف بڑھتی ہیں، لیکن کنارے تک پہنچنے سے قبل ہی ان کا جوش سرد پڑ جاتا ہے۔ اس لئے تو کہتے ہیں کہ جوش کے بجائے ہوش سے کام لینا چاہیے۔ سمندر کا جوش تباہی کی وجہ بنتا ہے۔ اس کے برعکس بردبار اور مثبت سوچ کے حامل افراد اور سبک رفتار ندی کی مانند ہوتے ہیں، دھیرے دھیرے راستہ بناتے چلے جاتے ہیں۔

خوش رہا کریں اور خوشیاں بانٹیں۔ آپ کی خوشیوں کے ساتھ ساتھ

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

آپ سب کو

عید مبارک

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا ترجمان اور برادری کا ہر دلعزیز
"ماہنامہ میمن سماج" اپنے قارئین کرام، قلمکاروں، اشتہارات دینے والے صاحبان
بانٹوا میمن برادری کے تمام اداروں کے عہدیداران، اراکین مجلس عاملہ کو

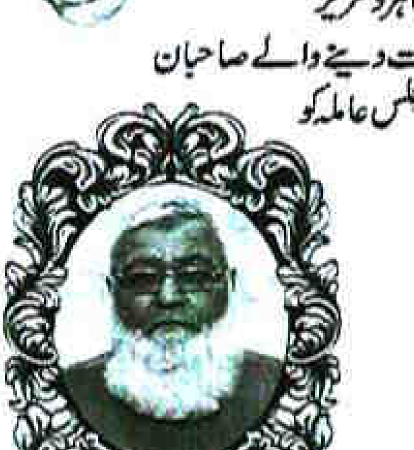

عید الفطر

کی تہہ دل سے پر خلوص مبارک باد
پیش کرتے ہیں

محمد اقبال بلو صدیق آکھاوالا
پبلشر ماہنامہ میمن سماج کراچی

عبد الجبار علی محمد بدو
مدیر اعزازی ماہنامہ میمن سماج کراچی

ملک کی تعمیر و ترقی میں میمن برادری کا کردار

عبداللطیف ابراہیم جمال (مرحوم) کی ایک اہم تقریر

سابق صدر آل پاکستان میمن فیڈریشن

قائداعظم محمد علی جناح کی پکار پر میمن برادری نے نہایت ہی جوش و خروش کے ساتھ حصول پاکستان کی جدوجہد میں شرکت کی۔ تحریک پاکستان میں بہت سے بے لوث میمن رہنما شامل تھے اور مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ وطن کے حصول کی راہ میں ہر قسم کی دشواریوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ کیا اور بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان میں سر آدم جی حاجی داؤد، سر عبداللہ ہارون، حاجی عبدالستار اسحٰق سیٹھ اور عبدالرحمٰن معرفانی مرحوم وغیرہ پیش پیش تھے۔ اپنے قائد کی صدا پر میمن برادری اور اس کی قیادت ہمیشہ مسلم لیگ کو انڈین کانگریس اور غیر ملکی حکمرانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ''نقرئی یا چاندی کی گولیوں'' سے مسلح کرنے کی تگ و دو میں پیش پیش رہی۔

انہوں نے مسلم لیگ فنڈ اور پریس فنڈ میں دل کھول کر چندے دیئے اور مسلم لیگ کے موقر جریدہ انگریزی ''ڈان'' کی نئی دہلی سے اشاعت میں ہاتھ بٹایا۔ تحریک خلافت کو بھی میمن برادری کی پوری حمایت حاصل رہی اور جس میں برصغیر کے دو معروف میمن لیڈروں چھوٹانی اور سوبانی نے اہم کردار ادا کیا۔ خواہ کوئی سیاسی تحریک ہو، تعلیم کے میدان میں ترقی کا مسئلہ ہو، مسلم عوام کی ترقی ہو یا ریلیف کا کام ہو، میمن برادری کسی میدان میں دوسرے سے کسی طرح پیچھے نہیں رہی۔

تقسیم ہند سے پہلے جب کوئٹہ زلزلہ کی تباہ کاریوں کا شکار ہوا تو میمن برادری نے دل کھول کر چندے دیئے اور وہاں ریلیف کے کام کا انتظام کیا۔ سر آدم جی حاجی داؤد مرحوم کا تعلق کاٹھیاواڑ کے شہر جیت پور سے تھا۔ پھر وہ پہلے رنگون میں اور اس کے بعد کلکتہ میں بس گئے۔ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ وہ ارباب تعلیم میں سے ایک تھے، ایک ذہین کاروباری اور ایک مخیر شخص تھے، وہ ایک ایسے شخص تھے جس نے اپنی ساری زندگی پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

ان پر عین اس وقت دل کا دورہ پڑا جب وہ بینک دولت پاکستان کے قیام کی تقریب میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ قائداعظم نے ان کی موت پر تعزیت کرتے ہوئے کہا تھا: ''مجھے آدم جی حاجی داؤد کی موت پر گہرا صدمہ ہوا ہے۔ وہ ایک مومن اور سچے مسلمان تھے انہوں نے پاکستان کے حصول میں تہ دل سے تعاون اور حمایت کی۔''

قائداعظم کے حکم اور ہدایت کے تحت سر آدم جی نے کل ہند مسلم ایوان تجارت کی تنظیم کی داغ بیل ڈالی جس کے وہ پہلے صدر تھے۔

انہوں نے کلکتہ میں ہندو تاجروں کی مخالفت کا مقابلہ کیا اور کاروبار اور تجارت پر ہندوؤں کے غلبہ کا بڑی بہادری اور دلیری سے مقابلہ کیا اور مسلمان تاجروں کو ہندو تاجروں کے برابر لا کھڑا کیا۔ انہوں نے ہر میدان میں مسلمانوں کا جھنڈا بلند رکھا اور جہاں بھی قدم رکھا مسلم کاز کو سامنے رکھا۔

جب مسلم لیگ کو سندھ مسلم لیگ کے لئے ایک ایسے صدر کی ضرورت پڑی جس کی دیانت داری اور دانشمندی پر قائد اعظم کو اعتماد ہو تو یہ سر حاجی عبداللہ ہارون تھے جن کو اس کام کے لئے چنا گیا۔ ان پر اعتماد جو کیا گیا وہ حقیقت پسندی سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ اسلام کے ایک سپاہی کی حیثیت سے انہوں نے قائد، مسلم لیگ اور مسلم عوام کی خدمات اس طرح انجام دیں کہ وہ تحریک پاکستان کے صف اول کے ایک رہنما بن کر ابھرے۔ ان کی دولت، ان کا وقت ان کی توانائی، ان کے بیٹے سب ہی اس نئی مسلم قوم کی خدمت میں لگ گئے اور طاقتور غیر ملکی حکمرانوں اور مضبوط کانگریس کا مقابلہ کیا۔

ان کے دو بیٹے جناب یوسف ہارون اور جناب محمود ہارون مسلم لیگ نیشنل گارڈز میں شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح مسلم لیگ کے ایک اور مرد میدان حاجی ستار اسحاق سیٹھ تھے۔ انہوں نے قائد اعظم کے ساتھ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی میں کام کیا ان کے کارناموں کو تحریک پاکستان کا کوئی بھی مورخ فراموش نہیں کر سکتا۔ انہوں نے جنوبی ہند کے مسلمانوں کے اندر سیاسی شعور اور بیداری پیدا کی جس سے حصول پاکستان کے لئے ایک مضبوط مادی طاقت کی تعمیر میں مدد ملی۔ آزادی کے بعد وہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے آئے اور مختلف حیثیتوں سے قوم کی خدمت کرتے رہے جن میں سری لنکا اور مصر میں سفارتی فرائض بھی شامل تھے۔

جب مسلم قوم کی بہادرانہ جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان کی تخلیق ہوگئی تو میمن برادری اپنا گھر بار چھوڑ کر نئے وطن میں آباد ہونے کے لئے چلی آئی۔ اس نئے وطن میں وسیع امکانات موجود تھے لیکن اقتصادی حیثیت سے یہ برصغیر کا ایک پسماندہ علاقہ تھا۔ اس کی برآمدی درآمدی تجارت ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھی جو بھارت جا چکے تھے۔ اس قوم کی از سر نو تعمیر کرنی تھی اور بہت جلدی کرنی تھی۔ میمن برادری نے اپنی تجارتی سوجھ بوجھ اور فراست سے کام لیتے ہوئے ایک بار پھر اسی عزم و حوصلہ سے کام کرنا شروع کیا۔ میمن برادری نے تعمیر پاکستان میں جو کردار ادا کیا اس کی بہترین تعریف شاید بھارت کے مرد آہن مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے کی تھی۔ انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ''اگر میمن برادری نہ ہوتی تو پاکستان کی اقتصادی ترقی ممکن نہ ہوتی اور پاکستان دیوالیہ ہو جاتا۔''

یہ بات بلاوجہ نہیں تھی کہ پٹیل نے میمن برادری کو پاکستان جانے سے روکنے کی کوششیں کی تھیں۔ یہ میمن برادری ہی تھی جس نے پاکستان کے تعمیری مراحل میں ہندو تاجروں کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور درآمد اور مقامی تجارتی طاقت کے ذریعہ ضروریات زندگی کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نوزائیدہ مملکت میں عملاً کوئی صنعت نہیں تھی۔ صرف ایک لائل پور میں ایک اوکاڑہ میں اور ایک کراچی میں تھی اور یہ بھی ہندوؤں کی ملکیت تھی جو ہندوستان چلے گئے تھے۔

ضروری ہدایات

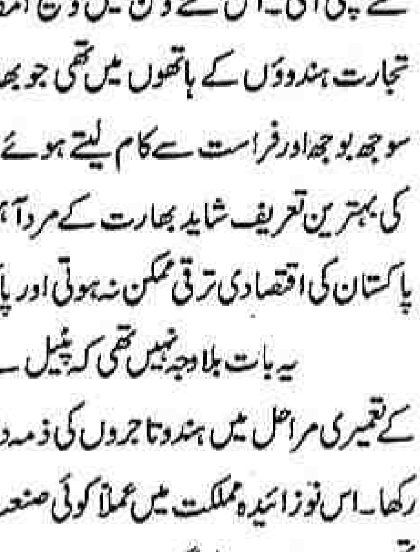

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

ڈاکٹر حاجی محمد حنیف طیب

صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے ”تمغہ امتیاز“ سے نوازا گیا

جناب حاجی محمد حنیف طیب

بانٹوا میمن برادری کی ممتاز سماجی و مذہبی شخصیت محترم حاجی محمد حنیف طیب کو یوم قرارداد پاکستان 23 مارچ 2022ء کے موقع پر مختلف شعبوں میں خدمات انجام دینے والے افراد کو سول ایوارڈ دینے کی تقریب گورنر ہاؤس سندھ کراچی میں منعقد ہوئی۔ سماجی خدمات کے اعتراف میں صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان کی جانب سے ڈاکٹر حاجی محمد حنیف طیب کو گورنر سندھ عمران اسماعیل نے ”تمغہ امتیاز“ سے نواز۔ چیف سیکریٹری سندھ نے تقریب کی نظامت کے فرائض انجام دیئے ایوارڈ دیتے وقت انہوں نے حاجی محمد حنیف طیب کا تعارف ان الفاظ سے کروایا۔

حاجی محمد حنیف طیب 19 نومبر 1947ء کو جوناگڑھ بھارت میں پیدا ہوئے، کراچی یونیورسٹی سے اسلامیات میں ماسٹر کیا۔ وفاقی اردو یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کی بنیاد احباب کے ساتھ مل کر 1983ء میں رکھی۔ آپ اس کے سرپرست اور چیئرمین ہیں۔ المصطفیٰ کی خدمات چاروں صوبوں، آزاد کشمیر، گلگت بلتستان میں جاری ہے۔ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی نے 2005ء کے زلزلہ، 11-2010 کے سیلاب اور 21-2020 میں کورونا وائرس کی وباء کی وجہ سے لاک ڈاؤن کے دوران بھی حیرت انگیز خدمات پیش کی۔

المصطفیٰ کے تحت 40 ہسپتال اور کلینکس، 15 اسکولز اور گرلز کالج، یتیم خانے، بزرگ مرد، خواتین کیلئے اولڈ ایج ہومز، 47 مسجد و مدارس، 4 فنی تربیت کے مراکز قائم ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں ہونٹ و تالو کٹے افراد کی مفت سرجری، دور دراز علاقوں میں جا کر ڈیڑھ لاکھ سے زائد موتیا کے مفت آپریشن کرنے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ المصطفیٰ کی خدمات سے پورے پاکستان میں روزانہ ہزاروں افراد فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ آپ کی سماجی خدمات کے اعتراف میں کراچی یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ آپ آل پاکستان میمن فیڈریشن کے 4 مرتبہ صدر منتخب ہوئے۔ 1985-1977-1975ء کے الیکشن میں کراچی سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ محنت و افرادی قوت سمندر پار پاکستانیز، پیٹرولیم و قدرتی وسائل، ہاؤسنگ ورکس ماحولیات کے وفاقی وزیر رہے۔ 1992ء میں وفاقی مذہبی امور کی جانب سے پاکستان کو فلاحی ریاست بنانے کیلئے تشکیل دیئے جانے والی کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے ممبر بھی رہے۔ محی الدین اسلامک یونیورسٹی، قائداعظم یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کے ممبر رہے اور ابھی اس وقت ڈاؤ یونیورسٹی ہیلتھ سائنسز اور سندھ مدرسۃ السلام یونیورسٹی (جہاں قائداعظم محمد علی جناح) نے تعلیم پائی اس کے سینڈیکٹ کے ممبر ہیں۔ پاکستان سے پولیو کے خاتمہ کیلئے عالمی اداروں کی جانب سے بنائی گئی علماء کمیٹی کے اعزازی چیئرمین ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ انسان سے فرماتا ہے

میری طرف آکر تو دیکھ	متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ	راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
مجھ سے سوال کرکے تو دیکھ	بخشش کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے بے قدر ہوکر تو دیکھ	قدر کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے ملامت سہہ کر تو دیکھ	اکرام کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے لٹ کر تو دیکھ	رحمت کے خزانے نہ لٹادوں تو کہنا
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ	انمول نہ کردوں تو کہنا
میرے لئے دھونی رما کر تو دیکھ	علم وحکمت کے موتی نہ بکھیروں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ	سب سے بے نیاز نہ کردوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ	مغفرت کے دریا نہ بہادوں تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ	عطا کی حد نہ کردوں تو کہنا
میرے نام کی تعظیم کرکر تو دیکھ	تکریم کی انتہا نہ کردوں تو کہنا
میری راہ میں نکل کر تو دیکھ	اسرار عیاں نہ کردوں تو کہنا
مجھے حیّ القیوم مان کر تو دیکھ	ابدی حیات کا امین نہ بنادوں تو کہنا
اپنی ہستی کو فنا کرکے تو دیکھ	جام بقا سے سرفراز نہ کردوں تو کہنا
بالآخر میرا ہو کر تو دیکھ	ہر کسی کو تیرا نہ بنادوں تو کہنا

Bantva Memon Jamat (Regd.) Karachi

ہمارا مشن اور ہمارا وژن

ہمارا خواب تھیلیسیمیا سے پاک بانٹوا میمن برادری

72 Years Celebration 2 June 1950-2022

Trust Service & Bantva Memon Commitment

شادی بیاہ میں احتیاط ضروری ہے

آج کل بیماریاں اور خاص طور سے موروثی بیماریاں بہت پروان چڑھ رہی ہیں جن کی بنیادی وجہ شعور کی کمی ہے اور صحت کے حوالے سے لوگوں میں آگہی کا ہونا ہے۔ ہیموفیلیا، ایچ آئی وی ایڈز، ہیپاٹائٹس اور جینیاتی طور پر منتقل ہونے والی دیگر بیماریوں سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں مہلک بیماریوں سے بچاؤ کے لیے حفاظتی ٹیکے لگوائیں۔ اگر شادی سے پہلے مرد اور عورت کا ٹیسٹ کروالیا جائے تو کئی بیماریوں سے بچنا ممکن ہے۔ ہمارے لوگ بے پروائی کی وجہ سے اور کچھ شرم کی وجہ سے ایسے ٹیسٹ کراتے سے ہچکچاتے ہیں اور بعد میں مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ ان مسائل سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کام پہلے کیوں نہ کرلیا جائے جو لوگ بعد میں کرتے ہیں اور پریشان الگ ہوتے ہیں۔ خاندان کا لڑکا اور لڑکی دونوں ایک نئے رشتے کی داغ بیل ڈالنے جا رہے ہوتے ہیں لہٰذا ان کا پہلے سے ہی تندرست، صحت منداور توانا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس طرح Thalassemia کا مرض نہ صرف مریض بلکہ اس کے پورے خاندان کو نفسیاتی، سماجی اور معاشی دباؤ کا شکار کردیتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ذمہ داری کو بانٹا جائے اور اپنی آنے والی نسلوں کو اس مہلک مرض سے محفوظ کیا جائے۔ یہ ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم Thalassemia سے متعلق ضروری معلومات دوسروں تک زیادہ سے زیادہ پھیلائیں اور اس مرض سے بچنے کے لئے تمام تر حفاظتی تدبیروں پر عمل کریں۔ حال ہی میں برطانیہ میں ایک تازہ تحقیق منظر عام پر آئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں فرسٹ کزن سے شادی یعنی سگے خالہ یا ماموں زاد بہن یا بھائی کے ساتھ شادی بہت سے موروثی مسائل پیدا کررہی ہیں۔ ان شادیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کسی نہ کسی ایسے موروثی مرض کا شکار ہوتے ہیں جو اس خاندان میں پہلے سے موجود ہیں۔ اس تحقیقی رپورٹ میں مسلمانوں میں خاندان میں آپس کی شادیوں کی سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ گھرانے خاندان میں شادیاں کرنے کے بجائے دوسرے یعنی غیر خاندانوں میں شادیاں کریں۔ یہ تو بات اس رپورٹ کی تھی مگر ہمیں اس پہلو پر غور ضرور کرنا چاہیے کہ اگر ہم شادی سے پہلے ہر طرح کے حفاظتی اقدامات کرلیں اور نئے شادی شدہ جوڑے کو ناگہانی بیماریوں سے مکمل تحفظ فراہم کردیں تو اس کے بعد کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔ مسلم معاشروں میں خاندانوں میں آپس میں شادیاں کرنا عام ہے۔ جس سے ایک طرف تو محبت بڑھتی ہے اور دوسری جانب پہلے سے قریب خاندان مزید قریب آجاتے ہیں اور خاندان و کنبے مستحکم ہوجاتے ہیں۔ ہمارے ہاں فرسٹ کزن سے شادیاں عام طور سے کامیاب رہتی ہیں۔

ہمارا ملک پہلے ہی گوناگوں مسائل کا شکار ہے اوپر سے یہ نئی نئی بیماریاں ہمیں اور بھی کمزور کررہی ہیں اور ہمارا معاشرہ ان کی وجہ سے ہر روز نئی آزمائشوں میں مبتلا ہورہا ہے۔ ہماری پوری برادری اور تمام جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ اس اہم پہلو پر توجہ دیں اور اپنے بچوں اور نوجوانوں کو شادی سے پہلے تمام ضروری حفاظتی ٹیکے لگوائیں تا کہ آگے آنے والی نسل ہر طرح محفوظ رہے۔

اتحاد۔ یقین۔ تنظیم

شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو — نا آشنا ہے قاعدہ روزگار سے

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ — پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

مذکورہ اشعار میں علامہ اقبال فرماتے ہیں اتحاد قوت اور افتراق کمزوری کا نام ہے۔ قائد اعظمؒ نے اتحاد، یقین اور تنظیم کو کامیابی کی ضمانت قرار دیا تھا اور تاریخ عالم شاہد ہے کہ وہ قومیں جنہوں نے باہمی اتحاد کو برقرار رکھا ہے ہمیشہ یکجہتی اور کامرانی سے سرفراز رہی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال کے نزدیک اتحاد کے بغیر ملت کا کوئی تصور نہیں۔ ایک لہر کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ تنہا اچھل کر کنارے پر آئے تو ریت میں جذب ہو کر رہ جائے۔

لیکن جب یہی موجیں مل کر ایک رخ پر سیلاب کی شکل میں بہنا شروع کر دیتی ہوں تو بڑے بڑے مضبوط بند توڑ کر آگے بڑھ جاتی ہیں۔

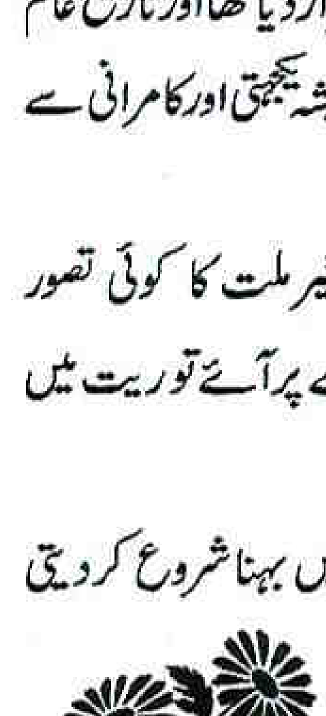

اس بات کو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

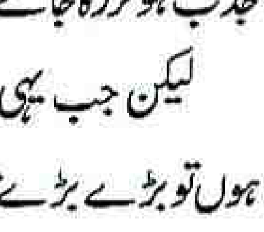

ماں کی عظمت

سیٹھ سلیمان داؤد کی والدہ محترمہ حاجیانی حنیفہ بائی

سلو (سیٹھ سلیمان داؤد) کی والدہ نے ان کو جو تعلیم دی تھی اس کا اظہار انہوں نے بڑے پرتاثیر انداز میں اس طرح کیا: ''جیسی میری ماں تھی، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسی ماں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو عطا فرمائے تاکہ وہ مائیں بچوں کی تعلیم و تربیت اسی خوش اسلوبی سے کرتی رہیں جس طرح کہ ہماری حاجیانی ماں حنیفہ بائی نے کی۔ وہ پاکستان اس وقت تشریف لائیں جب قائداعظم حیات تھے۔ وہ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتی تھیں اور واپس جانے والی تھیں اسی دوران قائداعظم سے ملاقات ہوگئی۔ قائداعظم نے دریافت فرمایا کہ آخر آپ واپس کیوں جانا چاہتی ہیں؟ حنیفہ بائی نے کہا کہ میں جو کرنا چاہتی ہوں یہاں ممکن نہیں، اس لیے واپس چلی جاؤں گی۔

قائداعظم نے فرمایا کہ ماں آپ جو کرنا چاہتی ہیں کریں۔ انہوں نے قائداعظم کو بتایا کہ میں خود تو پڑھی لکھی نہیں ہوں مگر چاہتی ہوں کہ عورتوں میں تعلیم عام ہو اور ہماری قوم علم و ہنر سے فیض یاب ہوتی رہے۔ قائداعظم نے فرمایا کہ اپنا کام شروع کریں۔ تب حنیفہ بائی نے رونق اسلام گرلز ہائی اسکول قائم کیا۔ اس طرح ان کی یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ مگر وہ اپنے کو نمود و نمائش سے دور رکھتی تھیں۔

سیٹھ سلیمان داؤد نے مزید بتایا کہ ہماری ماں نے ہمیں وہ تعلیم دی ہے جس کے اثرات ہم لوگوں پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔ میری ماں کا کہنا تھا: ''بیٹا ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا کہ آپس میں میل محبت سے رہو۔ اور ہر اس شخص کی مدد کرنا جو تمہاری مدد کا خواہاں ہو۔''

بڑوں کا ادب، چھوٹوں کا خیال اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ان کی تعلیم کا خاص پہلو تھیں۔ ہم سب بھائی ان کی دی ہوئی تعلیم پر کاربند ہیں۔ جب صبح سویرے ہم تلاش معاش میں اپنے دفتر اور کاروبار کی طرف روانہ ہوتے تھے تو سب سے پہلے ماں کی قدم بوسی اور دعاؤں کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ وہ دعائیں دیتیں اور ساتھ ہی حلال کمائی کے لیے نصیحت کرتی تھیں۔ ان کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ ہم لوگ ترقی کر رہے ہیں۔ اپنے کاروبار سے فراغت پاکر ہم اپنے اپنے گھر جانے سے قبل پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ ماں ہمارے تمام بھائیوں سے بڑی محبت کرتی تھیں مگر مجھ سے خصوصی طور پر ان کا بڑا قلبی تعلق تھا۔ روزانہ میرے لیے کچھ نہ کچھ کھانے کی چیز اپنے پاس بچا کر رکھتی تھیں اور جب میں شام کو جاتا تو ''سلو! یہ کھالے!'' کہہ کر مجھے بڑے پیار سے وہ چیز دیتیں جو انہوں نے صرف میرے لیے دن میں بچا کر رکھی تھی۔ اگر کبھی کچھ نہ ہوتا تو چاہے مونگ پھلی ہی کیوں نہ ہو، وہ مجھے ضرور کچھ نہ کچھ دیتیں۔ مگر افسوس اب وہ تحفہ میری قسمت میں نہیں ہے۔''

ان کا کہنا تھا کہ ان کی برسی ہم انہی کے مکان میں مناتے ہیں اور عید بقر عید پر اسی طرح وہاں جمع ہوتے ہیں اور اپنی حاجیانی ماں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ حاجیانی ماں اب ہم میں نہیں ہیں مگر ہمیں خوشی ہے کہ وہ ہم سب سے خوش اس دنیا سے سدھاریں اور آخر وقت میں خاندان کے جملہ افراد کو جمع کر کے ان سب کو دیکھا، ملیں، دعائیں دیں اور پھر ہم سب چلے آئے۔ مگر ہمیں یہ کیا خبر تھی کہ وہ ہم سے اس لیے مل رہی ہیں کہ یہ ان کی ہم سے آخری ملاقات ہے۔ ان کی رخصت کا رنج ہمارے دلوں پر ایک کاری ضرب ہے کیونکہ اب ان کی پیار و محبت بھری نگاہ سے ہم ہمیشہ ہمیشہ

کے لیے محروم ہو گئے۔

سلیمان داؤد صاحب نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے فاؤنڈیشن کا افتتاح اپنی ماں کے متبرک ہاتھوں سے کرایا اور دو کروڑ پچپن لاکھ کا چیک بھی ان کی والدہ نے ایوب خان کو اپنے ہاتھوں سے بطور عطیہ دیا تھا۔ احمد داؤد اور سلیمان داؤد کی والدہ ایک مخیر، نیک صفت اور گوناگوں خوبیوں کی حامل تھیں۔ اخلاق و آداب اور نیک عادات ان بھائیوں نے اپنی والدہ کے زیر سایہ حاصل کی تھیں۔ ان کی ماں نے اتنی اچھی تربیت اپنے بچوں کی کہ ان سے ملنے والا شخص ان کے اخلاق و کردار سے بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔ انہیں ہر وقت اپنی ماں کی نصیحتیں یاد رہتی ہیں اور ان کی نصیحتیں سامنے رکھ کر ہی یہ حضرات اپنے آپ کو سدھارتے اور سنوارتے رہتے ہیں۔

(بشکریہ: کتاب ''ماں'' ۔ مصنف: واصل عثمانی ۔ صفحہ 114 تا 116)

میرے حقوق کیا ہیں

میں اڑ نہیں سکتا کیونکہ ہوا بے حد آلودہ ہے۔
میں تیر نہیں سکتا کیونکہ پانی بے حد آلودہ ہے۔
میں کیا کر سکتا ہوں؟ میرا کوئی مستقبل ہے؟

مرد مجاہد یوسف عبدالغنی مانڈویا (مرحوم) نے تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے قائداعظم محمد علی جناح کے حکم پر مسلمانوں کی آزادی کے لئے قلمی جدوجہد کی تھی۔ جس کی پاداشت میں کاٹھیاواڑ کی جیل میں سخت صعوبتیں برداشت کیں اور تاریخ پاکستان میں اپنا نام شامل کرا کر ایک روشن باب کا اضافہ کیا تھا۔ (ماضی کی ایک یادگار تصویر)

ماضی کی تاریخی یادیں

معلومات افزا تحریر

عظمت رفتہ

بانٹوا کا روشن اور تابندہ تاریخی پس منظر

عبدالعزیز چوہدری (کھانانی) مرحوم کی ایک یادگار گجراتی تحریر کا ترجمہ

اردو ترجمہ : کھتری عصمت علی پٹیل

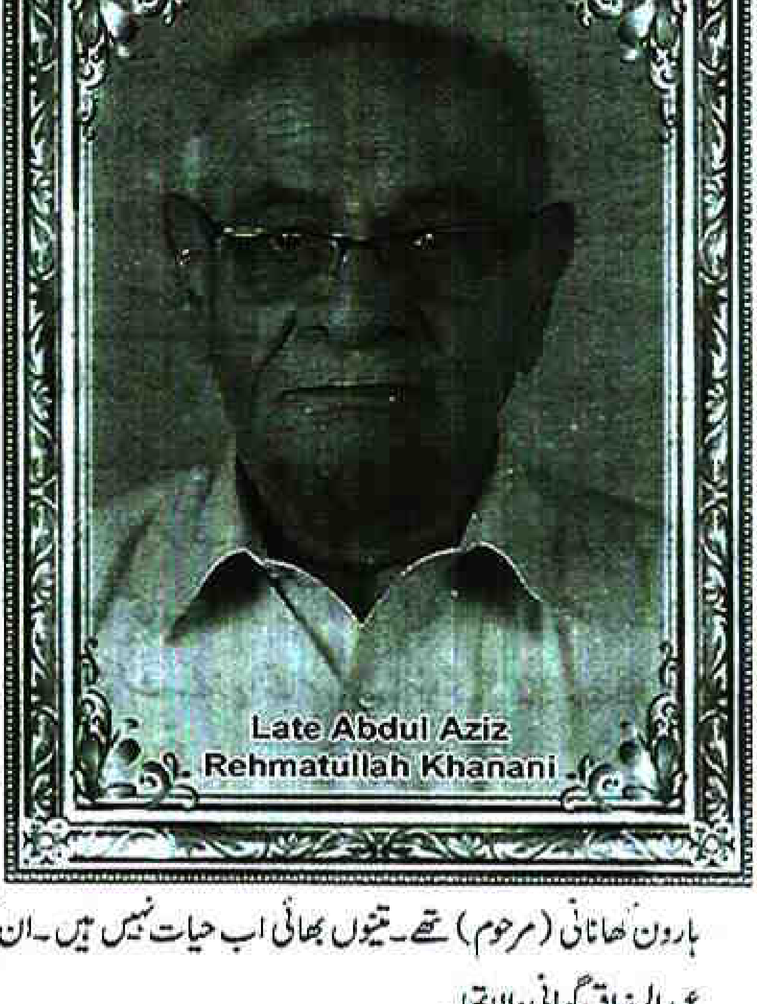

مضمون نگار کا مختصر تعارف: بانٹوا میمن برادری اور میمن برادری کے لئے آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ آپ کی سماجی خدمات ہی ہیں جنھوں نے نہ صرف بانٹوا میمن برادری بلکہ مجموعی طور پر سبھی میمن برادریوں میں آپ کے نام کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ عبدالعزیز کھانانی ایک ایسے دردمند انسان تھے جس نے اپنی ذات کو پس پشت ڈال کر دوسروں کے دکھ درد دور کیے۔ جناب عبدالعزیز کھانانی 16 ستمبر 1935ء کو کاٹھیاواڑ کے شہر بانٹوا (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔

آپ کے والد کا نام رحمت اللہ تھا اور والدہ محترمہ کا نام حور بائی۔ آپ کا پورا نام عبدالعزیز رحمت اللہ آدم کھانانی اور آپ کی عرفیت چوہدری ہے۔ جناب عبدالعزیز کھانانی کے دو بھائی اور تھے یعنی آپ سمیت جناب رحمت اللہ آدم کھانانی کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے جناب عبدالکریم (مرحوم) تھے۔ ان کے بعد عبدالعزیز کھانانی تھے اور سب سے چھوٹے محمد ہارون کھانانی (مرحوم) تھے۔ تینوں بھائی اب حیات نہیں ہیں۔ ان کی ایک ہی بہن تھیں جن کا نام محترمہ کلثوم اور ان کے شوہر کا نام عبدالرزاق گھانی والا تھا۔

آپ نے پہلی کلاس سے آٹھویں کلاس (مڈل تک) تک کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ بانٹوا سے حاصل کی تھی۔ اس دور میں یہ کافی تعلیم سمجھی جاتی تھی۔ ابتدا میں عزیز کھانانی نے ماری پور میں مٹی کے تیل کی سپلائی کا کام شروع کیا۔ یہ کام (بزنس) انہوں نے جولائی 1975ء سے اکتوبر 1990ء تک کیا اور اس میں کافی تجربہ حاصل کرلیا مگر پھر 1991ء میں انہوں نے اپنی بزنس کی لائن بدلی اور"

اسٹاک ایکسچینج" کے کام کی طرف آگئے۔ وہ اس کام میں حاجی ابراہیم احمد علی محمد ونڈ کیا (جیت پوروالا) کے ایجنٹ تھے اور آخر وقت تک ان کے ایجنٹ کی حیثیت سے ہی کام کرتے رہے۔ اس کے نتیجے میں انہیں اسٹاک ایکسچینج کے کام اور کاروبار کا وسیع تجربہ حاصل ہوگیا۔

اپریل 1958ء میں جناب عبدالعزیز کھاناڻی کی شادی حاجی پیر محمد جانگڑا کی صاحبزادی محترمہ زبیدہ بائی کے ساتھ انجام پائی جن سے ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ جناب حاجی محمد سہیل عبدالعزیز کھاناڻی (گریجویٹ) ہیں مقامی بینک سے وابستہ ہیں) اور جناب حاجی محمد عرفان عبدالعزیز کھاناڻی (گریجویٹ) ہیں، اسٹیٹ کے کام سے وابستہ ہیں۔ بیٹیوں کے نام یہ ہیں: حاجیانی ممتاز زوجہ حاجی ظہور چامڑیا اور حاجیانی ثوبیہ زوجہ وسیم مچھیارا۔

اپریل 1979ء میں جب بانٹوا میمن جماعت کے 20 ممبران کا الیکشن ہوا تو کھاناڻی صاحب نے بھی اس میں حصہ لیا۔ ان کے حاصل کردہ ووٹ اتنے تھے کہ وہ ووٹ لینے میں دوسرے نمبر پر رہے۔ اس کے بعد ہونے والے انتخابات میں بھی وہ پہلے یا دوسرے نمبر پر ووٹ لیتے رہے۔ آپ کو دوبار بانٹوا میمن خدمت کمیٹی کا اعزازی جنرل سیکریٹری بھی منتخب کیا گیا۔ بانٹوا اسپتال کے لیے آپ کی گراں قدر خدمات کو آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ جناب عبدالعزیز کھاناڻی (عزیز چوہدری) ایک ہمدرد اور نیک دل انسان تھے آپ نے بے گھروں کی آبادکاری کے لیے بھی دل و جان سے کام کیا۔ 29 دسمبر 2013ء کو جبکہ یہ سال رخصتی کی تیاری کر رہا تھا جناب عبدالعزیز کھاناڻی (عبدالعزیز چوہدری) بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس روز اتوار تھا اور بعد نماز ظہر ان کی رحلت ہوئی تھی۔ بوقت وصال ان کی عمر 76 سال تھی۔ اس طرح 1935ء میں بانٹوا میں طلوع ہونے والا سورج 2013ء کے آخری ایام میں کراچی میں غروب ہوگیا

بھارتی ریاست گجرات کو انتظامی طور پر 19 اضلاع (ڈسٹرکٹس) میں تقسیم کیا گیا تھا جن میں سے ایک ضلع کا نام جوناگڑھ تھا۔ جوناگڑھ کو 15 تعلقوں یا سب ڈسٹرکٹس میں تقسیم کیا گیا۔ انھی سب ڈسٹرکٹس میں سے ایک مانادور ہے اور بانٹوا اسی کا ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ جس علاقے میں بانٹوا واقع ہے، اس علاقے کا محل وقوع کچھ اس طرح سے ہے کہ وہ تین اطراف سے سمندر سے ملا ہوا تھا۔ اس کے شمال میں خلیج کچھ ہے، مغرب میں بحیرہ عرب واقع ہے، جنوب میں خلیج کھمبات ہے مگر شرقی حصہ خشکی سے ملا ہوا ہے۔ اگست 1947ء یعنی آزادی کے بعد بانٹوا دو تین سال تک سب ڈسٹرکٹ کا ہیڈ کوارٹر رہا۔ اس وقت یہ شہر مانادور سب ڈسٹرکٹ کے زیر انتظام ہے۔ بانٹوا کا رقبہ 30 سے 39 مربع کلومیٹر ہے۔ جغرافیائی طور پر اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بانٹوا جوناگڑھ ضلع کے وسط میں واقع ہے۔

میمنوں کی آمد : کہا جاتا ہے کہ میمن 18ویں صدی میں بانٹوا آئے تھے۔ ان کی آمد کا زمانہ 1750ء سے 1760ء کے درمیان کا کہا جاتا ہے۔ ایک جگہ 1797ء بھی لکھا ہے۔ شروع میں چند میمن خاندان اس شہر میں آئے جو اس وقت غیر آباد، بنجر اور ویران علاقہ تھا۔ انھوں نے اس شہر کو آباد کیا۔ اس کی زمینوں پر محنت کی۔ اسے ترقی دی۔ ٹریڈ (تجارت) سوداگری، باغبانی اور زراعت کے پیشے اختیار کیے اور اپنی تاجرانہ سوجھ بوجھ سے اس علاقے کو ترقی دینی شروع کی۔ ان کی محنت کا پھل انھیں بھی ملا اور دوسروں کو بھی۔ یہ شہر رفتہ رفتہ ترقی کرنے لگا اور اس کے لوگوں میں خوشحالی کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ 1797ء میں بانٹوا کے اطراف ایک بڑی اور پختہ فصیل بھی بنوائی گئی جو سیاہ پتھر سے تعمیر کی گئی تھی۔ وہاں 200 سپاہی اور 100 گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اسی طرح اس شہر نے اپنے دفاع کا مکمل انتظام کرلیا تھا۔

جب بانٹوا کی شکل بدلنے لگی : میمنوں کی آمد کے ساتھ ہی اسی شہر کی شکل اور اس کا حلیہ بدلنے لگا۔ وہاں کسی زمانے میں

جھونپڑیاں تھیں مگر بعد میں مٹی کے مکان بھی تعمیر کیے جانے لگے۔ ایک بازار بھی تعمیر کرایا گیا جس میں متعدد دکانیں تھیں جہاں سے زندگی کی بنیادی ضروریات ملنے لگیں۔ اس کے بعد اس شہر کا نقشہ بدلنے لگا اور اسے مختلف نام دیے جانے لگے۔ ایک زمانے میں اس شہر کو کانک نگری کہا گیا تو کبھی مکہ پوری اور پھر اسے میمن نگری بھی کہہ کر پکارا گیا۔ 500 سال پہلے جس شہر میں صرف گنی چنی جھونپڑیاں تھیں وہ شہر ترقی کر کے اتنا خوشحال ہو گیا کہ اس نے برصغیر کی مجموعی آبادی کو مالی اور معاشی طور پر مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ اس ترقی اور خوشحالی کے پیچھے بانٹوا کے ان تاجر شہزادوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا جو بڑے محنتی، جفاکش، پرخلوص، دیانت دار اور پرجوش لوگ تھے۔ ان لوگوں نے برصغیر کی تمام اہم تجارتی شاخوں کو اپنے کنٹرول میں لے رکھا تھا۔ اس دور میں اس چھوٹے شہر کے تاجروں اور سوداگروں کا قومی اور بین الاقوامی تجارت میں حصہ دس فیصد تھا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ ایک اہم کامیابی تھی۔

آئین اکبری سے حوالہ : مغل بادشاہ اکبر اعظم کے ایک نورتن کا نام ابوالفضل تھا۔ اس نے مشہور تاریخی کتاب ''آئین اکبری'' میں بھی بانٹوا شہر کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس زمانے میں بانٹوا ایک ترقی یافتہ اور مشہور تجارتی شہر تھا جہاں دور دور سے لوگ آتے تھے اور اس شہر سے تجارتی روابط استوار کرتے تھے۔ بلاشبہ یہ تاریخی حوالہ دھن نگری بانٹوا کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

بانٹوا کی وجہ تسمیہ : بانٹوا شہر کا نام بانٹوا کیوں پڑا؟ اس کی متعدد وجوہ تاریخی کتب میں بیان کی گئی ہیں جن میں سے دو وجوہ یہاں بیان کی جا رہی ہیں۔ بانٹوا میں ایک خدا رسیدہ نیک اور بزرگ خاتون رہتی تھیں جن کا نام ''باٹی بائی'' تھا وہ بزرگ خاتون مختلف جڑی بوٹیوں سے اپنے پاس آنے والے پریشان حال مریضوں کا علاج کرتی تھیں اور ان کے لیے دعائیں کر کے ان کا روحانی علاج بھی کرتی تھیں۔ لوگ ''باٹی بائی'' سے بے حد روحانی عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے نام پر اس شہر کا نام پڑا جو رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے بگڑ کر ''باٹی بائی'' کے بجائے ''بانٹوا'' ہو گیا۔

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس علاقے میں بانٹوا واقع تھا، وہاں پانی کا ایک کنواں بھی ہوا کرتا تھا۔ گجراتی زبان میں ''واٹ واؤ'' کا مطلب ہے ایسا کنواں جس کے پاس سیڑھی بھی ہو۔ اس کنویں کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کا پانی بڑا شفا بخش ہے اسی لیے لوگ اور خاص طور سے بیمار حضرات عقیدت واحترام سے اس کنویں کے پانی سے نہاتے تھے اور اسے ڈول میں بھر کر اپنے گھروں میں لے جا کر چھڑکتے بھی تھے تاکہ ان کا گھر ہر قسم کی بلائیات سے محفوظ رہے۔

وہ خیر و برکت کے لیے اس پانی کو اپنی دکانوں اور کھیتوں و باغات میں بھی چھڑکتے تھے۔ یہی ''واٹ واؤ'' بعد میں کثرت استعمال سے بگڑ کر بانٹوا ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کنواں آج بھی موجود ہے مگر اب اس میں پانی نہیں ہے۔ یہ کنواں بالکل خشک پڑا ہے۔ کبھی لوگوں کے امراض دور کرنے والے اس کنویں کو آج نہ کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ اس کی دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

بانٹوا پر حکمرانی کرنے والے خاندان : ویسے تو بانٹوا شہر اور اس کے ملحقہ علاقوں پر متعدد لوگوں اور خاندانوں نے حکمرانی کی ہے مگر ان میں سے چند ایک قابل ذکر ہیں جو اس طرح ہیں:

سترہویں صدی میں بانٹوا میں سید خاندان آ کر بس گیا تھا۔ ان کی اولادیں اس علاقے میں بھی رہیں اور دوسرے علاقوں میں بھی جا کر بس گئیں۔ سید برادران کو قادری سید کہا جاتا تھا۔ اس علاقے میں ان کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ سیدوں سے پہلے اس علاقے میں قاضیان برادری

رہتی تھی۔ پھر اس شہر پر بابی بھائیوں نے حکومت کی۔ ان بھائیوں کے نام شیر زمان اور دلیر خان تھے۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد جب برصغیر میں جگہ جگہ بغاوتیں ہونے لگیں اور پورا ملک بدامنی اور خانہ جنگی کا شکار ہوگیا تو متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں اور صوبوں نے بھی اپنی اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ 19 ویں صدی میں کاٹھیاواڑ پر مرہٹوں نے حکومت کی۔ اس کے بعد جب انگریزوں نے برصغیر میں اپنا تسلط جمایا تو یہ علاقہ ان کے زیر نگیں چلا گیا۔

زائرین کی شہادت : جون 1912ء میں بانٹوا کی تاریخ میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ اس سال بانٹوا کے 39 افراد حج کرنے گئے تھے کہ ایک ناگہانی آفت سے دوچار ہوگئے۔ مدینے سے واپسی پر بانٹوا کے یہ لوگ دوسرے 450 زائرین کے ساتھ الحمرا میں ایک شامیانے میں ٹھہر گئے۔ رات کو جب وہ سو رہے تھے تو اچانک سیلابی ریلا آگیا جس نے 400 زائرین کی جان لے لی۔ ان مرنے والوں میں 37 افراد بانٹوا کے بھی تھے۔ ان 39 افراد میں سے صرف دو افراد بچ سکے اور وہ تھے حاجی محمد بھائی بلوانی اور فقیر عبدالکریم۔ اس المناک واقعے نے پورے بانٹوا کو سوگوار کردیا۔

بارش اور سیلاب : اکتوبر 1912ء میں ہی بانٹوا میں طوفانی بارشیں ہوئیں۔ یہ بارش مسلسل سات روز تک جاری رہی جس کے باعث بانٹوا شہر سیلاب کی لپیٹ میں آگیا، خاص طور سے زیریں علاقہ تو کئی روز تک دوسرے علاقوں سے کٹا رہا۔ اس ناگہانی آفت سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں۔ ہندوؤں نے پرارتھنا کی اور اس زمانے کی مذہبی رسوم ادا کی گئیں۔ ایک قدیم رسم برسوں سے یہ چلی آرہی تھی کہ سیلاب کے غیظ و غضب کو کم کرنے کے لیے اس میں ناریل ڈالا جاتا تھا۔ وہ بھی کیا گیا۔ سیلاب اتنا طوفانی تھا کہ اس کے پانی نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ بانٹوا کے مین گیٹ کے قریب واقع دکانیں، ہوٹل اور تالاب سب اس کی لپیٹ میں آگئے تھے۔ بعد میں اللہ اللہ کرکے یہ سیلاب ختم ہوا۔ اس سے پہلے 1910ء میں بانٹوا میمن جماعت قائم کردی گئی تھی جس نے اس مشکل صورت حال میں کافی کام کیا، لوگوں کی مدد کی اور انھیں مشکل حالات سے نکالا۔

جنگ بلقان اور فنڈز کی تحریک : 13 - 1912ء میں جنگ بلقان شروع ہوئی تو بانٹوا کے تمام میمن لیڈرز اٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے ترکی کے زخمیوں (فوجیوں) کے علاج معالجے اور امداد (دادرسی) کے لیے فنڈ زجمع کرنے شروع کردیئے۔ اس مقصد کے لیے بانٹوا میں ریلیف مہم شروع کردی گئی تھی۔ اس روز بانٹوا کے تمام ٹی اسٹالز اور پان کی دکانیں بند رہیں اور والینٹئرز نے چائے اور پان فروخت کیے اور اس سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی مذکورہ فنڈ میں جمع کرادی۔ اس زمانے میں چائے کی ایک پیالی کی قیمت دو پیسے تھے جبکہ پان آدھے پیسے کا آتا تھا۔

مگر فنڈ زجمع کرنے والے دن چائے کی ایک پیالی چار آنے میں فروخت کی گئی اور پان ایک آنے میں۔ اس مہم کے راہ نماؤں نے حاصل ہونے والی تمام آمدنی لے جاکر بمبئی میں ترکی کے قونصل خانے میں جمع کرادی۔ اس مہم کے لیڈرز حسب ذیل حضرات تھے: جناب سلیمان حاجی ابراہیم بھورا، جناب حاجی ولی محمد، جناب قاسم دادا، جناب شکور حاجی الانا، جناب عبدالرحمٰن، جناب حاجی کریم بکیا، جناب شکور غنی نکرہ والا، جناب احمد جام، جناب حبیب کسباتی اور جناب اے ولی محمد حاجی دادامنی۔

ایک بے مثال دعوت : انھی دنوں بانٹوا کی تاریخ میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ اس زمانے کی معروف شخصیت جناب اے کریم کا یا

نے بانٹوا اور اس کے قرب وجوار کے لوگوں کو ایک بڑی دعوت میں مدعو کیا۔ جناب اے کریم کاپا نہایت دولت مند انسان تھے۔ ان کا کاروبار افریقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ انھوں نے یہ دعوت اپنے بیٹے ستار کی شادی کے سلسلے میں دی تھی۔ اس دور میں اس طرح کی دعوتی تقریب کو ''چڑیڈھم'' کہا جاتا تھا۔

اس دعوت میں ہر ذات کے ہندو بھی مدعو کیے گئے تھے۔ اس زمانے میں جناب کاپا سیٹھ کا شاندار اور عظیم الشان مینشن بھی تعمیر ہو چکا تھا۔ یہ مانا ودر روڈ پر تالاب کے قریب واقع تھا۔ اس عمارت کے بیرونی حصے میں جانوروں کے پانی پینے کے لیے حوض بنائے گئے تھے۔ دعوت والے دن یہ دونوں حوض دیسی خالص گھی سے بھر دیئے گئے تھے۔ اس دعوت سے پہلے اور اس کے بعد اس قسم کی دعوت کی مثال پورے بانٹوا میں نہیں ملتی۔

مسلم خواتین اور پردہ : بانٹوا کی مسلم خواتین پردہ کرتی تھیں اور برقعہ اوڑھتی تھیں جس کے باعث انھیں عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر کچھ بھائیوں نے یہ تجویز پیش کی کہ میمن خواتین بھی دیگر مسلم خواتین کی طرح پردہ کریں اور برقعہ اوڑھیں۔ اس کے بعد جناب حاجی داؤد موسیٰ نوٹا نکیا، جناب داؤد کریم کھاناتی، جناب حاجی عبداللہ ابراہیم وڈالا والا، جناب داؤد طیب بھوری، جناب کریم وڈالا والا اور دوسرے حضرات نے جو رنگون میں کام کرتے تھے وہ بانٹوا میں چھ نقابیں لے کر آئے جو پیلے رنگ کی تھیں۔

اس طرح میمن خواتین نے پہلی بار پردے کا اہتمام شروع کیا۔ 1947ء سے پہلے بانٹوا کی صورت حال ایسی تھی کہ کوئی بھی مسلم عورت بغیر نقاب یا برقعے کے گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ اس سے پہلے بانٹوا کی مسلم خواتین ایک چادر اوڑھتی تھیں جو ان کے پورے جسم کو بھی چھپاتی تھی اور وہ اس سے اپنا سر بھی ڈھکتی تھیں۔ سر پر اوڑھنے کے لیے وہ تین کونوں والا ایک اسکارف استعمال کرتی تھیں۔ پردے کی چادر کو ''مالاکو'' کہا جاتا تھا اور اسکارف کو ''مسر'' کہتے تھے سر پر مسر اوڑھنے کی روایت آج بھی جاری ہے۔

تعلیم کی صورت حال : اس دہائی میں بانٹوا کے لوگوں نے تعلیم میں خصوصی دلچسپی لی اور ہر گزرتے دن کے ساتھ تعلیم میں لوگوں کی توجہ بڑھتی چلی گئی۔ ان کی یہ تعلیمی دلچسپی انھیں بانٹوا سے باہر بھی لے گئی۔ بانٹوا میں مدرسہ اسلامیہ کا قیام اس شہر کی تاریخ کا ایک سنہرا باب تھا جس نے لوگوں کو تعلیم کی طرف مزید راغب کیا۔ اس زمانے میں بانٹوا میں صرف پانچ اسکول تھے: 1- بانٹوا اِڈل اسکول 2- بانٹوا مین اسکول 3- بانٹوا برانچ گرلز اسکول 4- ایک اردو پرائمری اسکول 5- دوسرا اردو پرائمری اسکول مگر مدرسہ اسلامیہ کے قیام سے تعلیم کی یہ زنجیریں اور بھی مضبوط ہو گئیں۔

اس دور میں بانٹوا میں مسلمانوں کی اکثریت تھی مگر انھوں نے تعلیم کا کوئی خاص نظام یا نظریہ سیٹ نہیں کیا تھا اور نہ مسلمان طلبہ کو ان کے مذہب اور عقیدے کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی لہٰذا ان کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا مدرسہ قائم کیا جائے جہاں مسلمانوں کے بچے دینی تعلیم حاصل کر سکیں اور اسی لیے بانٹوا کے میمنوں نے لگ بھگ دو لاکھ روپے کی لاگت سے وہ شاندار مدرسہ قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ بانٹوا کے باہر مانا ودر روڈ پر قائم کیا گیا تھا جو فن تعمیر کا دلکش نمونہ تھا۔ اس کے بالمقابل پہلا قبرستان بھی بنایا گیا تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے بانٹوا پر اثرات : بانٹوا پر پہلی جنگ عظیم نے بڑے منفی اثرات مرتب کیے تھے۔ اس سے پورے ہی ہندوستان کے کاروباری حالات متاثر ہوئے تھے جس سے ترقی اور خوشحالی کا عمل رک گیا تھا۔

مدرسہ اسلامیہ اور یتیم خانے کا افتتاح : 1918ء میں مدرسہ اسلامیہ اور یتیم خانے کا افتتاح ہوا۔ اس مدرسے اور یتیم خانے کے دروازے بانٹوا اور قرب وجوار کے علاقوں کے لوگوں کے لیے بھی کھلے ہوئے تھے۔ یتیم خانے میں یتیم بچوں کو مفت رہائش تعلیم اور نگرانی (سرپرستی) وغیرہ فراہم کی جاتی تھی۔

ماں خدیجہ حاجیانی : بانٹوا میں جب مذہبی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو لوگوں نے اس میں خصوصی دلچسپی لی۔ بانٹوا میں تعلیم عام کرنے والوں میں ایک نام ماں خدیجہ حاجیانی کا بھی تھا۔ ان کے والد نے اکولی مسجد کے پاس ایک اسکول قائم کیا تھا جسے ماں خدیجہ ہی چلاتی تھیں۔ وہ شادی کے چھ سال بعد ہی بیوہ ہوگئی تھیں جس کے بعد انھوں نے اپنی پوری زندگی اس اسکول اور خواتین کی تعلیم کے لیے وقف کردی تھی۔ بعد میں آپ پاکستان چلی آئیں اور یہاں رونق اسلام گرلز اسکول اور کالج قائم کرکے اپنا مشن جاری رکھا۔ 18 دسمبر 1972ء کو وہ کراچی میں انتقال کرگئیں۔

سینما ۔ تھیٹر ۔ تفریح : بانٹوا کے لوگ سیر وتفریح کے بھی دلدادہ تھے اور انھیں اسٹیج ڈرامے، تھیٹر، سرکس کے علاوہ دوسرے تفریحی پروگرام بھی بے حد پسند تھے۔ بانٹوا میں سینما گھر بھی قائم کیے گئے تھے جن میں سے ایک کا نام گولڈن سینما تھا اور دوسرے کا کوہ نورٹاکیز۔ مگر بانٹوا میمن جماعت کے قواعد وضوابط کے مطابق اس طرح کے تفریحی اداروں پر پابندی لگادی گئی اور اسٹیج ڈرامے اور فلم کے کاروبار کو ناپسندیدہ قرار دے دیا گیا۔

بہرحال اسٹیج ڈرامے چلتے رہے۔ اس زمانے کے مشہور ڈرامے یہ تھے : ویناولی، لیتاوتی، سوبھاگیہ، سندری، رانیک دیوی، راکھینگر، جیسل تورل، بھرتری، ظلمی اور جاراسنگھ۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار ڈرامے بانٹوا میں اسٹیج کیے گئے تھے۔ یہ سب گجراتی زبان میں تھے۔ بعض اوقات بانٹوا میں سرکس بھی لگتے تھے۔ سلاٹر ہاؤس (مذبح خانے) کے قریب رنگی واڑا سے متصل ایک میدان میں سرکس لگتے تھے۔ ان سرکسوں میں مختلف ملکوں کے ماہر کرتب دکھاتے تھے۔

میلوں اور عرس کے موقع پر بانٹوا کے لوگوں کا جوش و خروش : بانٹوا کے لوگ مختلف بزرگان دین کے مزارات اور درگاہوں پر لگنے والے والے میلوں اور ان کے سالانہ عرس کی تقریبات میں بڑے جوش وخروش سے شرکت کرتے تھے۔ بانٹوا کے قرب وجوار کے دیہات اور شہروں میں ایسے بزرگوں کے متعدد مزارات تھے۔

بانٹوا کے لوگوں کی تفریح : فارغ اوقات میں اہل بانٹوا خربوزے کے کھیتوں میں جاتے تھے، عوامی باغات میں سیر وتفریح کرتے تھے یا پھر مدرسہ کے سبزہ زار میں چہل قدمی کرتے تھے۔ وہ لوگ جن کے پاس گاڑیاں تھیں وہ آؤٹنگ کے لیے باہر نکل جاتے تھے۔ جو بالکل فارغ ہوتے تھے وہ کسی بھی دکان کے تختے پر بیٹھ کر گپ شپ کرتے تھے۔ رات کے اوقات میں لوگ دوستوں کے ساتھ گپ شپ کرتے اور ملک میں دنیا میں ہونے والے واقعات پر بحث کرتے تھے۔ بعض لوگ دوستوں کے گھر جاکر تاش کھیلتے، شطرنج کھیلتے اور اس طرح آدھی رات تک ان کاموں میں لگے رہتے تھے۔ وہ لوگ جو بانٹوا سے کام کاج کے سلسلے میں دوسرے ملک یا شہر جاتے تھے جب چھٹیوں میں بانٹوا آتے تو اپنے شہر میں خوب انجوائے کرتے تھے۔ عام طور سے بیرون شہر یا بیرون ملک جانے والے بارش کے زمانے میں واپس آتے تھے تاکہ اس بھیگے بھیگے موسم کا لطف اپنے گھر میں لے سکیں۔ بارش کے دو تین مہینوں میں تمام میمن تاجروں اور سوداگروں کے بزنس بند ہوجاتے تھے۔ ان دنوں میں عام طور سے

شادی بیاہ کی یا دوسری تقاریب رکھی جاتی تھیں تا کہ ان خالی مہینوں کو کام میں لیا جا سکے۔

آزادی اور بانٹوا : جب انگریز برصغیر سے واپس گئے تو انڈیا اور پاکستان کو تو آزاد کر گئے مگر بانٹوا جیسے شہروں کا کوئی فیصلہ نہیں کر کے گئے جس کی وجہ سے ان پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ بانٹوا کے ساتھ تو انڈیا کے لوگوں اور اس کی فوج نے وہ ظالمانہ سلوک کیا کہ تاریخ اس کی مثال نہیں پیش کر سکتی۔ اس کے بعد ہندوستان کی دھن نگری بانٹوا کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور اس کے رہنے والوں کو یا تو اس شہر سے نکال دیا یا پھر قتل کر دیا اور اس طرح وہ شہر جہاں کبھی خوشی کے شادیانے بجتے تھے قبرستان کا منظر پیش کرنے لگا۔

قیام پاکستان کے بعد بانٹوا میمن برادری کا کردار : پھر جب پاکستان قائم ہوا تو دوسرے مہاجرین کی طرح بانٹوا میمن برادری نے بھی قائداعظم کی پکار پر پاکستان ہجرت کی اور ملک کے استحکام اور ترقی کے لیے کام کرنے لگی۔ جس طرح اس برادری نے ایک گمنام شہر بانٹوا کو ساری دنیا میں متعارف کرایا اور اسے تجارتی و کاروباری مرکز بنایا بالکل اسی طرح اہل بانٹوا نے کراچی آنے کے بعد شب و روز محنت کی اور خوب کارخانے فیکٹریاں اور دکانیں قائم کر ڈالیں جس کے نتیجے میں یہاں بھی مالی استحکام آنے لگا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ بانٹوا میمن برادری ہر شعبہ ہائے زندگی میں آگے اور نمایاں ہے اس کے افراد اچھے تاجر بھی ہیں اچھے صنعت کار بھی... اچھے دکاندار بھی ہیں اور اچھے ڈاکٹر، انجینئر اور سائنس داں بھی۔ وہ کھیل، طب، سائنس، آئی ٹی، مالیات غرض ہر شعبے میں آگے ہیں اور خوب ترقی کر رہے ہیں۔ بانٹوا میمن برادری نے اپنے لوگوں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ دوسری برادریوں کے بھائیوں کی خدمت کو بھی اپنا نصب العین بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ملک اس برادری کی گراں قدر خدمات اور کردار کے باعث خوب سے خوب تر ترقی کر رہا ہے اور خوب آگے بڑھ رہا ہے۔ ملک پاکستان کی اقتصادی ترقی میں اہم اور نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔

بشکریہ: روزنامہ ڈان گجراتی کراچی۔ مطبوعہ: 20 اکتوبر 1980ء
گجراتی تراشہ کی فوٹو کاپی۔ میمن ویلفیئر لائبریری

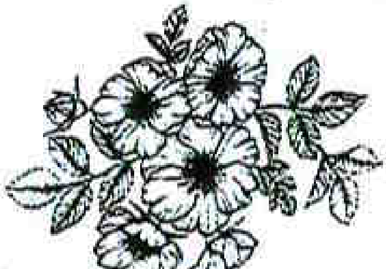

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

بیشک اللہ اور اُسکے فرشتے درود پڑھتے ہیں نبی کریم ﷺ پر

اے ایمان والو تم بھی خوب ادب کے ساتھ درود و سلام بھیجو ان پر

(سورۃ الاحزاب، پارہ ۲۲، آیت ۵۶)

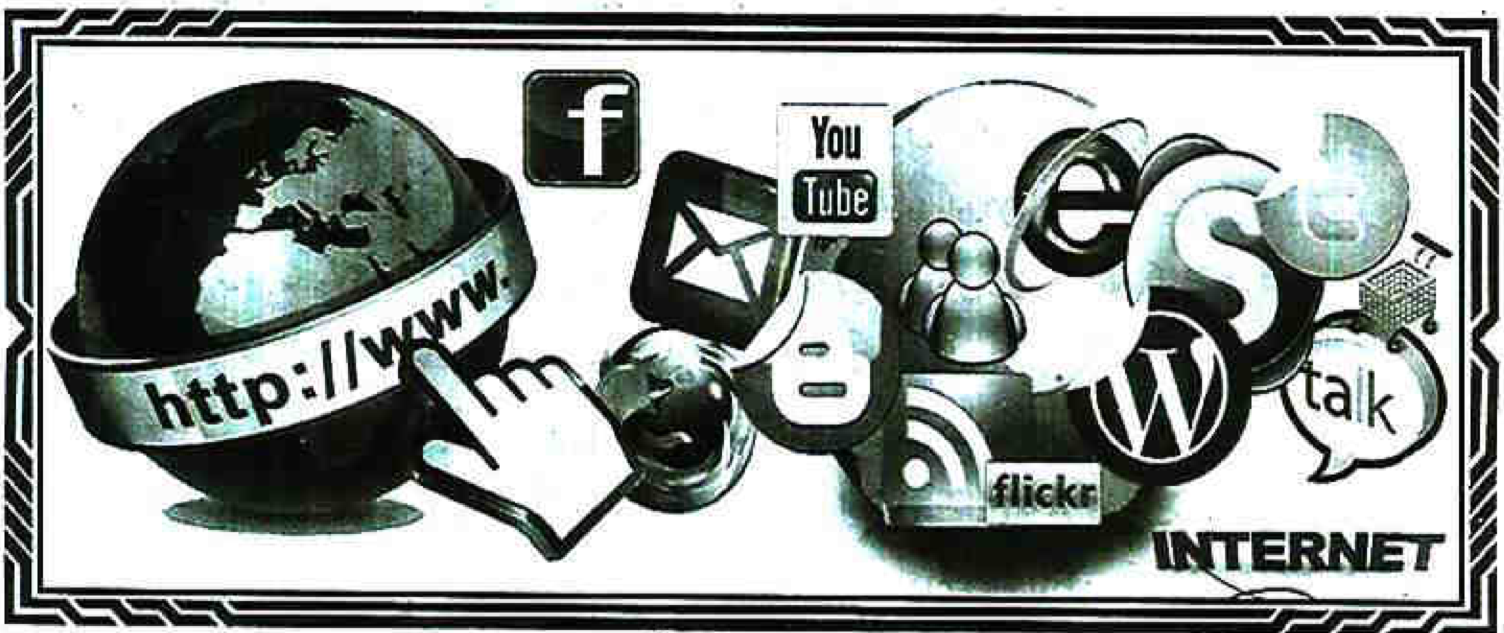

دلچسپ اور اہم معلومات

انٹرنیٹ ایک نظر میں

☆ اس وقت دو ارب دس کروڑ انسان انٹرنیٹ استعمال کر رہے ہیں۔ بہ حساب ملک چین سرفہرست ہے۔ وہاں 50 کروڑ چینی انٹرنیٹ پر بیٹھتے ہیں۔ اس کے بعد امریکا کا نمبر ہے جہاں 27 کروڑ لوگ اس سے وابستہ ہیں۔ بھارت میں 10 کروڑ جبکہ پاکستان میں 2 کروڑ لوگوں کو نیٹ کی سہولت میسر ہے۔

☆ دنیائے نیٹ میں انگریزی سب سے بڑی زبان ہے۔ 53 کروڑ استعمال کنندگان کی زبان یہی ہے۔ پھر چینی زبان کا نمبر ہے۔ 44 کروڑ اسے استعمال کرتے ہیں۔ تقریباً سات کروڑ افراد نے عربی اپنائی ہوئی ہے۔

☆ یورپی ملک، منا کو کے، 98 فیصد باشندوں کو انٹرنیٹ کی سہولت دستیاب ہے۔ اس کے بعد آئس لینڈ 97 فیصد ناروے 94 فیصد سویڈن 93 فیصد اور گرین لینڈ 90 فیصد آتے ہیں۔

☆ ایک اندازے کے مطابق 2050ء میں ''پچاس ارب'' مختلف اشیاء مثلاً کمپیوٹر، ہکیسنر، کیمرے، آئی پوڈ، موبائل، کاریں، ریلیں، ہوائی جہاز، گھڑیاں، برقی آلات وغیرہ انٹرنیٹ سے منسلک ہوں گے۔

☆ 2050ء تک انٹرنیٹ پروٹوکول کا ''ورژن IPV'' آ چکا ہوگا۔ اس ورژن کے ذریعے کھربوں ویب سائٹوں کو ایڈریس مل سکتا ہے۔

☆ دنیائے انٹرنیٹ میں ویب سائٹوں کی تعداد 27 سے 30 کروڑ کے درمیان ہے۔

علم و عرفان کے پیکر

اللہ تعالیٰ کے سچے میمن ولی کامل، عالم دین اور حافظ قرآن علاوہ عظیم صوفی سندھ کے مشہور بزرگ

حضرت مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور خلیفہ (ہجری سن ۹۱۱ سے ۹۹۸)

حضرت بہاؤالدین دلق پوش رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز ریسرچ اسکالر میمن تاریخ یحییٰ ہاشم باوانی مرحوم کا ایک تحقیقی مضمون کا ترجمہ

Late Yaya Hasham Bawani

میمن برادری ہر مذہب اور ہر نظریے کا احترام کرنے والی اور ہر کسی کے ساتھ جذبہ اخوت سے پیش آنے والی ایک مہذب برادری مت، سخاوت اور دوسروں کے کام آنے کے جذبے سے سرشار اس برادری نے زندگی کے ہر شعبے میں قابل فخر کارنامے انجام دیئے ہیں۔ انہی اوصاف کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانے والے اس قوم کے آباؤ اجداد کی زندگی کے حالات کا اگر آج ہماری نئی نسل سنجیدگی سے مطالعہ کرے اور ان عمدہ اصولوں کو اپنائے تو اپنی زندگی کو مثالی زندگی بنا سکتی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندہ جاوید اقوام کی صف میں ہم فخریہ مقام بھی حاصل کرسکتے ہیں

یہاں ہم میمن برادری کی ایک ایسی علم وعرفاں کے پیکر عظیم شخصیت سے آپ کو متعارف کرواتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سچے ولی اور عالم دین تھے۔ ولی اللہ انہیں کہتے ہیں جن کی زندگی بغیر غرض و غایت، بغیر تصنع، بغیر ریاکاری کے ہو۔ وہ صاف شفاف دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوں۔ صوفی انہیں کہتے ہیں جن کی زندگی حیات نبوی ﷺ کی پیروی میں بسر ہو۔ جن

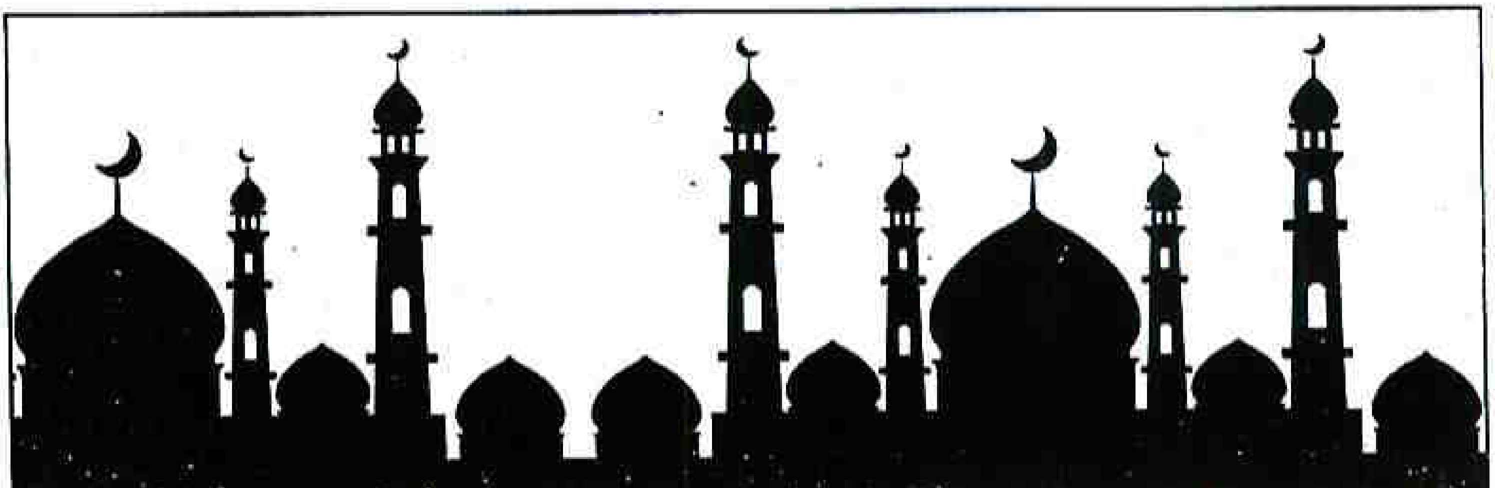

کا قول و فعل تعلیمات نبوی ﷺ پر مبنی ہے۔ جن کا سکوت فکر سے خالی نہ، جن کی نظر عبرت سے خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ولی سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے اور حق بات کہنے پر دنیا کی کسی بھی طاقت کے سامنے ذرہ برابر بھی نہیں جھکتے۔

حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ اللہ کے سچے ولی تھے۔ سندھ کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ (ہجری سن ۹۱۱ء سے ۹۹۸ء) کے مرید تھے اور ان کے خلیفہ بھی تھے۔ آپ علم حدیث، علم فقہ اور تصوف کا عمیق مطالعہ رکھتے تھے۔ وہ حافظ قرآن بھی تھے، ولی کامل بھی اور عالم دین بھی تھے۔ ان کی پیدائش دسویں صدی ہجری میں ایک میمن خاندان میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر میمن عبدالغفور سندھی نے اپنی سندھی کتاب ''ھک سو سندھی سپوت'' میں لکھا ہے کہ ان کی پیدائش عیسوی سن 1552ء میں ہوئی۔ سندھ کے دانشور سراج الحق میمن حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

سید عبدالقادر ٹھٹھوی نے عیسوی سن کے نصف اول (ہجری سن 1012ء) میں لکھی ہوئی کتاب جس کے ایک قدیم نسخے کو پیر حسام الدین راشدی صاحب نے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں اس موضوع پر ایک دوسری کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب کا نام ''رسالہ دلق پوش'' ہے (حدیقتہ اولیاء صفحہ نمبر 20) اس کتاب کے مصنف مخدوم حضرت بہاؤ الدین دلق پوش خود ہیں جو اس زمانے میں سندھ کے عظیم صوفی تھے۔ ابتداء میں انہوں نے حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کے ایک بزرگ سے فیض حاصل کیا تھا۔ بعد میں حضرت مخدوم نوح ہالائی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے مزید روحانی فیض حاصل کیا۔

سندھ کے شہر ہالا میں اکثریت میمنوں کی ہے۔ آج بھی اس شہر کے تقریباً سب میمن مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلے کے بزرگوں سے بیعت ہیں اور ان کے مرید ہیں۔ میں چند سال قبل ہالا گیا تھا تو یہاں کے بزرگوں اور تعلیم یافتہ لوگوں سے یہ معلومات حاصل ہوئی کہ بقول ان کے ''میمن حضرت مخدوم نوح کے ہاتھوں مسلمان ہوئے ہیں۔'' ہالا کے رہنے والے میمن جہاں بھی جاتے ہیں اپنے آپ کو ہالائی میمن کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہالا کے میمن شاعر اپنے آپ کو انجم ہالائی کے نام سے متعارف کرواتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ کے میمن اپنے آپ کو ہالائی میمن کہلاتے ہیں۔ اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کاٹھیاواڑ کے میمنوں کا آبائی وطن ہالا ہو۔ یہ ایک تحقیق طلب موضوع ہے۔

حضرت بہائو الدین کے میمن ہونے کے ثبوت :

(1) حضرت مخدوم نوح رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک دوسری کتاب ''دلیل ایمان ولارشاد التعلیم'' ہے جس کے مصنف غلام سول ہالائی ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر 130 اور صفحہ 219 پر حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ کو میمن لکھا گیا ہے۔

(2) مرحوم مخدوم زمان طالب المولی نے 1982ء میں اس مضمون کے مصنف کو ہاتھ سے تحریر شدہ چند صفحات بھیجے تھے جس میں کتاب ''سکینتہ الروح فی مخدوم نوح'' کا حوالہ دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ متذکرہ کتاب میں صفحہ نمبر 1157 سے لے کر 1174 تک حضرت بہاؤ الدین دلق پوش کی زندگی کے حالات درج ہیں جن میں ان کے میمن ہونے کا ثبوت صاف نظر آتا ہے۔ وہ اس کتاب میں درج ایک حکایت نقل کرتے ہیں: ''سندھ کے بلڑی گاؤں میں ایک دولت مند زمیندار رہتا تھا جس کا نام علی شاہ تھا۔ اس کو اپنی دولت پر بے حد غرور تھا۔ وہ اسی گاؤں میں رہنے والے ایک مسکین شخص سید عبدالکریم کو اذیت پہنچاتا تھا۔ ایک بار اس مظلوم شخص نے اپنے تکلیفوں کا ذکر حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ سے کیا اور اس زمیندار سے نجات دلانے کی التجا کی۔ حضرت دلق پوش رحمتہ اللہ علیہ نے اس شخص سے کہا کہ چلو آج میں تم کو اس سے نجات دلاتا ہوں۔ دونوں اس

زمیندار کے پاس گئے۔ زمیندار علی شاہ کے دماغ میں تکبر تھا۔ حضرت بہاؤالدین دلق پوش کے ساتھ اس غریب شخص کو دیکھ کر وہ نفرت آمیز انداز سے بول اٹھا "اے میمن کے بیٹے! تو کیا سمجھ کر اس شخص کی سفارش لے کر میرے پاس آیا ہے؟ حضرت بہاؤالدین دلق پوش کو زمیندار کے تلخ لہجے سے بے حد دکھ ہوا۔ جب زمیندار نے ان کی بات نہ مانی تو حضرت بہاؤالدین دلق پوشؒ نے اس غریب شخص کو دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ بھائی آپ فکر نہ کریں۔ دولت اب اس (متکبر) زمیندار علی شاہ کے گھر سے جاتی رہے گی اور آپ کے گھر میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔"

کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت دلق پوش کے الفاظ سچ ہوئے۔ زمیندار آہستہ آہستہ دولت سے محروم ہوتا گیا اور آخر بالکل تباہ و برباد ہو گیا جبکہ عبدالکریم کے خاندان اور ورثا آج بھی دولت مند ہیں۔

(3) سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد کے پاس قرآن حکیم کا فارسی ترجمہ ہے۔ جو حضرت مخدوم نوح نے کیا تھا۔ نسخے میں درج مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے مقالے میں یہ لکھا ہے کہ بہاؤالدین دلق پوشؒ کا تعلق میمن قوم سے تھا۔

حضرت بھائوالدین کا تاریخ ساز کارنامه : سندھ کے مشہور عالم دین مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کی رائے کے مطابق نئی تحقیق کے ذریعے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ برصغیر میں فارسی زبان میں سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ کرنے کا سہرا حضرت مخدوم نوح کے سر ہے۔ مذکورہ فارسی ترجمہ کی خطاطی کرنے کا اعزاز حضرت بہاؤالدین دلق پوش کو حاصل ہے۔

تاریخ نویس مولانا اعجاز الحق قدوسی اپنی کتاب "تذکرہ صوفیائے سندھ" میں لکھتے ہیں۔ "حضرت بہاؤالدین دلق پوشؒ" حضرت مخدوم کے اہم کاموں اور جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ ابتداء یہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی سے عقیدت رکھتے تھے۔ بعد میں حضرت میں مخدوم نوح کے حلقۂ عقیدت کے لوگوں سے متعارف ہو کر حضرت درویش جمعہ جاریجہ کے توسط سے حضرت مخدوم کی خدمت اقدس میں رہ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر ان کو یہ شرف بھی حضرت مخدوم نے بخشا کہ اپنے صاحبزادوں کا معلم مقرر فرمایا۔

حضرت بہاءالدینؒ اپنے وقت کا بڑا حصہ عبادت الٰہی میں صرف کرتے۔ اس کے بعد جو وقت ملتا وہ قرآن مجید، احادیث، کتب فقہ اور تصوف لکھنے میں گزارتے۔ یہاں تک کہ کھانا کھاتے ہوئے اور لقمہ چباتے ہوئے بھی وہ لکھنے میں مصروف رہتے۔ اس کے بعد جو وقت ملتا وہ قال اللہ و قال الرسول ﷺ میں صرف فرماتے۔ ایک کلام مجید رات میں اور ایک کلام مجید دن میں ختم کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں رات کو بعض اوقات تین کلام مجید سپارے معہ اپنے دیگر وظائف کے لوگوں کے سحری کے لئے اٹھنے سے پہلے ختم کرتے۔ تراویح میں بھی قرآن پاک کے پارے ختم کرتے تھے۔ حضرت بہاءالدین دلق پوش جب پہلی مرتبہ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا "کیا میں ہمیشہ باوضو رہوں" آپ نے ان کا سوال سن کر فرمایا "یہ آدمی عقلمندوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضو کے ہتھیار کا طالب ہے۔"

حدیث میں آیا ہے کہ الوضوسلاح المومن۔ اس دن کے بعد سے شیخ بہاءالدین کی یہ کیفیت رہی کہ وہ اکثر اوقات صبح کے وضو سے عشا کی نماز ادا فرماتے، اور تہجد کے وضو سے چاشت کی نماز ادا کرتے۔ (دلیل الذاکرین ص199)

ظالم و جابر لوگوں کے لئے بھی کہ جنہوں نے حضرت بہاءالدین دلق پوشؒ پر مظالم کئے، آپ نے کبھی بددعا نہ فرمائی۔ عہد جہانگیری میں شریف الملک ٹھٹھہ کا گورنر تھا۔ جب شہزادہ خرم دہلی سے اپنے باپ سے ناراض ہو کر ٹھٹھہ آیا تھا تو وہ حضرت بہاءالدین کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا اور آئندہ بادشاہ ہونے کے لئے دعا کا خواستگار ہوا۔ آپ نے آیت الکرسی لکھ کر شہزادہ خرم کو دی اور کہا کہ اپنے جھنڈے میں اس کو باندھ لے اور

فرمایا کہ دہلی کا تاج وتخت تمہارا مقدر ہو چکا ہے۔ کوئی تمہارا حریف نہیں بن سکتا۔

شہزادہ خرم کے ٹھٹھہ سے چلے جانے کے بعد شریف الملک نے ض اس بنا پر کہ آپ شہزادہ خرم سے ملے تھے، آپ کو قید کردیا اور آپ کے کتب خانے کو برباد کردیا۔ طرح طرح کی اذیتیں آپ کو پہنچائیں۔ آپ کے صاجزادوں اور عقیدت مندوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ حب کرامت ہیں اور ظالموں کے مقابلے میں کرامت کا ظاہر کرنا جائز ہے، ویسے بھی آپ علم سے کوئی ایسی صورت اختیار فرمایئے کہ یہ ظالم برباد ہوجائے اور آپ اس بے جا قید اور ذلت سے نجات حاصل کرسکیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا کہنا صحیح ہے۔ لیکن یہ ظالم اپنے ظلم سے میرے مقدر کے رزق میں ایک دانے کی کمی نہیں کرسکتا اور میرے ایمان میں سے ایک ذرہ کو بھی نہیں گھٹا سکتا، اس لئے یہ سب بے سود ہے، اس کے علاوہ اگر میں کسی کرامت سے اپنی عزت کو باقی بھی رکھوں تو یہ لوگوں میں شہرت کا سبب ہوگا اور شہرت اہل اللہ کے لئے آفت ہے۔ اس لئے اس معاملے کو اسی صورت سے رہنے دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت نکال دے۔ چنانچہ چند ہی دن میں آپ کی پیش گوئی کے مطابق شہزادہ خرم بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے دہلی کا بادشاہ ہوا اور شریف الملک تباہ و برباد ہوا۔ (دلیل الذاکرین)

ایک دفعہ حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تنہائی میں آپ سے طلب حق کے سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ۔آپ نے فرمایا، کہو۔ اگر کوئی تمہاری بات سمجھ سکتا ہے تو وہ اہل ہے اور اہل سخن ہے۔ کسی نکتہ کو محفوظ رکھنا مناسب نہیں، اور اگر کوئی تمہاری بات نہیں سمجھتا وہ نادان مثل دیوار کے ہے۔ اس کی تمہیں پروانہ ہونی چاہئے۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ بتادیجئے کہ اس زمانے میں کون سا ولی سدرۃ المنتہیٰ سے واقف ہے۔ فرمایا "تم نے تو درخت کے متعلق بات پوچھی، طلب حق سے اس کو کیا واسطہ ہے" (دلیل الذاکرین)

صاحب تحفۃ الطاہرین نے آپ کی عظمت بزرگانہ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت بہاؤ الدین گوڈریہ حضرت مخدوم نوح کے جلیل القدر مریدوں میں سے تھے۔ صاحب وجد و حال تھے۔ اکثر آپ پر استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ جب کبھی حلقہ سماع میں تشریف لاتے تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی اور اپنے اختیار سے باہر ہوجاتے۔ حضرت سید علی ثانی شیرازیؒ سے بھی آپ کی محققانہ ملاقاتیں رہتی تھیں۔

ایک دفعہ راستے سے گزر رہے تھے، ایک نوجوان کو دیکھا کہ کسی کے عشق میں مبتلا ہو کر حیران و پریشان راستے میں بیٹھا ہے، لوگوں کی بھیڑ اس کے گرد جمع ہے جو طرح طرح سے اس کو ملامت کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں اپنے اختیار میں نہیں ہوں۔ حضرت بہاؤ الدین دلق پوش نے اس کی بات سنی تو ایک نعرہ لگایا اور بے ہوش ہوگئے۔ تین روز تک آپ پر استغراق کی کیفیت رہی۔ آپ کا نعرہ سنتے ہی اس نوجوان کا عشق حقیقت میں تبدیل ہوگیا (تحفۃ الطاہرین ص 190)

حضرت بہاؤ الدین دلق پوشؒ کی تصانیف میں ایک رسالے کا پتہ چلتا ہے جس کی بعض روایتیں صاحب دلیل الذاکرین نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ یہ رسالہ آپ نے حضرت مخدوم کی سوانح اور مناقب پر لکھا تھا۔ (دلیل الذاکرین ص 190)

آپ کا مزار ٹھٹھہ کے مشہور قبرستان مکلی میں میاں متھا فقیر کے مزار کے برابر واقع ہے۔

حضرت بہائو الدین دلق پوش کی تصانیف : کہا جاتا ہے کہ حضرت بہاؤ الدینؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں لیکن اس وقت ان کی صرف ایک ہی کتاب رسالہ بہاؤ الدین دلق پوش موجود ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے مرشد حضرت مخدوم نوح کی اور اپنی زندگی کے حالات درج کیے ہیں۔ اس کتاب کا ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ مخدوم طالب المولیٰ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حضرت

مخدوم نوح نے اپنے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے بہاؤالدین دلق پوشؒ کو مقرر کیا تھا۔ حضرت دلق پوش خوش خط خطاط بھی تھے جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔

وفات: حضرت بہاؤالدین دلق پوش کی پیدائش کے متعلق کوئی حتمی معلومات نہیں مل سکیں البتہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ حضرت مخدوم نوح کے خلیفہ تھے۔ اندازہ ہے کہ حضرت بہاؤالدین دلق پوش کی پیدائش دسویں صدی ہجری میں ہوئی ہوگی۔ پیر حسام الدین راشدی مکلی نامہ کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین دلق پوش کا مزار ٹھٹھہ کے قریب پیر اصت کے قبرستان میں ہے جس کے کتبے پر حضرت بہاؤادین دلق پوش رحمتہ اللہ علیہ اک سن وفات ہجری سن 976ء درج ہے۔

ماخذ: اس مضمون کو تیار کرنے میں حسب ذیل کتب اور اشخاص کی رہنمائی حاصل ہوئی ہے۔

1)۔ ہالہ کے مشہور دانشور واجب الاحترام شخصیت حضرت مخدوم زمان طالب المولیٰ نے اپنے نجی کتب خانہ میں سے چند نمایاں کتابوں کے صفحات مجھے نقل کر کے بھجوائے جن کا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

2)۔ سندھی ادبی بورڈ کے سابق صدر مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور پیر حسام الدین راشدی نے سے مضمون کی تیاری میں میری جو رہنمائی کی ہے میں اس کا بھی شکر گزار ہوں۔ اس کے علاوہ حسب ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

3)۔ مکلی نامہ (سندھی) مرتب پیر حسام الدین راشدی

4)۔ ھک سو سندھ سپوت (سندھی) پروفیسر غفور میمن

5)۔ اساس سورٹھ و سندھ کے مصنف گل مانگرولی۔ مترجم: کھتری عصمت علی پٹیل

6)۔ تذکرہ صوفیائے سندھ (اردو) مولانا اعجاز الحق قدوسی

بشکریہ: روزنامہ ڈان گجراتی۔ سنڈے میگزین مطبوعہ 22 اپریل 1982ء

گجراتی سے ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل

اخباری تراشہ فوٹو کاپی بہ شکریہ: جناب عبدالعزیز عثمان ایدھی (مرحوم)

ایک دلچسپ اور تاثراتی تحریر

عید کی خوشی ۔۔ قلم کا وعدہ

میں نہیں چلوں گا.... جب تنگ آئے ہوئے قلم نے چلنے سے انکار کر دیا

گجراتی زبان کے سینئر و ممتاز قلمکار اور کالم نویس **جناب نسیم عثمان اوسا والا** (سابق ایڈیٹر میمن سماج)

اردو ترجمہ : کھتری عصمت علی پٹیل

Mr. M. Nasim Osawala

مختصر تعارف : جب کاٹن کے بزنس کی بات ہوتی ہے تو اس میں سر فہرست نام نسیم عثمان کا آتا ہے۔ آپ نے گزشتہ چار دہائیوں سے اوپر اس شعبے میں رہ کر ملکی اور بیرون ملک کاٹن کے شعبے میں منفرد اور امتیازی مقام بنایا ہے۔ کاٹن کے موضوع پر آپ کے لکھے گئے مقالات، سیمیناروں میں آپ کی شرکت آپ کے تجربے اور مہارت کی عکاسی کرتی ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا میں آپ کی کاٹن کے شعبے کی اہم رپورٹ اور احوال شائع اور نشر کی جاتی ہیں، ٹیکسٹائلز ملز کی سرکردہ شخصیات کا آپ کی گائیڈ لائن اور رہنمائی کے ہمیشہ سے معترف ہیں۔ آپ کو اب تک ملکی سطح پر صدارتی اعزاز نہیں دیا گیا ہے۔ مملکت خداداد پاکستان میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں یہ اعزاز دیا گیا ہے مثلاً ٹکٹ کلیکشن، ڈیری فارم کے شعبے میں، گائیکی، ادب، سماجی فلاح و بہبود، کھیل وغیرہ وغیرہ لیکن افسوس ''کاٹن'' کی فیلڈ میں نمایاں اور انفرادی حیثیت کی حامل شخصیت محترم جناب نسیم عثمان کی شخصیت کا نام صدارتی اعزاز کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا، یہ اعزاز ایک نہ ایک دن انہیں ضرور دیا جائے گا۔ آپ مقامی روزنامہ وطن گجراتی میں مستقل کاٹن بزنس کے شب و روز قلم بند کرتے ہیں۔ تاجروں کو آنے والی پیش رفتوں سے آگہی دیتے ہیں۔ آپ نے کراچی یونیورسٹی سے گریجویشن (بی کام) کیا۔ گزشتہ 45 سالوں سے کراچی کاٹن ایسوسی ایشن بروکر ایڈوائزری کمیٹی کے رکن ہیں۔ کاٹن ایسوسی ایشن کے 320 بروکرز کے قائم کردہ ادارے ''بروکرز فورم'' کے چیئرمین بھی ہیں۔ آپ فیڈریشن اینڈ انڈسٹری کی اسٹینڈنگ کمیٹی آف کاٹن اینڈ ٹیکسٹائلز کے معاون رکن ہیں۔

کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے ممبر ہیں۔ گزشتہ بیس سال سے وطن گجراتی میں ''کاٹن کے رنگ روپ'' کے عنوان کے تحت کالم قلم بند کرتے ہیں اور چالیس سالوں سے روزنامہ ڈان، روزنامہ بزنس ریکارڈر، روزنامہ جنگ، روزنامہ ایکسپریس، روزنامہ دی نیوز، جیو ٹی وی، اے آر وائی ٹی وی، آج ٹی وی، بزنس پلس ٹی وی، سی این بی سی ٹی وی میں کاٹن کے متعلق مذاکرات میں حصہ لیتے رہتے ہیں

اور انٹرویوز کرتے رہتے ہیں۔

آپ بانٹوا میمن جماعت کے ترجمان ماہنامہ میمن سماج کے کئی سالوں تک مدیر اعزازی کے فرائض انجام دے چکے ہیں، آپ نے اپنے دورِ صدارت میں ماہنامہ میمن سماج کراچی کا ضخیم اور یادگاری ''گولڈن جوبلی شمارہ'' شائع کر کے پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ کاٹن کے شعبے میں آپ کی گراں قدر خدمات پذیرائی کے قابل ہیں۔ جن کا قومی اور نجی پلیٹ فورم سے ہمیشہ برملا اعتراف کیا جاتا رہا ہے۔

ہمارے رب اور ہمارے خالق نے قلم میں جو قوت اور خوبیاں رکھی ہیں، ایسی صفات دوسری کس چیز میں نظر نہیں آتیں۔ انہیں اگر ہم ابدی قوتیں کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ دنیا کے ہر ملک اور معاشرے میں قلم نے ہی انقلاب برپا کیے ہیں اور اپنی تیزی اور کاٹ سے سوئے ہوئے لوگوں اور سوئی ہوئی قوموں کو بیدار کیا ہے۔ قلم ایک جرات مند اور نڈر آلہ ہے نہ یہ کسی سے دبتا ہے اور نہ ڈرتا ہے۔ یہ سچ لکھتا ہے اور سچ کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ معاشرتی برائیوں کی نشان دہی بھی کرتا ہے اور ان سے بچنے کے طریقے بھی بتاتا ہے۔ اس قلم کا کام مشکلات کے حل تجویز کرتا ہے۔ اگر قلم کا یہ سفر اسی طرح جاری رہے تو بہت سی مشکلات دور ہو سکتی ہیں اور معاشرے میں بہتری کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ مگر نڈر قلم اس وقت چلتے چلتے رک گیا جب اس کے سفر کے دوران مسلمانوں کے عظیم تہوار ''عید الفطر'' کا پڑاؤ آیا۔ کوشش کے باوجود بھی قلم نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ جب بھی اس سے چلنے کو کہا جاتا تو جواب ملتا: ''میں نہیں چلوں گا۔''

مگر میرے لیے یہ جواب نہایت حیران کن تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ کسی بھی معاملے یا موضوع پر قلم چلنے سے انکار کر دے۔ میں نے بار بار ضد کی اور اس سے کہا کہ اس عید کے موقع پر آخر تمہیں کیا برا لگ گیا جو تم نے چلنے سے انکار کر دیا۔ خوشی کے موقع پر قلم خوب پھول برساتے ہیں، قہقہے سنواتے ہیں اور ہر طرف خوشیوں کی برسات کرتے ہیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی معمولی سی وجہ ہوگی مگر جب قلم نے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ اپنے نہ چلنے کی وجہ بیان کی تو میں حیرت زدہ رہ گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور شدتِ جذبات سے آواز لرز رہی تھی۔ میرا قلم کہہ رہا تھا:

''اس وقت ہمارے معاشرے میں جو سنگین صورت حال نظر آ رہی ہے، یہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو چکا ہے۔ ہر طرف انسان درندے بنے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ انسانیت مر چکی ہے۔ مہنگائی غربت اور بے روزگاری عام انسان کا جینا محال کر دیا ہے۔ لوٹ مار قتل اور دہشت گردی کی وجہ سے معاشرے کا حسن اور رونق ختم ہو چکی ہے۔ ہر طرف موت، خوف اور دہشت کے آسیب پر پھیلائے بیٹھے ہیں۔ کرپشن، رشوت اور بدامنی عروج پر ہے جس سے عام لوگ ڈرے سہمے نظر آتے ہیں۔ معاشرے میں جگہ جگہ برائیاں جڑ پکڑی دکھائی دے رہی ہیں۔ یہ تو وہ سنگین حالات ہیں کہ میری سیاہی بھی سوکھ چکی ہے اور آپ مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں لکھوں!

ظاہر ہے آپ کی دلی خواہش یہ ہوگی کہ میں خوشی اور پیار کے قصے کہانیاں لکھوں میری نوک سے امیدوں کے پھول جھڑیں، پیار کی شمعیں روشن ہوں مگر اب میرے اندر وہ سیاہی نہیں رہی جس سے میں یہ سب لکھ سکوں۔ میں خشک ہو چکا ہوں بالکل اس طرح جس طرح کسی مایوس اور اداس وجے بس انسان کی آنکھیں رو رو کر خشک ہو جاتی ہیں۔ میں کچھ نہیں لکھوں گا۔ کیوں لکھوں؟ کس کے لیے لکھوں؟ اب تو لوگوں نے اپنے گریبانوں میں جھانکنا بھی بند کر دیا ہے اس لیے میں نے بھی پیار محبت کے گیت لکھنے بند کر دیے ہیں۔ میرا دل بالکل نہیں چاہتا کہ کوئی میری تحریر

پڑھے۔ اصل میں، میں نے ہمیشہ سچ لکھا ہے لیکن اگر اب میں سچ لکھ دیا تو آپ کا اور آپ کے معاشرے کا کیا ہوگا؟ اس معاشرے کے نام نہاد ٹھیکے دار مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس ''جرم'' اور اس ''جرات'' کی سزا مجھے اس طرح دیں کہ میرے وجود کو ہی کرچی کرچی کردیں۔ اس وقت میں اور میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اگر میں چل پڑا تو یہ تمام احساسات کاغذ پر منتقل ہو جائیں گے جس کے بعد پورا معاشرہ ان آنسوؤں کے سیلاب میں ڈوب جائے گا۔ اس لیے مجھے چلنے پر مجبور نہ کرو اور مجھے خاموش رہنے دو۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے معاشرے میں ایک نئی ابتری پھیل جائے۔ ویسے بھی اس ملک اور معاشرے کے حالات اس اسٹیج پر پہنچ چکے ہیں کہ ساری دنیا کے لوگ ہمیں حیرت اور افسوس سے دیکھ رہے ہیں بلکہ بہت سی اقوام تو ہمارا مذاق اڑا رہی ہیں، ہم پر تنقید کر رہی ہیں۔

میرا قلم یہ سب کہنے کے بعد ایک لمحے کو خاموش ہوا تو میں نے اپنے طور پر اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کی اور اس کو مخاطب کر کے عاجزی سے کہا: میرے دوست قلم! میری بات دھیان سے سنو! ''آج عید کا خوشیوں بھرا دن ہے اور یہ ایک اچھا موضوع ہے۔ دکھی لوگوں کے لیے اس میں پیار بھرا پیغام ہے عید کا دن رمضان کے روزے رکھنے والوں کے لیے خوشی کا دن ہوتا ہے۔ چونکہ اہل ایمان پورے ایک ماہ تک روزے رکھ کر آج اس کا انعام پاتے ہیں، خود کو جہنم سے آزاد کرواتے ہیں اس لیے اس دن دنیا بھر کے تمام مسلمان اپنے ہر طرح کے اختلافات کو بھلا کر آپس میں پیار محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنے معاشرے کے کمزور افراد کو اپنی خوشیوں میں شامل کر کے اپنے رب کو راضی اور خوش کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اسی لیے آج کے دن قلم بھی اپنا کمال دکھاتا ہے اور نفرتوں کو خوشیوں میں بدل کر بھائیوں کو شیر و شکر کر دیتا ہے۔''

نہ جانے یہ میری خوش قسمتی تھی یا میرے الفاظ کا سحر تھا کہ آخر کار قلم نے میری ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور اپنی خدمات حسب معمول انجام دینے کو تیار ہو گیا۔ قلم کا کہنا تھا کہ خوشی تنہا یا اکیلے کبھی نہیں منائی جاتی بلکہ یہ تو ہمیشہ اجتماعی طور پر ہی منائی جاتی ہے اور اصل خوشی اس وقت ہوتی ہے جب آپ کی خوشیوں میں معاشرے کے پسماندہ اور نادار لوگ شامل ہوں۔ قلم نے مطالبہ کیا کہ ہر فرد اپنی اس ذمہ داری کو نبھائے اور غریبوں کی فریادیں بھی سنے! اس کے بغیر عید کی سچی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر قلم نے یہ بھی مطالبات پیش کر دیئے:

☆ معاشرے میں انصاف پسندی اور خدا ترسی کو فروغ دینا ہوگا۔

☆ بے لوث خدمت گاری کو اپنا نصب العین بنا کر خلوص سے دکھی انسانیت کی خدمت کرنی ہوگی۔

☆ قلم شکوہ کرے گا تو اس شکوے کو تحمل کے ساتھ سن کر اس کا جواب دینا ہوگا۔

☆ معاشرے میں قلم کو اس کا حقیقی مقام دینا ہوگا اور اس کی بات سننی ہوگی۔

☆ عید کے موقع پر کوئی آنکھ نم نہ ہو، کوئی دل غم اور اداسی سے بھرا نہ ہو، اس کی مکمل ضمانت دینی ہوگی۔

قلم نے تو اپنی باتیں کرلیں مگر اب میری باری تھی۔ میں نے اس سے کہا: ''قلم! میرے دوست! تمہیں بھی قسم ہے کہ میری قوم کے بچوں اور بچیوں کو اپنی نوک سے کوئی دکھ یا تکلیف نہ دینا۔ اگر تم نے ان سے وہ باتیں کر ڈالیں جو مجھ سے کر چکے ہو تو وہ سب مایوس ہو جائیں گے۔''

اور قلم نے مجھ سے اس کا وعدہ کر لیا۔ (گجراتی تحریر مطبوعہ میمن سماج ''عید ایڈیشن'' ۔ شمارہ اگست 2012ء)

میمن برادری کی زبان

میمنی بولی

تحقیق و تحریر: ڈاکٹر منظور علی ویسریو، پروفیسر قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد

Mr. Dr. Manzoor Ali Veesrio

مصنف کا مختصر تعارف: ڈاکٹر منظور علی ویسریو 15 مئی 1977ء کو گاؤں حاجی احمد ویسریو تحصیل و ضلع ٹنڈو محمد خان سندھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم اپنے آبائی شہر سے حاصل کی۔ بی اے آنرز اور ایم اے سندھی سندھ یونیورسٹی جامشورو سے کیا۔ ایم اے سندھی میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن حاصل کر کے وائس چانسلر سے میڈل حاصل کیا۔ 21 مئی 2004ء میں قومی ادارہ برائے مطالعہ پاکستان قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں بطور لیکچر مقرر ہوئے اور بطور اسسٹنٹ پروفیسر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ گریرسن کی سندھی زبان پر تحقیق کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ عنوان پر مقالہ لکھ کر 2009ء میں ایم فل اور سندھی ادبی تاریخوں: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ (ادبی تاریخ نویسی کی روشنی میں) کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھ کر 2015ء میں شعبہ پاکستانی زبانیں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی نو کتب پاکستانی زبانوں میں لسانی اشتراک، ترقی پسند تحریک کے سندھی ادب پر اثرات، جمال ابڑو: شخصیت اور فن، شاہ عنایت شہید: شخصیت اور فن، علامہ اقبال: شخصیت اور فن (سندھی ترجمہ)، پھریوں قدم (پہلا قدم)، مطالعہ سندھی زبان، سندھی لوک کہانیاں (بہترین کہانیوں کا انتخاب۔ ترجمہ) اور آغا سلیم: شخصیت اور فن شائع ہو چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب پاکستانی زبانیں اور بولیاں انہوں نے انتہائی محنت اور لگن سے تحریر کی ہے۔

میمن برادری کی مادری زبان ''میمنی بولی'' ہے جو صحیح معنوں میں ایک زبان نہیں بلکہ ایک بولی ہے۔ میمن لوگ زیادہ تر کاٹھیاواڑ میں جا کر آباد ہوئے تھے اس لیے ان کی زبان کو کاٹھیاواڑی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بولی دراصل سندھی زبان کا محاورہ ہے اور آج بھی صوتیات، ساخت اور صرف و نحو کے لحاظ سے سندھی زبان کی مرہون منت ہے۔

ڈاکٹر غلام علی الانا کے مطابق: ''یہ لہجہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے میمن بولتے ہیں۔ میمن دراصل عرصہ دراز سے سندھ سے ہجرت کر کے کاٹھیاواڑ میں آباد ہو گئے تھے اور وہاں پر سندھی زبان کو روزمرہ استعمال میں لانے لگے۔''

ڈاکٹر عبدالمجید میمن سندھی اپنے مضمون کاٹھیاواڑی میمنی محاورے کا لسانی جائزہ میں لکھتے ہیں کہ: ''کاٹھیاواڑی میمن آپس میں جو زبان

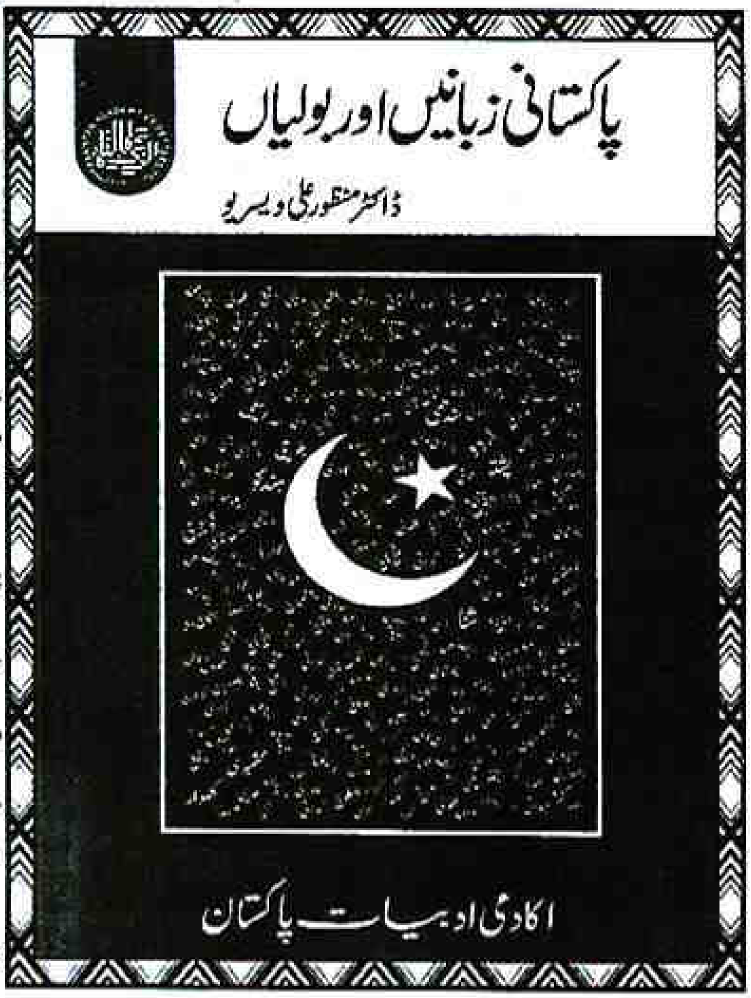

بولتے ہیں، اس کو کاٹھیاواڑی یا میمنی کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی جدا زبان نہیں ہے لیکن اصل میں سندھی زبان کا ہی ایک محاورہ ہے جس پر گجراتی زبان اور کچھ دیگر زبانوں کے گہرے اثرات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کاٹھیاواڑی میمن کا اپنی قدیم بولی اور ثقافت کے ساتھ پیار کا جذبہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اپنی اصل بولی کو ہر حال میں محفوظ رکھا ہے۔

صدیوں تک اپنے اصل وطن سے باہر دیگر زبانیں بولنے والوں کے درمیان رہنے کے باوجود اپنی زبان کو نہیں چھوڑا۔ وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں گئے، مگر اپنے گھر میں، اپنے سماج اور برادری میں اپنی زبان کو ہی رائج رکھا۔ نہ فقط اتنا مگر صدیوں گزرنے کے بعد بھی اس کی ساخت، الفاظ، صوتیات اور صرف ونحو میں کوئی نمایاں فرق آنے نہیں دیا۔ زبان تو ایک مثل دریا ہوتی ہے، جس میں وقت اور حالات کے مطابق تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ میمنی لہجے میں بھی اصل بولی کے برعکس کچھ فرق ضرور آیا ہے، مگر اس لہجے نے کوئی ایسی تبدیلی قبول نہیں کی ہے جو اس کو سندھی زبان سے بالکل علیحدہ کر کے ایک نئی زبان کی صورت دے۔ نہ فقط اتنا بلکہ میمنی لہجے میں قدیم سندھی زبان کے قدیم آثار ملتے ہیں جو ہمیں سندھی زبان کے لسانی مطالعہ میں مدد دیتے ہیں۔"

وہ مزید لکھتے ہیں کہ "میمن لوگ چونکہ لاڑ (جنوبی سندھ) کے علاقوں ٹھٹھہ، ہالہ وغیرہ سے نقل مکانی کر کے گجرات کی طرف گئے تھے، اس لیے میمنی بولی اصل میں لاڑی محاورے سے ہی تعلق رکھتی ہے اس میں لاڑی محاورے کی خصوصیات موجود ہیں۔ اس کے ساتھ اس پر کچھی زبان کے محاوروں کا بھی اثر ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر محاورے پر ان زبانوں کا اثر پڑا ہے، جن سے وہ محاورہ تعلق میں رہتا ہے۔ میمنی بولی چونکہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے دوسرے علاقوں میں رہائش پذیر میمن لوگ بولتے تھے، اسی لیے سندھی زبان کے اس محاورے پر گجراتی زبان اور راجستھان کی زبان کا کچھ قدر اثر پڑا۔"

میمنی بولی کیسے وجود میں آئی؟ اس حوالے سے ڈاکٹر اسماعیل موسٰی کچھ یوں بیان کرتے ہیں: "گجرات، کچھ اور کاٹھیاواڑ میمن کمیونٹی کے لیے کوئی نئی جگہ نہیں تھی۔ سندھ اور گجرات کا تعلق قدیم دور سے رہا ہے۔ گجرات کا کچھ حصہ سندھ کی حدود میں شامل تھا۔ سندھ کے ہندوؤں کا ان علاقوں میں تجارت کی وجہ سے آنا جانا رہتا تھا۔ ان ہندوؤں میں بنیئے بھی شامل تھے۔ اسی طرح ان علاقوں کے باشندوں میں ذہنی ہم آہنگی کا ہونا فطری امر تھا۔ اسی لیے ہندو میمنوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد ان علاقوں میں ہجرت کی تو ان لوگوں میں ذہنی ہم آہنگی پہلے سے موجود تھی۔ سندھی زبان اور گجراتی زبان میں میل جول ہونے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سندھی زبان پر گجراتی اثر ہونا شروع ہوا۔ ان زبانوں کے آپس میں میل جول کی وجہ سے میمن کمیونٹی کی اپنی بولی میمنی وجود میں آئی۔"

میمن برادری زیادہ تر کراچی، حیدرآباد، سکھر اور میر پور خاص میں آباد ہے۔ میمنی بولی بولنے والوں کی تعداد تقریباً 18 لاکھ ہے۔ اس کا تعلق ہند آریائی خاندان سے ہے۔ اس کے دو بڑے لہجے ہیں کاٹھیاواڑی میمنی اور سندھی میمنی۔ یہ گجراتی، اردو اور رومن حروف تہجی میں لکھی جاتی ہے۔ میمنی یا کاٹھیاواڑی ادبی لحاظ سے بھی شاہوکار ہے۔ اس میں گیت، شادی بیاہ کے گانے، لوک قصے، ضرب الامثال، قدیم و جدید شاعری بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ ڈرامے اور دیگر اصناف پر بھی طبع آزمائی ہو رہی ہے۔ میمنی بولی میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے جو گجراتی قلمکار، مورخ ابراہیم شہباز مرحوم نے کیا۔ اب میمنی بولی میں شعر و ادب بھی تخلیق ہو رہا ہے۔

نمونہ

میمنی بولی نظم --- پروفیسر محمد اقبال میمن پانکھانیاں

میمنی برادری جی پہچان، ان جی آن، ان جی شان — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی
آؤں بولاں، آئیں بولو، بدھے بولن — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی
عظمت واری، عزت و اری، محبت واری — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی
احترام واری، اخلاق واری، ثقافت واری — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی
ہے دادا جی یاد، برادری جو اتحاد، علم جی روشنی جی شمع — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی
آخر میں دعا آہے کہ سدا جئے سدا جئے سدا جئے — میمنی بولی، میمنی بولی، میمنی بولی

حوالہ جات:

1- کھتری عصمت علی پٹیل کا مضمون میمنی بولی۔
2- ڈاکٹر غلام علی الانا ثقافتی ورثو کنڈیارو روشنی پبلی کیشن 1999ء ص 130۔
3- عبدالمجید میمن سندھی مقالہ کاٹھیاواڑی میمنی محاورے کا لسانی جائزہ مشمولہ مقالہ مرتبین، عبدالجبار جونیجو، محمد قاسم بھگیو، بین الاقوامی سندھی ادبی کانفرنس جامشورو سندھ، شعبہ سندھی سندھ یونیورسٹی فروری 1988ء ص 11۔
4- لسانیات پاکستان اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان 1992ء ص 275۔
5- ڈاکٹر اسماعیل موسیٰ مقالہ میمنی زبان کا تاریخی پس منظر مشمولہ گنجُھر، تحقیقی جرنل جامشورو شعبہ سندھی سندھ یونیورسٹی شمارہ پندرہ 2012ء ص 147۔

کتاب: پاکستانی زبانیں اور بولیاں
مصنف: ڈاکٹر منظور علی ویسریو۔ مطبوعہ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد
سن اشاعت: 2021ء

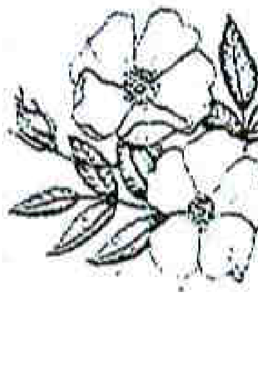

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی چھ باتیں

ایک دفعہ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: ''مجھے کوئی ایسی نصیحت کریں جس پر عمل کروں تو میرا کوئی فعل مجھے نقصان نہ پہنچائے۔''

ابراہیمؒ: اگر تو میری چھ باتوں پر عمل کرے تو اس کے بعد تو جو کچھ کرے گا وہ تجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔

شخص: بتائیں، میں عمل کروں گا۔

(1) ابراہیمؒ: پہلی بات یہ ہے کہ جب تو گناہ کرے تو اللہ کا رزق نہ کھانا۔

شخص: رازق تو صرف اللہ ہی ہے تو پھر میں کس کا رزق کھاؤں؟

ابراہیمؒ: یہ بات نامناسب ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرے اور پھر اسی کا رزق کھائے۔

(2) شخص: دوسری بات؟

ابراہیمؒ: جب دل گناہ پر مائل ہو تو گناہ کرنے کے لئے اس کے ملک سے باہر چلے جانا۔

شخص: مشرق و مغرب اور شمال و جنوب، ساری کائنات کا مالک تو اللہ ہی ہے، میں اس کے ملک سے باہر کہاں جا سکتا ہوں؟

ابراہیمؒ: یہ بات اچھی نہیں کہ تو اس کے ملک میں رہے اور اس کی نافرمانی بھی کرے۔

(3) شخص: تیسری بات؟

ابراہیمؒ: جب تو گناہ کرنا چاہے تو ایسی جگہ کر جہاں اللہ تجھے نہ دیکھے۔

شخص: وہ تو حاضر و ناظر ہے، دل میں چھپی باتوں تک کو جانتا ہے، ایسی کونسی جگہ ہے جہاں اس کی نظر نہ ہو؟

ابراہیمؒ: یہ بہت بری بات ہے کہ تو اسے حاضر و ناظر بھی مانے اور پھر بھی بے دھڑک گناہ کرے۔

(4) شخص: چوتھی بات؟

ابراہیمؒ: جب موت کا فرشتہ تیری روح نکالنے کے لیے آئے تو اسے کہہ دینا کہ ''مجھے توبہ کرنے کی مہلت دے۔''

شخص: موت کا وقت تو مقرر ہے اس لئے وہ میری بات کیوں مانے گا؟

ابراہیمؒ: اگر تم فرشتہ اجل سے توبہ کے لئے مہلت حاصل نہیں کر سکتے تو حاصل وقت کو غنیمت جانتے ہوئے توبہ کیوں نہیں کر لیتے؟

(5) شخص: پانچویں بات؟

ابراہیمؒ: جب تیرے پاس منکر و نکیر آئیں تو ان کو اپنے پاس سے دور کر دینا۔

شخص: مجھ میں اتنی قوت کہاں؟

ابراہیمؒ: اگر یہ قوت نہیں رکھتا تو ان کے سوالوں کے جواب دینے کی تیاری کر۔

(6) شخص: چھٹی بات؟

ابراہیمؒ: روزِ حساب جب حکم ہوگا کہ گناہ گاروں کو دوزخ میں لے جاؤ تو اس وقت کہنا کہ میں نہیں جاتا۔

شخص: میرے کہنے سے کیا ہوگا، وہ تو مجھے زبردستی گھسیٹ کر لے جائیں گے۔

ابراہیمؒ: اگر تو یہ بات سمجھتا ہے تو پھر گناہ سے باز کیوں نہیں آ جاتا؟

شخص: میں آپ کی باتوں پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔

حضرت ابراہیمؒ بن ادھم کی ان باتوں میں گناہ سے بچنے کا پورا سامان ہے، منطق ہے اور دلیل ہے مگر صرف ان لوگوں کے لئے جو عقل و شعور رکھتے ہیں۔ چھ باتیں بتانے کے انداز میں دعوت و تبلیغ کے لئے درکار حکمت بھی ہے۔

9 مئی عالمی یوم Thalassemia

آل پاکستان میمن فیڈریشن کا مشن اور وژن

2022 - 2023ء تک میمن برادری سے

Thalassemia کے مرض کا خاتمہ

سینئر قلمکار کھتری عصمت علی پٹیل کے قلم سے

Thalassemia کا مرض ایک ایسا مرض ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے بے حد خطرناک ہے۔ اگر اس پر فوری توجہ نہ دی گئی اور اس کے تدارک کے لیے بروقت اقدامات نہ کیے گئے تو بہت جلد ایسے ایسے پیچیدہ مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے جو موجودہ اور آنے والی نسلوں کے تحفظ اور ان کی سلامتی اور بقا کے لیے سنگین نتائج کے حامل ہوں گے۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ Thalassemia خون کی ایک ایسی بیماری ہے جو اگر ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو ہو تو ان کے پیدا ہونے والا بچہ یقینی طور پر اس مرض کا حامل ہوگا۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ Thalassemia کی دو قسمیں ہیں، ایک Thalassemia مائنر اور دوسری Thalassemia میجر۔ Thalassemia مائنر تو اپنے نام کی طرح Minor ہی ہے اور زیادہ سنگین نتائج کی حامل نہیں مگر Thalassemia میجر کافی خطرناک ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے آنے والی نسلوں کے لیے خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

دوسری کئی برادریوں نے اس مرض پر خصوصی توجہ دی ہے اور اپنی اپنی برادری کے نوجوان بچوں اور بچیوں کو اس خطرناک بیماری سے بچانے کے لیے خصوصی پروگرام بنائے ہیں، خصوصی حفاظتی اقدامات کیے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان برادریوں سے اس بیماری کا خاتمہ ہوگیا ہے اور اس کے سب افراد خصوصاً شادی شدہ جوڑے اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگئے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ آپ کی اپنی برادری میمن برادری کو ہمیشہ سے ہی ایسے دردمند لیڈر اور پرخلوص سماجی رہنماؤں کا ساتھ حاصل رہا ہے جنھوں نے اس برادری کے ہر فرد کی بہبود اور بھلائی کے لیے دل سے کوششیں کی ہیں، ان کے تحفظ اور سلامتی کے لیے دل وجان سے اقدامات کیے ہیں اور ان کے ہمیشہ اچھے نتائج بھی نکلے ہیں۔ آج میمن سماجی رہنماؤں کی کوششوں کی وجہ سے آپ کے بے شمار مسائل حل ہوئے ہیں اور بے شمار مسائل اٹھنے سے پہلے ہی ختم ہوگئے ہیں۔

میمن برادری کے ایسے ممتاز رہنماؤں میں آل پاکستان میمن فیڈریشن کے صدر جناب محترم محمد حنیف موٹلانی بھی شامل ہیں اور فیڈریشن کے سیکریٹری جنرل جناب محمد فیصل ابوبکر کھاناں علاوہ میمن فیڈریشن کے تمام عہدیداران اور میمن فیڈریشن کے ہیلتھ بورڈ کے چیئرمین جناب ڈاکٹر پروفیسر عبدالغفار بلو، نائب چیئرمین ہیلتھ بورڈ جناب ڈاکٹر محمد طفیل باوا، سیکریٹری ہیلتھ بورڈ جناب محمد شعیب غازیانی اور ہیلتھ بورڈ کے تمام اراکین کی صحت عامہ کی کوششوں میں خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ ان تمام حضرات نے برادری سے ایک عہد کیا ہے، ایک وژن اور ایک مشن مقرر کیا ہے، وہ یہ کہ ''2022 - 2023ء تک پوری میمن برادری سے Thalassemia کا خاتمہ'' اس بیماری کو جڑ سے ختم کرنا ہے اس کا مکمل طور پر قلع قمع کرکے برادری کے نوجوانوں کو مکمل تحفظ دے کر آنے والی نسلوں کو مذکورہ بیماری کے موذی مرض سے مکمل طور پر تحفظ فراہم کرنا ہے۔ میمن

فیڈریشن کے صدر جناب محمد حنیف موٹلانی اور سیکریٹری جنرل جناب محمد فیصل ابوبکر کھانانی علاوہ دیگر تمام عہدیداران کے ساتھ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفار بلو (چیئرمین ہیلتھ بورڈ میمن فیڈریشن) نے بھی یہ عزم کر رکھا ہے کہ ان موجودہ عہدیداران کی مدت (ٹینور) کے دوران برادری کے ہر ایک فرد تک رسائی حاصل کر کے اس کو شعور و آگہی دیں گے، اس مرض کی سنگین نوعیت سے آگاہ کریں، Awareness دیں گے، ضروری مشورے، ہدایات اور ہر طرح کی رہنمائی دیں گے اور اس بیماری کے حوالے سے تمام لازمی معلومات فراہم کرنے کے لیے ہر طرح کے چھوٹے بڑے پروگرام منعقد کریں گے، سیمینارز اور ورکشاپس کا اہتمام کریں گے اور اپنے اس اہم مشن کے لیے دل و جان سے کام کریں گے۔

اب میمن برادری کا فرض ہے، پوری برادری اور برادری کے ہر ایک فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس اہم مشن میں اپنے ذمے دار حضرات کا ساتھ دے، ان کے ساتھ تعاون کرے اور جن چیزوں سے منع کرنے کو کہا گیا ہے۔ ان کے قریب بھی نہ جائیں۔ اس ضمن میں جو بھی رکاوٹ یا پریشانی پیش آئے اس کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کریں اور 2022 - 2023ء تک میمن برادری سے Thalassemia کے خاتمے کے مشن میں اپنے بڑوں کا ساتھ دیں۔ یہ آپ سب کی ذمہ داری ہے۔

آل پاکستان میمن فیڈریشن

غلط رسم و رواج کے خاتمے کے لئے میمن فیڈریشن کے منظور شدہ اور جماعتوں کے تسلیم شدہ چھ سماجی ضابطے

ملک میں آج کے مہنگائی کے دور میں دن بہ دن جو فضول رسمیں برادری میں رائج ہوگئی ہیں اس سے غریب اور متوسط طبقوں کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے موقع پر برادری کے ہر فرد کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان ناگفتہ اور کٹھن حالات میں میمن فیڈریشن کے منظور شدہ اور جماعتوں کے تسلیم شدہ مندرجہ ذیل چھ سماجی ضابطوں پر پوری طرح عمل پیرا ہوں۔

1- دلہن کو جو جہیز دیا جاتا ہے اس کی تشہیر کے لئے کسی قسم کی تقاریب یا محفل منعقد نہ کی جائے یا کسی اور طرح سے نمائش نہ کی جائے۔

2- شادی کی رسم صرف مسجد میں ادا کی جائے۔ دوسری کسی جگہ یہ تقریب ادا نہ کی جائے۔

3- ختنہ کے موقع پر کسی قسم کی تقاریب، جلسہ یا محفل منعقد نہ کی جائے۔

4- شادی یا اسی قسم کے دوسرے موقع پر آل پاکستان میمن فیڈریشن کی طرف سے منظور شدہ شادی کارڈ استعمال کیے جائیں کسی قسم کے ڈیکوریشن یا پلاسٹک کوٹیڈ کے بغیر سادے ایوری کارڈ استعمال کیے جائیں۔

5- منگنی، شادی یا اسی قسم کے مواقع پر ورائٹی پروگرام یا فلم شو یا اسی قسم کی دوسری محفل پر پابندی ہے۔

6- زیارت، سوئم یا قرآن خوانی مسجد میں رکھی جائے۔ عورتوں کے لئے قرآن خوانی سوگوار خاندان کے گھر پر بعد دوپہر رکھنے کی سفارش کی جاتی ہے۔

سفر آخرت

سفر کی گھڑی... سر پہ کھڑی

فکر انگیز تحریر: حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف حضرت امام غزالیؒ: مشہور مسلمان مفکر حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی تھے۔ امام غزالیؒ خراسان کے ضلع طوس میں ۴۵۰ ہجری مطابق ۱۰۵۸ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پڑھے لکھے نہ تھے۔ وہ سوت بیچا کرتے تھے۔ امام غزالی کم عمری میں ہی یتیم ہوگئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد جوجان پہنچ کر امام ابو نصر اسماعیلی سے پڑھنا شروع کیا۔ امام غزالیؒ کے زمانے میں اسلامی ملکوں میں علوم وفنون کے دریا بہہ رہے تھے۔ خاص طور پر دو شہر علم وحکمت کے مرکز تھے۔ ایک نیشاپور اور دوسرے بغداد۔ امام صاحب نے چند نوجوانوں کے ساتھ نیشاپور کا رخ کیا اور امام الحرمین کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے جو مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس تھے۔ امام غزالیؒ نے یہاں اتنی محنت سے علم حاصل کیا اور دینی علوم کے علاوہ منطق اور فلسفے پر بھی عبور حاصل کیا کہ خود ان کے استاد امام الحرمین کہا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں غزالی دریائے زخار (بھرا ہوا دریا) ہے۔

لیکن جب تک استاد زندہ رہے امام غزالیؒ ان کی صحبت سے الگ نہیں ہوئے، مگر جب ۴۷۸ ہجری میں ان کا انتقال ہوگیا تو امام صاحب نے نظام الملک کے دربار کا رخ کیا۔ نظام الملک امام صاحب کا ہم وطن اور ملک شاہ سلجوق کا وزیر تھا۔ وہ خود بھی علم والا اور عالموں کا قدردان تھا۔ وہ امام صاحب کے علم وفضل سے بہت متاثر ہوا اور ان کو مدرسہ نظامیہ بغداد کا صدر مدرس بنا دیا۔ اس وقت امام صاحب کی عمر 34 سال تھی۔ اتنی کم عمری میں یہ عزت اور مرتبہ کسی اور عالم کو حاصل نہیں ہوا۔

امام غزالی نے بڑی عمر نہیں پائی لیکن 55 سال میں انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ بعض لوگوں نے حساب لگایا ہے کہ اگر اوسط نکالا جائے تو روزانہ 16 صفحات ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے جن علوم میں کتابیں تصنیف کیں ان میں فقہ کلام، اخلاق اور تصوف شامل ہیں۔ ان کی سب سے مقبول کتاب ''احیاء العلوم'' ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دل پر عجب اثر ہوتا ہے۔ اس میں امام صاحب نے وعظ اور حکمت دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے اور یہ کتاب عام فہم ہونے کے باوجود فلسفہ وحکمت کے معیار سے گرنے نہیں پائی ہے۔ امام غزالی کی لکھی ہوئی کتابوں کا ایک مدت تک یورپ میں بھی چرچا رہا اور بہت سے مشہور مصنفین نے امام صاحب کی کتابوں کی شرحیں لکھیں ۵۰۵ ہجری ۱۱۱۱ عیسوی میں اس عظیم مفکر، مصلح اور مجدد نے انتقال فرمایا۔ (تعارف: بشکریہ ہمدرد نونہال شمارہ ستمبر 1984ء)

موت بڑی ہولناک حقیقت ہے اور موت کے بعد کے واقعات تو اور بھی خوفناک ہیں۔ اور ان کا ذکر کرنا اور یاد رکھنا دنیا کی خواہش کو مٹاتا ہے اور اس کی محبت کو دل سے نکال دیتا ہے۔ دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی بنیاد ہے پس جب دنیا سے نفرت ہوگئی تو سب کچھ مل گیا۔ اور دنیا سے نفرت اس وقت ہوگی جب موت کا خیال ہوگا کہ عنقریب ہم پر کیا آفت آنے والی ہے۔ فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال دو اور دل کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کو یاد کرو۔ دل میں اپنے دستوں اور عزیز واقارب کا تصور کرو جو دنیا

سے چلے گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں یہ لوگ کیسی کیسی امیدیں اور خواہشات اپنے ساتھ لے گئے لالچ نے ان میں اپنا کتنا زور دکھایا؟ جاہ و مال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں مگر آج وہ سب خاک میں مل گئے اور منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ کوئی شخص ان کا کبھی نام بھی نہیں لیتا۔ اسکے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب خاک ہوگئے، گل گئے، سڑ گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے اس کے بعد ان کے اعضا میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوگئی ہے جو کبھی چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی۔ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے۔ دیکھنے والی آنکھیں اور ان کے خوبصورت حلقے کسی کیڑے کی خوراک بن گئے۔ غرض اس طرح دھیان کرو گے تو سعید بن جاؤ گے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔“

افسوس کہ ہم موت جیسی خوف ناک چیز سے غافل ہیں۔ اس زمین پر جسے اپنے پاؤں سے روندر ہے ہیں ہم سے پہلے سینکڑوں آئے اور چل دیئے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے۔ موت کا خطرناک سفر سر پر کھڑا ہے۔ مگر ہمیں کچھ پروا نہیں۔ اگر یہ جہالت دور ہو تو موت کا دھیان آئے۔ رسول مقبول ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نصیحت فرمائی تھی: ”صبح ہو تو شام کی فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ اور دنیا میں آئے ہو زندگی میں موت کا سامان اور تندرستی میں موت کی فکر کرو

اے! عبداللہ کیا خبر ہے کہ کل تمہارا کیا نام ہوگا۔ یعنی زندہ ہوگا یا مردہ۔“

جس شے کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، اس کی فکر تو ہر وقت ہونی چاہیے پس اپنی امیدوں پر خاک ڈالو اور آرزوؤں کو بڑھنے نہ دو۔ اللہ جانے لمحوں میں کیا ہوتا ہے، حضرت اسامہؓ نے سو دینار میں دو مہینہ کے وعدے پر ایک کنیز خریدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اسامہؓ کی حالت پر تعجب کرو کہ زندگی کا بھروسہ ایک دن کا بھی نہیں اور اس نے دو مہینہ کے وعدے پر کنیز خریدی ہے۔ اللہ کی قسم کہ میں نوالہ منہ میں رکھتا ہوں اور یقین نہیں کرتا کہ حلق سے نیچے اترے گا۔ ممکن ہے نوالہ کھاتے ہی اُچھو لگ جائے پھندا لگ جائے اور دم نکل جائے۔ لوگو اگر تمہیں عقل ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں حضرت محمد ﷺ کی جان ہے جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور جو آنے والا ہے وہ بہت قریب ہے اگر تم کو جنت میں داخل ہونے کی خواہش ہو تو دنیا کی لاحاصل امیدوں کو کم کر دو اور موت کو ہر وقت یاد رکھو اور اللہ سے شرماؤ جیسا کہ شرمانے کا حق ہے انشاء اللہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“ (ماخوذ از: تبلیغ دین)

بشکریہ ماہنامہ میمن سماج کراچی۔ مطبوعہ شمارہ جون 1966ء

میمن بولی، مٹھی بولی، پانجے
گھر میں میمنی بولی بولنی کھپے

پانجو اتحاد پانجی ترقی نے
خوشحالی جو ضامن آیئے

ایک اہم گجراتی تاریخی مقالے کا پہلی بار اردو ترجمہ

اوراق گم گشتہ

میمن برادری: ایک تاریخی پہلو۔ایک دلچسپ تحقیق

ریسرچ اسکالر تاریخ میمن ابراہیم شہباز مرحوم، سابق چیف ایڈیٹر وطن گجراتی اور ڈان گجراتی

اردو ترجمہ : کھتری عصمت علی پٹیل

Late Ibrahim Shahbaz

مقالہ نگار کا مختصر تعارف : ممتاز قلمکار، مورخ اور ڈان گجراتی کے سابق چیف ایڈیٹر ابراہیم شہباز (مرحوم) 2 مئی 1924ء کو پیدا ہوئے تھے۔ان کا پورا نام ابراہیم حاجی محمد پٹیل تھا اور تخلص شہباز تھا۔ابتدائی تعلیم اٹاری کے انجمن اسلام ہائی اسکول سے حاصل کی۔آپ نے اٹاری کے علاوہ ”بے تول“ احمد نگر اور مہاراشٹر کے قصبے بیلا پور میں کپڑے اور کریانے کا کاروبار کیا اور ساتھ ہی تعلیم بھی حاصل کی۔قیام پاکستان کے بعد ابراہیم حاجی محمد پٹیل (شہباز) کے خاندان نے کالاواڑ سے 16 نومبر 1947ء میں پاکستان ہجرت کی مگر خود ابراہیم شہباز 25 مارچ 1948ء میں پاکستان آئے۔

ان کا خاندان پہلے سکھر میں آباد ہوا۔اس لئے آپ بھی سکھر میں ہی رہائش پذیر ہوگئے اور وہاں 1948ء سے 1954ء تک کپڑے کا کاروبار کرتے رہے۔اس کے بعد کراچی چلے آئے اور جون 1961ء میں کوچنن والا مارکیٹ کے باہر کپڑے کی دکان کھولی۔آپ کا تعلق ہالاری میمن جنرل جماعت سے تھا۔ہندوستان میں اپنی جماعت کے جوائنٹ سیکریٹری بھی رہے۔ابراہیم شہباز نے پاکستان آکر ہالاری میمن جنرل جماعت کے سماجی کاموں میں حصہ لیا۔20 فروری 1951ء میں ورکنگ کمیٹی کے رکن بنائے گئے۔جولائی 1965ء تک اس کمیٹی کے ممبر رہے۔اس کے بعد اعزازی جوائنٹ سیکریٹری مقرر کیے گئے تھے۔

ابراہیم شہباز نے دو شادیاں کی تھیں۔پہلی شریک حیات کی رحلت کے بعد دوسری شادی اکتوبر 1945ء میں کی جن سے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ابراہیم شہباز کو گجراتی ادب سے لگاؤ تھا اور قلمکاری کا شوق بھی تھا اس لئے صحافت کی طرف مائل

ہوئے۔1968ء میں روزنامہ وطن میں چند ماہ کام کرنے کے بعد اسی سال اگست میں ڈان گجراتی۔سے وابستہ ہوگئے۔1992ء میں نور بھائی کے انتقال کے بعد اس اخبار کے چیف ایڈیٹر کا عہدہ ان کے سپرد کیا گیا۔ابراہیم شہباز نے 1957ء میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر القرآن کی پہلی جلد کا گجراتی زبان میں ترجمہ کیا۔اس کے علاوہ مفتی محمد شفیع کی تصنیف خاتم الانبیاء کو گجراتی زبان میں منتقل کیا۔

اس کے بعد حکیم محمد سعید شہید کی مشہور کتاب "سب سے بڑے انسان ﷺ" کو گجراتی زبان میں ترجمہ کرانے طباعت کے تمام امور کھتری عصمت علی پٹیل نے بہ خیر وخوبی انجام دیئے۔نظر ثانی کا فریضہ روزنامہ ملت کے چیف ایڈیٹر جناب انقلاب ماتری نے انجام دیا۔جناب اختر ایل ایل بی اور مرحوم شہباز نے "حج کیوں اور کس طرح" کے عنوان سے گجراتی زبان میں حجاج کرام کے لئے ایک مفید کتاب قلمبند کی۔اس کے علاوہ حاجی یوسف عبدالکریم نوی والا کی دستاویزات کو مرتب کرکے "دھوراجی نا میمنو" نامی کتاب تیار کی۔آپ میمن برادری کے مورخ کی حیثیت سے مشہور تھے گذشتہ کئی ماہ سے گجراتی زبان میں ماہنامہ میمن عالم کے لئے میمن تاریخ پر تحقیقی اور معلوماتی مضامین قلمبند کررہے تھے۔اس کے علاوہ چھ ماہ سے قرآن مجید شروع کے پانچ پاروں کا میمنی زبان (گجراتی رسم الخط) میں ترجمہ اور مفہوم بھی قلمبند کیا تھا۔ابراہیم شہباز نے عزیز واقارب اور دوست احباب سوگوار چھوڑے ہیں۔آپ کی رحلت پیر 12 جون 2000ء کو حرکت قلب بند ہوجانے سے ہوئی۔گجراتی صحافت میں ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے۔آپ کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی۔(مترجم)

ابتداء و آغاز: میمن تاریخ جو آج تک لکھی گئی ہے یا لوگوں کو بتائی گئی ہے اور جس پر متعدد کتابیں شائع کی گئی ہیں، یہ درحقیقت میمن قوم کی اصل اور حقیقی تاریخ نہیں ہے۔میری دانش کے مطابق میمن تاریخ پر ابھی تک جن حضرات نے جو کچھ پڑھا ہے یا لکھا ہے۔میرے خیال میں یہ کوئی معتبر اور مستند مواد نہیں ہے۔اس میں عموماً میمن اکابرین کے ذریعے سنائی گئی داستانیں، بزرگوں کی یادداشتیں وغیرہ ہی ہیں جو من وعن نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔انہیں بعض حضرات لوک داستانیں اور روایتی قصے تو کہہ سکتے ہیں مگر انہیں مستند اور معتبر میمن برادری کے تاریخی زمرے میں شامل کرنا مناسب نہیں ہے۔تاریخ بالکل منفرد اور جدا چیز ہے۔اس کا روایتوں اور داستانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔تاریخ دراصل کسی برادری یا قوم کے عروج اور اس کے کارناموں کی رواجی حقیقت اور ابتداء ہوتی ہے اس میں ماضی کے شاندار کارنامے اور گزرے دنوں کی باتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔قوم کی تاریخ مرتب کرنے کے لئے واقعات اور حالات کی تاریخوں اور زمانوں کو انتہائی حد تک مستند ہونا چاہئے۔میمن تاریخ جو آج تک رقم کی گئی ہے اس کے حقیقی، سچا اور مستند ہونے میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں اس میں عموماً صاحب ثروت حضرات کی یادداشتیں شامل ہیں جو کبھی کسی شاندار عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے نظر آرہے ہیں تو کبھی کسی کے مقبرے کی افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شریک ہیں۔اس قسم کی تقریبات کی یادداشتوں کو میمن تاریخ کی بنیاد بنایا گیا ہے۔

دو کتابیں اور لفظ میمن: البتہ دو کتابیں میمن تاریخ پر ایسی شائع ہوئی ہیں جو اس ضمن میں قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتی ہیں اور ان کے مستند ہونے میں کوئی شک نہیں۔ان میں سے ایک کتاب تو کچھی میمن برادری کے جناب ہاشم ذکریا مرحوم کی تحقیق کے بعد قلمبند کی گئی ہے اور دوسری کتاب جناب سراج الحق میمن سندھی نے مختلف تحقیقی آرٹیکلز اور مضامین کو مرتب کرکے تیار کی ہے۔ان دو کتابوں کے علاوہ اس

موضوع پر شائع ہونے والی تمام کتابوں میں اکثر چیزیں غیر مستند اور غیر حقیقی ہیں جن میں تاریخ کے موضوع پر کچھ بھی مواد نہیں ہے۔ نہ یہ کتابیں مستند مانی جاسکتی ہیں اور نہ معتبر۔ ان میں ضروری شہادتیں بھی شامل نہیں ہیں۔ اس قسم کی کچھ کتابوں میں یہ بات کثرت سے بتائی گئی ہے کہ لفظ ''میمن''، ''مومن'' سے بنا ہے۔ مگر کسی نے بھی اس لفظ کے معنوں کی مکمل تشریح نہیں کی ہے۔

لفظ مومن کسی صورت میں بھی بگڑ کر یا بدل کر میمن نہیں ہوسکتا۔ دونوں لفظوں کے مفہوم الگ الگ ہیں۔ ان کی ساختیں جدا ہیں۔ عموماً الفاظ اپنی وضع قطع اور ساخت کے مطابق ہی بنتے، بگڑتے یا بدلتے ہیں۔ کوئی بھی اپنے قواعد (گرامر) اور زبان کی سرحد کو عبور نہیں کرسکتا۔ یعنی اس زبان کے جو بھی قواعد ہیں، اس کی جو بھی گرامر ہے وہ لفظ اسی کے حساب سے اس زبان میں مدغم ہوگا۔ انگریزی کے وہ الفاظ جن میں انگریزی زبان کا حرف ''او'' آتا ہے جیسا کہ مومن (MOMIN) میں آیا ہے کسی بھی صورت میں لفظ ''اے'' کے تلفظ میں نہیں بدل سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مومن ہرگز ہرگز میمن نہیں بنا ہے۔

اس لفظ کی حقیقت کیا ھے ؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر لفظ میمن کی حقیقت کیا ہے؟ یہ لفظ کس طرح معرض وجود میں آیا؟ کیا یہ خود بخود بن گیا؟ ان سب سوالوں کے جوابات میں چند وضاحتیں پیش کی جارہی ہیں۔ کچھ حوالے یہاں نقل کئے جارہے ہیں۔ سرزمین سندھ پر ایک خاندان آباد ہے جسے سمہ خاندان کہا جاتا ہے اس کی ایک شاخ میمن سمہ ہے اور دوسری شاخ صرف سمہ کہہ کر پکاری جاتی ہے۔

ایک اور حوالہ : 1901ء بمطابق میں سندھ کے ڈپٹی کلکٹر شیخ صادق علی شیرانی انصاری نے ایک کتاب بعنوان ''دی مسلم ریسز فاؤنڈ ان سندھ، بلوچستان اینڈ افغانستان'' (سندھ، بلوچستان اور افغانستان میں پائی جانے والی مسلم قومیتیں) لکھی تھی۔ اسی کتاب میں لفظ میمن کی حقیقت بیان کی گئی ہے کتاب کے صفحہ نمبر 94 پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ سمہ خاندان کی ایک شاخ میمن ہے۔ میمنوں کی دوسری ذیلی شاخیں حسب ذیل دکھائی گئی ہیں۔ (1) ڈیسائی (2) اسار (3) جوالیہ (4) لاکھا (5) سانیا (6) سامر (7) ورایہ۔ یہاں ان مختصر صفحات میں وہ مکمل تفصیل نہیں دی جاسکتی جو شیخ صادق علی شیرانی انصاری نے کتاب میں بتائی ہے۔

اب میں یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ شری رام چندر جی کے شجرے سے ایک شاخ پھوٹی جو سمہ خاندان کہلائی یہ رام چندر جی کے ایک بیٹے تادکس کی اولاد سے نکلی تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق سمہ خاندان حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی نسل سے ہے۔ حال ہی میں ایک اور تحقیق ہوئی ہے جس کے مطابق اس خاندان کا تعلق تران کے شاہ جمشید سے ہے۔ بہت سے خیالات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شاہ جمشید ہی میمنوں کا حقیقی جدامجد ہے۔ آگے لوہانہ کی بحث پر ایک مباحثہ بھی آپ کی نظر سے گزرے گا۔ فی الوقت ہمیں اپنے اصل اور حقیقی موضوع پر بات کرنی چاہئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''تحفہ اثنا عشریہ'' (صفحہ 30) میں لکھا ہے کہ خراسان میں رہنے والے اسماعیلیوں کو میمن کہا جاتا ہے۔ حضرت نے مزید لکھا ہے کہ وہاں ایک قصبہ ہے جسے ''چچک میمنہ'' کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یہ علاقہ یہاں کے رہنے والوں کے رعب، دبدبے اور چال ڈھال کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ آپ نے آگے لکھا ہے کہ چچک میمنہ نامی یہ قصبہ میمنوں سے بھرا ہوا ہے۔

میمنیہ فرقہ : اسی کتاب کے صفحہ نمبر 11 اور صفحہ نمبر 12 پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام لوگ میمنیہ فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس فرقے کے بانی کا نام عبداللہ ابن میمون القداح تھا جس نے اس فرقے یعنی میمنیہ فرقے کو بہت فروغ دیا۔ اسماعیلی فرقے کے فروغ اور اس کو وسعت

دینے کے لئے ایران سے ایک ذاتی خلعت خراسان بھیجی جاتی تھی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ 1159 قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور 1239 قبل مسیح میں رحلت فرما گئے۔ اس کتاب کے آخری صفحے پر لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب بارہویں صدی میں شائع ہوئی ہے۔ جدید افغان مورخ اور ریسرچ اسکالر (تحقیق داں) خان روشن خان اپنی تصنیف ''اوریجنل ہسٹری آف افغانز'' (افغانوں کی حقیقی تاریخ) کے صفحہ نمبر 48 پر رقم طراز ہے۔

ایک قصبہ : ''تالیکن'' کے نزدیک 'قصبہ میمنہ' واقع ہے جو شاہراہ سے دو منزل اوپر کی جانب واقع ہے یہ آج تک ایک حسین اور خوبصورت قصبہ ہے۔ قرون وسطی کے دوران اس قصبے کو ''الیہوداں'' یا ''الیہودنیہ'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ اردن کا دارالحکومت تھا۔ ممتاز تاریخ داں یاقوت ہموی نے ایک حوالے میں اس قصبے کو ''الکلیر ا'' لکھا ہے۔ مورخ مزید لکھتا ہے کہ اس قصبے میں یہودیوں کو آباد ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ شاہ بخت نصر ان یہودیوں کو ''بیت المحدث'' سے لایا تھا۔ بعد میں اس قصبے میں جشن منایا گیا۔ اس حوالے سے اسے میمنہ کہا گیا یعنی ''شان دار شہر''۔

روشن خان کی شہادت : روشن خان متعدد شہادتوں کے حوالوں کے ساتھ رقمطراز ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت کرنے والے یہودی پہلے اس علاقے میں گھومتے پھرتے رہے اور پھر بالآخر یہیں آباد ہوگئے۔ بعد میں یہ لوگ اسلام کی آغوش میں آگئے۔ اس سچے مذہب کی تعلیم حاصل کرتے لگے اور اس کے فروغ میں لگ گئے۔ اب اس موقع پر یہ جاننا ضروری ہوگیا ہے کہ اس علاقے میں اسلام کب آیا؟

پاکستان سول سروس کے ایک ممتاز اور مایہ ناز آفیسر جناب مسرت حسین زبیری نے اپنی یادداشتوں اور حوالوں کے ساتھ ایک کتاب مرتب کی ہے جس کا عنوان ہے۔ ''لائٹ اینڈ شیڈ آف اور ہسٹری'' (ہماری تاریخ کے روشن اور تاریخی پہلو) اسی کتاب میں زبیری صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے ایک جگہ یہ بحث طلب بات کرنی پڑی جو ایک مقام لاہور کے بارے میں تھی جو ہند کے نزدیک واقع ہے۔ غالباً لاہور اور ہند کا یہ سب سے قدیم حوالہ ہے۔ بات واقعی دلچسپ ہے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں (664 بعد مسیح مطابق 44 ہجری) محلہ بن صفرا نے افغانستان اور دریائے جیجون کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔ (اس میں غالباً کوئی غلطی رہ گئی ہے سنہ وغیرہ کی) حضرت عثمان غنیؓ سنہ 664 عیسوی بعد مسیح میں تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تھے۔ آپ اسلامی ریاست کے بارہ سال تک سربراہ رہے۔

ایک اور غلطی : حضرت علیؓ نے سنہ 40 ہجری میں جام شہادت نوش کیا تھا جبکہ افغانستان پر مبینہ حملہ غالباً 30 ہجری میں کیا گیا تھا۔ اس حملے میں محلہ ہند اور آل لاہور تک پہنچ گیا تھا جو ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ ال بالا زری کے بقول یہ مقام ال اہور کوئی اور نہیں بلکہ لاہور ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہ بات بڑے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ لاہور یا لاہور ایک ہی ہے۔ بہر حال اس جگہ اسلام سنہ 44 ہجری میں پہنچا۔ لاہور کا ذکر آگے جا کر ہم پھر کریں گے جب لوہانہ کے موضوع پر بات شروع کی جائے گی۔

حضرت شاہ محدث دھلوی کی دلیل : جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بیان کیا ہے اور جس کی صداقت پر اب کوئی شک نہیں رہا کہ میمونی یا میمنی فرقہ وہی ہے جو پہلے اسماعیلی تھا اور خراساں کے لوگ اس میمونز کہہ کر پکارا کرتے تھے اب یہ بات بالکل واضح ہوچکی ہے کہ لفظ میمن حقیقتاً ''میمون'' Maymoon سے نکلا ہے۔ میں اپنے دعوے کے استدلال میں اپنے نام آئے ہوئے ان دو خطوط کا حوالہ دینا چاہوں گا جو میرے ان خطوط کے جواب میں آئے ہیں جو میں نے گجراتی ادب کے دو ماہر تحقیق دانوں ہری ولبھ بھایانی اور دشنو پرشاد ترویدی کو لکھے تھے۔ میں نے ان دونوں محققین سے لفظ میمن کی حقیقت، ابتداء اور پس منظر معلوم کیا تھا۔ ہری ولبھ بھایانی نے اپنے جواب میں لکھا ہے۔

''زبان(Language) کی سائنس کے نقطہ نظر سے یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ لفظ ''میمن'' مومن کی بگڑی یا بدلی ہوئی شکل ہے یا میمون (Maymoon) سے لیا گیا ہے۔ہم مومن اور میمون دونوں کو ہی سامنے رکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بدل کر میمن ہو گئے یہ صرف ایک طرح کا جوا ہے جس کے مستند ہونے کا انحصار فلسفے پر نہیں ہے۔مگر جیسا کہ روایتیں وغیرہ سامنے آئی ہیں، ان کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''میمن'' یقیناً ''میمون'' سے بنا ہے۔فارسی اور عربی کے الفاظ جب گجراتی زبان میں منتقل ہوتے ہیں تو ان کا تلفظ بدل جاتا ہے مگر لفظ میمن کا تلفظ وغیرہ اس طرح نہیں ہو سکتا۔گجراتی ادب کے دوسرے محقق دشنو پرشاد ترویدی نے اپنے جواب میں یہ بات لکھی ہے ''زبان کی سائنس کے اعتبار سے لفظ میمون یا یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔اسماعیلی فرقے کے بانی کا نام میمون تھا۔لہٰذا لفظ میمن اسی سے بنا ہے۔یہ ایک ابتدائی حوالہ ہے۔جس پر یقین کرنا بہر حال ضروری ہے۔''

دو بیانات : مجھے ان دونوں گجراتی ادب کے ماہرین نے جو طویل جوابی خطوط تحریر کیے ہیں ان میں سے دو مختصر ٹکڑے میں نے اوپر دیئے ہیں۔نیچے اب دو وضاحتی بیانات بھی قلم بند کر رہا ہوں جو میں نے انہی خطوط سے نکالے ہیں۔خراسان میں محمود غزنوی نے اسماعیلیوں کو ہراساں کیا جس کے نتیجے میں وہ مجبوراً ترک وطن کر کے سندھ اور ملتان میں آ کر آباد ہو گئے۔سندھ اور ملتان پر محمود غزنوی کے حملے کی بنیادی وجہ یہی تھی۔سومنات کے مندر پر محمود غزنوی کا حملہ بھی اسی پس منظر میں تھا۔دراصل جب تک اسماعیلی لوگ سندھ اور ملتان سے کاٹھیاواڑ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔محمود غزنوی انہی کے تعاقب میں تھا۔یہ بات فرضی یا خیالی نہیں بلکہ قرین قیاس ہے۔

محمود غزنوی نے کیا کیا ؟ خراسان سے اسماعیلیوں کی ہجرت یا نقل مکانی محمود غزنوی کی سختی کی وجہ سے ہوئی۔اسی لئے یہ لوگ سندھ اور ملتان آئے۔اسی غصے میں محمود غزنوی نے ہندوستانی علاقوں کو حملے کا نشانہ بنایا۔ہم ان واقعات اور حالات کی گہرائی میں نہیں جائیں گے۔تاریخ گواہ ہے کہ سندھ اور ملتان پر محمود غزنوی کا حملہ محض اس وجہ سے ہوا تھا کہ وہ اسماعیلیوں کو زبردستی مجبور کر کے سنی فرقے میں لانا چاہتا تھا۔ان کے عقائد بدلنا چاہتا تھا۔اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اگر اس مشکل اور کٹھن گھڑی میں میمنوں نے یہ سوچا ہو کہ چلو اپنا عقیدہ بدل لیں اور اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں۔مگر آج کے میمن وہ میمن نہیں ہیں جنہیں ماضی میں یہ دھکا لگایا گیا تھا۔آج تو بہت سے لوہانہ بھی اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں اور تبدیلی قلب کے مرحلے سے گزر چکے ہیں۔اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوہانہ کون تھے؟

لوھانوں کی اصل : ''کلچرل ہسٹری آف گجرات'' (گجرات کے ادب کی تاریخ) کے مصنف رتنامنی راؤ بھیم راؤ لکھتے ہیں۔''لوہانہ اور بھاٹیہ قوم کے افراد بھائی راجپوتوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔اپنے شائیو مذہب کو چھوڑ کر انہوں نے امن و آشتی کے مذہب ''ویشنو'' کا دامن تھام لیا۔''

بھگوان لال سمپت لال جس نے ''ہسٹری آف سوراشٹریہ پروونس'' (صوبہ سوراشٹر کی تاریخ) لکھی ہے بھاٹیہ کے بارے میں رقم طراز ہے۔''بھاٹیہ، راجپوت اور بھائی ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔عہد گزشتہ میں یہ لوگ گوشت بھی کھاتے تھے۔انہیں مچھلی بہت مرغوب تھی بعد میں جب وہ دلبھ آچاریہ کے دامن سے وابستہ ہوئے تو وہ کٹر مذہبی ہو گئے اور انہوں نے گوشت کھانا بند کر دیا۔''

ایک اور بیان : اس کتاب کی آخری مرتب اشاعت کا سنہ 1868 بعد مسیح ہے۔''لوہانہ رت مالا'' میں لوہاناؤں کے بارے میں مندرجہ ذیل بیان ہے۔''لوہانہ پنجاب کے جنوبی علاقے میں آباد ہو گئے۔اکثر بیرونی حملہ آور ان کی سرحدوں پر حملہ کر دیا کرتے تھے اور ان کی زندگی خوف و

دہشت میں گزرتی تھی۔ لاقانونیت اور بدانتظامی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ یہاں کے رہنے والوں کو کبھی امن چین نصیب نہ ہوتا تھا۔ اکثر سرسوتی برہمنوں کو ان جنگ وجدال میں گھسیٹا جاتا تھا اور انہیں لڑائی میں حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ کبھی کبھی کچھ بہادر برہیم اپنی پسند یا ناپسند سے لڑائی میں شریک ہو جاتے تھے۔ کبھی برہمن جوابی حملہ کرتے تو ایسا کرتے کہ افغانستان کے بیشتر علاقے پر قبضہ کر لیتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ برہمن نے اپنے علاقے کا نظم ونسق سنبھال لیا۔ ان کے تصرف میں اختیارات اور طاقت تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ شاہ ماہز بھی اسی قسم کا بادشاہ تھا۔ جس صوبے پر اس کا قبضہ اور کنٹرول تھا اسے ماہر کہا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ لوہانہ آج بھی افغانستان میں موجود ہیں۔ یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ بعد میں اسماعیلی مذہب کے سربراہوں نے افغانی لوہاناؤں کو اپنے مذہب میں شامل ہونے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ آر۔ ای۔ انتھوان نے اپنے حسب ذیل بیان میں لکھا ہے۔ "مغربی مورخین کا کہنا ہے کہ افغانستان میں بسنے والے لوہانہ وہی لوہانہ تھے جو دسویں صدی عیسوی میں تھے۔ جو ہندوسلطنت کے بعد اسلام کی آغوش میں آ گئے تھے۔"

ساتویں صدی کے مسلمان : مگر ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ مسلمان ساتویں صدی سے افغانستان کی طرف بڑھے تھے۔ دسویں اور گیارہویں صدی محمود غزنوی کا عہد تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ جو لوہانہ کے نام سے مشہور تھے افغانستان سے آئے اور پنجاب، سندھ، راجپوتانہ، گجرات، ریاست کچھ اور کاٹھیاواڑ کے طول وعرض تک آباد ہو گئے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ جنوبی پنجاب سے نقل مکانی کر کے افغانستان چلے گئے۔ اب یہاں کچھ سوال سر اٹھاتے ہیں۔ یہ بڑا اہم نقطہ ہے۔ جس کو ہمیں بڑے دھیان اور توجہ سے سمجھنا ہے۔ 1943ء سے 1945ء تک صوبہ سرحد کا گورنر اور (جنگ عظیم دوم کے دوران) وائسرائے ہند کا مشیر سر اولف کیروئے تھا۔ اس نے اپنی کتاب "پٹھانز فروم 550 بی سی ٹو 1957ء اے ڈی" (550 قبل مسیح سے 1957ء بعد مسیح تک پٹھان) میں پٹھانوں اور راجپوتوں کی تہذیبی زندگی کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پٹھان آریہ نہیں ہیں۔ عام طور سے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ غیر آریہ لوگ شودر ہیں جیسے بھیل، کولس اور اسی طرح کے نچلی ذاتوں کے دوسرے لوگ مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ ہندوستان میں بھی آریاؤں کی آمد سے پہلے دروا‌ڑ اور ناگ لوگ پوری طرح تہذیب یافتہ تھے۔ وہ ماہر اور ہوشیار تاجر تھے۔ ان کا معاشرہ بہت ترقی یافتہ تھا۔ ان کے اپنے رواج اور طور طریقے تھے۔ موئن جوداڑو میں نکلنے والے کھنڈرات اسی بات کی شہادت ہیں کہ درواڑ لوگ تہذیب یافتہ تھے۔ متمدن تھے۔ لوہانوں کے بارے میں دو خیالات پیش کئے جاتے ہیں۔ لوہانہ آریہ ہیں یا غیر آریہ کچھ کا خیال ہے کہ وہ آریاؤں کے ساتھ ہی آئے تھے۔ وہ اس بات کے استدلال میں یہ کہتے ہیں کہ لوہانہ جنیو یا لمبا دھاگا پہنتے ہیں۔

آریائوں کی تبدیلی : ایک دوسری دلیل میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان پہنچ کر آریاؤں نے اپنی مذہبی رسومات اور تہواروں کو شاندار طریقوں سے منایا۔ چنانچہ لوہاناؤں نے ان کے رواجوں اور ان کی رسموں کو اپنا لیا اور ان کے عقائد کے مطابق دیوی دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی۔ انہوں نے آریاؤں کے بے شمار طور طریقوں کو اپنا لیا۔ برہمنوں نے غیر برہمنوں کو اپنے گلے لگا لیا اور اس طرح یہ سلسلہ چل پڑا۔ رتنامنی راؤ بھیم راؤ اپنی کتاب "کلچرل ہسٹری آف گجرات" میں اسی قسم کے برہمنوں کے بارے میں لکھتے ہیں جو بھوگک، گنگل اور مین وغیرہ میں تقسیم ہو گئے۔ اسی کتاب میں کچھ مثالیں بھی دی گئیں ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ غیر مسلم کھتریوں کو مسلم کیا گیا۔

ایک نیا معاشرہ : اس آپس میل محبت اور افہام وتفہیم نے صوبے میں ایک نیا معاشرتی نمونہ پیش کیا۔ اس کتاب میں جینیوں اور بدھ مت کے پیروکاروں کے درمیان مذہبی محبت بھی دکھائی گئی ہے اور یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے کسی طرح اپنے مذہبی اور عقیدوں کے فرق اور

اختلافات کو کس میل محبت اور حسن وخوبی کے ساتھ ختم کر دیا۔ انہوں نے آپس میں غیر مشروط معاہدہ کر لیا تھا۔ ویدک مذہب میں کسی بت کی پوجا نہیں کی جاتی تھی مگر اس میں تشدد کی تھیوری موجود تھی۔ مندرجہ بالا مصنف اپنی ایک اور تصنیف ''ہسٹری آف کیمبے'' میں لکھتا ہے کہ ان کے ہاں ''لنگ'' کی پوجا ہوتی تھی۔ مگر اس کتاب کو سنسر کر دیا گیا اور اسے غلط قرار دے دیا گیا۔ بعد میں جن پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کی مخلوق کو پہنچایا انہی کو خدا سمجھ لیا گیا۔ ان کے بت بنائے گئے جن کی پوجا شروع کر دی گئی۔ غرضیکہ یہ سب کچھ گڈمڈ ہو گیا ہے۔ کون کس خدا کی پوجا یا عبادت کرتا تھا اور کس نے کس خدا کو چھوڑا، کوئی نہیں جانتا۔ عام طور سے لوہانہ کو لور کے وارث کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہی بھٹ اور چرن ہیں۔ لور جو شری رام چندر جی کا بیٹا تھا اور اس کی نسل زیادہ آگے نہیں بڑھی یہی بات وشنو پورن اور شری مد بھگوت میں بھی بتائی گئی ہے۔

ہیرالال ہرجیون گنتارا اپنی کتاب ''دی اوریجن آف لوہاناز اینڈ دیئر ایولیوشن'' (لوہاناؤں کی حقیقت اور ان کی ترقی) شائع شدہ 1923 بعد مسیح میں رقمطراز ہے کہ لور کی اولادوں میں سے ''لوروا کا نبس'' ہیں جو سرزمین گجرات پر نمودار ہوئے یہ ''کش'' کی اولادوں میں سے تھے۔ لوہانہ کی ترقی اور استحکام کو لاہور سے وابستہ کیا جاسکتا ہے۔ لاہور نامی قصبہ راجپند رجی کے بیٹے لور نے آباد کیا تھا۔ مگر اس خیال کو بڑی سختی کے ساتھ رد کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ لاہور ہرگز ہرگز لوہاناؤں کا شہر نہیں ہوسکتا۔ ایک بہت مضبوط منطقی تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ لوہانہ سارے پنجاب میں نہیں پھیلے بلکہ ان کی آبادکاری کا دائرہ صرف پنجاب کے جنوبی علاقے تک محدود رہا تھا۔ تاریخ پنجاب میں یہ لوگ یعنی لوہانہ نمایاں، مقبول اور ممتاز نہ ہوسکے۔ وہ سرزمین سندھ اور ریاست کچھ کے علاقے میں مشہور ہوئے۔ ان سرزمینوں کی تاریخ میں لوہانہ بہت اہم ہیں۔

کس نے آباد کیا ؟ اس بات کو رد کرتے ہوئے کہ لاہور کو لور نے آباد کیا تھا، اس متذکرہ کتاب میں یہ بتایا گیا ہے۔ لوہانہ جیسا کہ انہیں کہا جاتا ہے ان میں اور لوہ گڑھ، لاہار گڑھ میں کچھ قدریں مشترک بھی ہیں۔ حقیقی اور قدیم داستان میں کہا گیا ہے۔ ''ایک عمومی خیال ہے کہ لوہانہ لور کے خاندان سے ہیں۔ اس کی اولاد ہیں۔ ممکن ہے اس نے لاہور شہر کی بنیاد ڈالی ہو۔ لور اور لاہور دونوں کے تلفظ میں اچھی خاصی یکسانیت ہے۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ جب شری راجپند رجی دنیا سے رخصت ہوئے تو انہوں نے اپنی سلطنت کو اپنے بیٹوں کے مابین تقسیم کر دیا، شمالی سلطنت لور کو دی گئی۔ چنانچہ لور نے اس وقت لاہور قائم کیا۔ بالمیکی رامائن میں بھی ان کا مختصر تذکرہ ملتا ہے۔ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ شمالی حکومت جو لور کے حصے میں آئی تھی اس کا دارالحکومت ''وستی نگری'' تھا۔ ساہتیہ مہٹ جو ایودھیہ کے مشرق میں ایک شہر ہے، ہوسکتا ہے وہ وہی وستی نگری ہو۔ لور کی سلطنت کے بارے میں مزید حوالہ جات نہیں ملتے لیکن لور کا دارالحکومت جس کا نام وستی نگری تھا ایودھیہ کے مشرقی علاقے میں کہیں واقع تھا۔

لاہور کیا تھا ؟ تو پھر لاہور کیا ہے؟ اس کو کس نے قائم کیا تھا اور کب قائم کیا تھا؟ اس سوال کے صحیح مدلل، آزاد اور مکمل جوابات نہیں ہیں۔ اس آرٹیکل (مضمون) میں کسی جگہ روشن خان نے لاہور کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ وہی تاریخی شہر ہونا چاہئے جسے آج ہم لاہور کے نام سے جانتے ہیں۔ اس وقت پنجاب کا یہ جدید اور ماڈرن دارالحکومت تھا یا نہیں، روشن خاندان نے اپنی دوسری کتاب ''تذکرہ'' میں ماضی اور حال کے تمام پوشیدہ پہلوؤں کو اچھی طرح اجاگر کیا ہے۔ اس کے بتائے گئے کچھ پہلوؤں کو قابل غور سمجھا گیا اور ان کا تجزیہ کیا گیا اور کچھ کو نظرانداز کر دیا گیا۔ یہ بہت وسیع موضوع ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ ان تمام تفصیلات کو ان محدود صفحات میں شامل کیا جائے۔ اس موضوع پر تحقیق کے بعد ایک علیحدہ کتاب لکھی جانی چاہئے تاکہ اس میں تمام پہلوؤں کو متوازن طریقے سے پرکھا جاسکے اور پھر کسی صحیح فیصلے پر پہنچا جاسکے۔ میمن لوہانہ سے اسلام قبول کرنے کے بعد لوہانہ کے بجائے میمن بن گئے۔ دونوں کا یہ مخصوص فیکٹر توجہ اور تحقیق طلب ہے۔ ان دونوں کے سرنیم میں بھی یکسانیت ہے۔ مگر لوہانہ کی حقیقت

متواتر سمجھائی جارہی ہے۔ایک زبردست، طاقت وراور منظم برادری کی تنظیم کی ضرورت ہے تاکہ اپنے ماضی کواز سرنوتعمیر کیا جاسکے۔لوہانہ کی خاندانی دیوی ہنگولی ماتا ہے۔ہنگولی ماتا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی رہائش بلوچستان میں کہیں واقع ہے۔

ہنگولی ماتا : قبل از اسلام رام چندر ایس کھتری نے اپنے زیارتی مضمون میں لکھا ہے۔"ہنگولی ماتا کے مندر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک دریا بہتا نظر آتا ہے۔وہاں کا یہ طریقہ ہے کہ گزرنے والے ہر زائر کے لئے ضروری ہے کہ وہ سن کپڑے کے صرف دو ٹکڑے جسم یا چادریں باندھ کر اس دریا میں ڈبکی لگائے۔کپڑا سن کا ہی ہونا چاہئے کوئی دوسرا کپڑا پہننے کی اجازت نہیں ہے۔یہ دونوں کپڑے کی چادریں احرام کی طرح ہیں جو حاجی صاحبان دوران حج اور کعبۃ اللہ کے طواف کے وقت باندھتے ہیں۔کسی بھی زائر کو چاہئے وہ مرد ہو یا عورت اپنے جسم کو ان چادروں سے ڈھکے بغیر آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔دیکھا گیا ہے کہ زیارت کے قواعد وضوابط پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔اس کی تقریب بھی طواف کے سے انداز پر تھی مگر اب اس پر پابندی لگادی گئی۔"

کاٹا کی تقریب : رام چندر ایس کھتری برہما کھشتریا کی دیوی کے مندر کے پجاری ہیں جنہوں نے مندرجہ بالا سطور لکھی ہیں اس بیان کو پڑھنے کے بعد ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ تقریب گزرے دنوں کی تقریب "کاٹا" کی ہی ایک جھلک ہے جب بتوں کی پوجا کا رواج تھا۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب اسلام مکہ میں رائج اور کامیابی سے نافذ ہوگیا۔تو بہت سے عرب مکہ چھوڑ کر دوسری جگہوں پر آباد ہونے کے لئے چلے گئے تھے۔وہ ملک میں یا ملک سے باہر ایسی جگہ رہنا چاہتے تھے جہاں انہیں اسلام میں شامل ہونے کا خوف نہ ہو۔وہ اپنے آباؤاجداد کے اتنے قدیم مذہب سے انحراف کرنے پر بے حد خوف زدہ تھے۔یہ ممکن ہے کہ اس طرح کا کوئی معزز گروہ یا بہت سے گروہ اس علاقے میں آباد ہوگئے ہوں۔انہوں نے اپنی نسل دیوی یا بت بنالیا ہو اور اس کی پوجا شروع کردی ہو۔اسی انداز اور نمونے پر جس طرح کہ مکہ میں کی جاتی تھی۔

ایک اور دلیل اس ضمن میں۔ظہور اسلام سے قبل بہت سے ہندوستانی زیارت کعبہ کے لئے جاتے تھے اور یہ لوگ وہاں بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے۔قاضی اطہر مبارک پوری اپنی مشہور کتاب "راشدی خلافت اور ہندوستان" میں لکھتے ہیں۔مکہ سے واپس آنے کے بعد بھی ہندوستان سے جانے والے زائرین اپنے اس انداز اور اسی نمونے پر عبارت کرتے ہیں۔احرام باندھنا ظہور اسلام سے پہلے بھی ضروری تھا۔جب بھی کوئی زائر زیارت کعبہ کے لئے جاتا وہ احرام ضرور باندھتا تھا۔آج بھی سمہ لوگ اور ان کی اولادیں جو لوہانہ شاخ کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں، اپنی جنیو باندھنے یا پہننے کی رسم کو آج تک نہیں چھوڑ سکتے۔یہ ہندوستان میں ہر شخص کے لئے ایک ضروری چیز تھی۔

توجہ طلب بات : یا تو لوہانہ سمہ کی ذیلی قوم ہیں یا سما لوہانہ کی، یہ ایسا موضوع ہے جو بھی وضاحت طلب اور توجہ طلب ہے۔لوہاناؤں کی حقیقت اور ابتداء کے بارے میں نبی بخش بلوچ "تحفۃ الکرام" میں لکھتے ہیں کہ سمہ درحقیقت سندھ کے اصل باشندے تھے۔ان کو ان کے چچیرے بھائیوں نے جن کا تعلق سومرا خاندان سے تھا ہراساں کیا تو انہوں نے محمد بن قاسم کے عہد میں اسلام قبول کرلیا۔یہاں میمنوں کے قبول اسلام کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں، یہ جناب سید امیر الدین نزہت نے برادری کے بزرگ اور محقق پیر سید یوسف الدین قادری کے تعاون سے رسالہ "ابرازالحق" میں قلم بند کئے ہیں شیخ صادق علی شیرانی انصاری کی کتاب کا جو حوالہ اس مضمون میں دیا گیا ہے۔یہ صرف مختصر سا حوالہ ہی ہے۔

کیا ثابت ہوا : "میمن لفظ مومن سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ اسلام کا ماننے والا۔" مگر یہ لفظ عام طور سے ان لوگوں کے حوالے کے لئے زیادہ قائدے مند ہے جو ریاست کچھ اور بھج جیسے علاقوں میں اسلام کی آغوش میں آئے ہیں۔اب یہ لفظ ایک مخصوص گروہ کی علامت ہے کچھ مقامی

سندھیوں نے بھی اپنے آپ کو میمن یا لوہانہ کہا ہے، مگر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان سندھیوں نے اسلام کب قبول کیا۔ کتاب میں میمن جماعت کے 15 آف شوٹس کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ مصر کے مرزا قلیچ بیگ اپنی کتاب ''قدیم سندھ ان جا مشہور شہر'' میں میمنوں کے قبول اسلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یہی بات پیر یوسف الدین قادریؒ نے اپنے موضوع ''میمن لوہانہ تھے'' میں دہرائی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ میمن تاریخ مسلسل گہرائی میں چلی جارہی ہے۔ اس کا گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کرنا اور اس پر تحقیق کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہوتا چلا جارہا ہے۔

تحقیق کے لیے تعاون ضروری ھے : اب بھی بہت سے ایسے میدان ہیں جو بنجر ہیں جن کو زرخیز بنانا ہے جن کو سرسبز و شاداب کرنا ہے۔ اس قسم کے وسیع اور ہمہ جہت و عالم گیر موضوع کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ ہمارے ماہر و فاضل محققین اور اہل علم وقلم پیش رفت کریں اور آپس میں افہام وتفہیم اور گروہی بحث ومباحثے کریں۔ کوشش کریں اور کوئی حتمی فیصلہ دیں۔ انفرادی طور پر کی گئی کوششیں اور ادھورے اور نامکمل تحقیقی کام کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ مستقبل میں ہمارے لئے کوئی تسلی بخش نتیجہ نہیں فراہم کریں گے۔

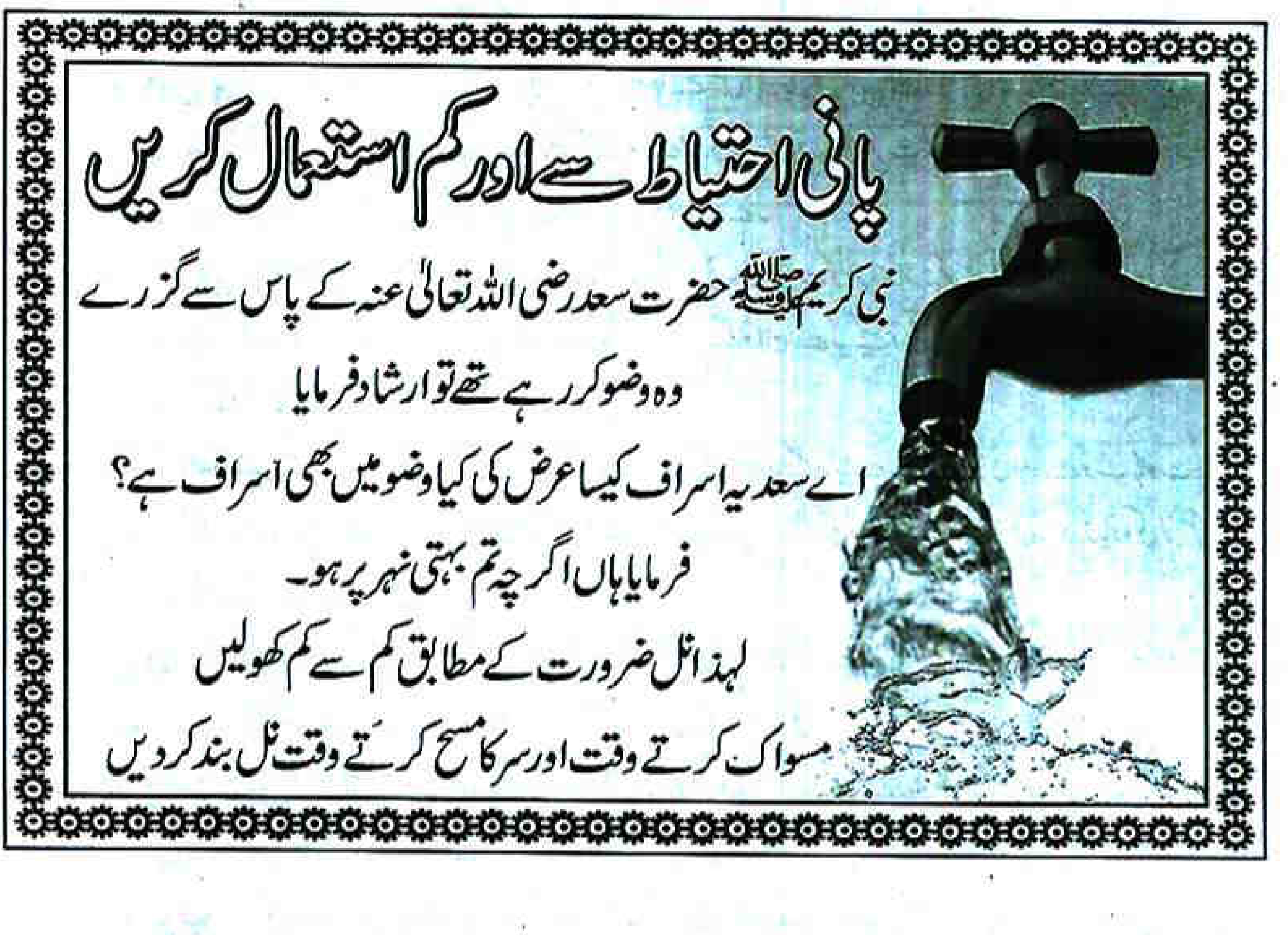

مہندی

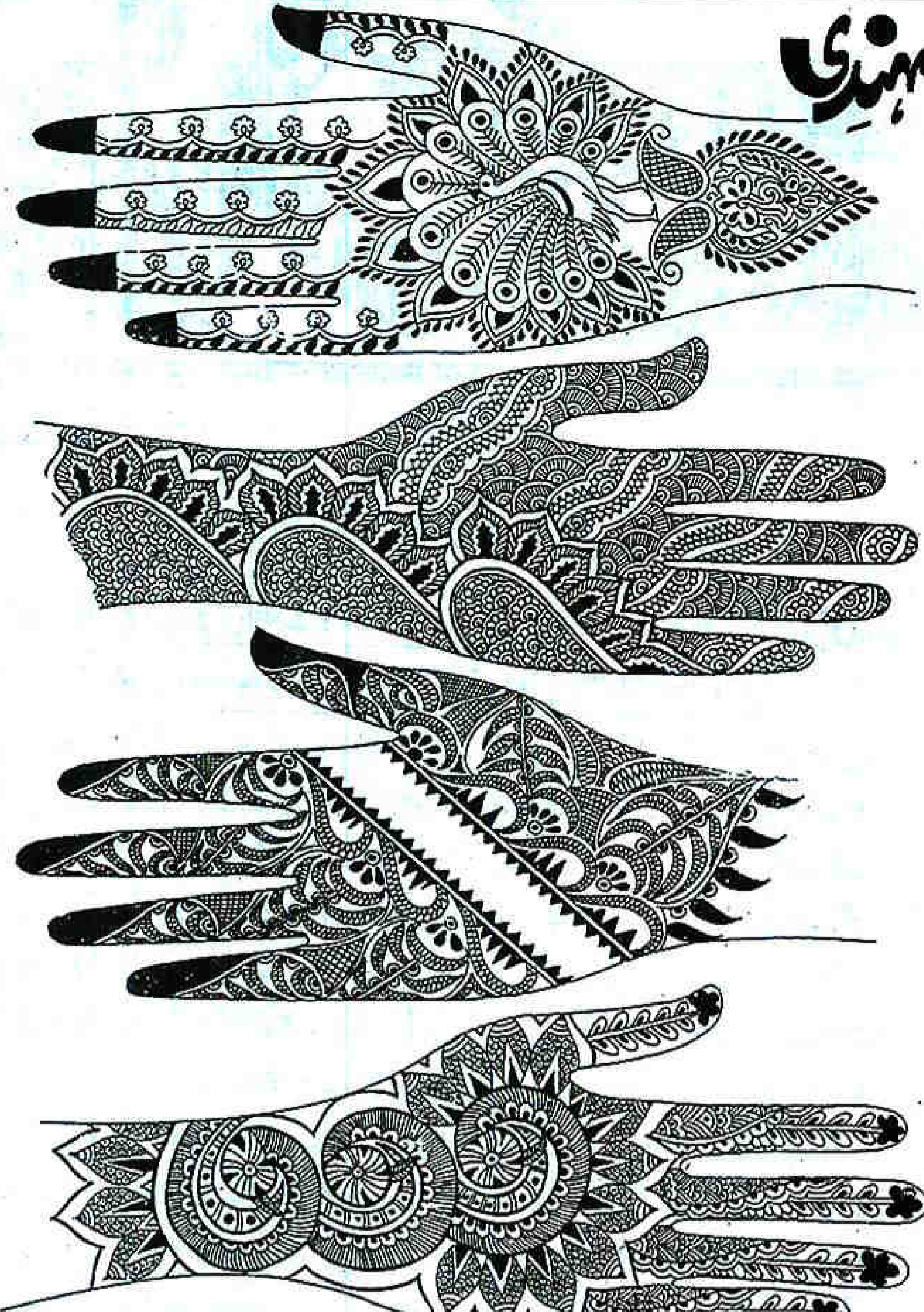

ہیں۔ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں ہماری ثقافت ہماری شناخت بن جاتی ہے۔ دیگر معاشروں کی طرح ہمارے بھی بہت سے رسم و رواج ہیں۔ انہی میں سے ایک رسم مہندی کی بھی ہے۔ یہ رسم پرانی ہونے کے باوجود آج بھی اسی جوش و جذبے کے ساتھ ادا کی جاتی ہے جس طرح صدیوں پہلے۔ مہندی کی مسحور کن خوشبو کے بغیر ہمارے تہوار ادھورے سمجھے جاتے ہیں چاہے عید ہو یا شادی بیاہ کا موقع۔

ہماری خواتین ہاتھوں پر مہندی کے نت نئے ڈیزائن بنوائے بغیر خود کو نامکمل سمجھتی ہیں۔ عید کے تہوار کے علاوہ دیگر تہواروں پر بھی خواتین مہندی لگانا پسند کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ اب جانوروں سے محبت کے اظہار کے لئے بھی انہیں مہندی سے آراستہ کیا جاتا ہے جیسا کہ ہمارے ہاں عیدالاضحی پر جانوروں کو قربانی سے پہلے مہندی لگا کر سجایا جاتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے مہندی تو دیکھی ہوتی ہے مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ کس طرح بنتی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔ یہ دراصل ایک پودا ہوتا ہے جس کے پتوں سے مہندی بنائی جاتی ہے۔ اس پودے کو ''ہاسونیا انرلیس'' کہا جاتا ہے یہ پودا پاکستان، انڈیا، ایران، مصر اور مورا کو میں پایا جاتا ہے۔ اس پودے کے پتوں کو پاؤڈر کی صورت میں پیس لیا جاتا ہے اور پھر اس میں پانی شامل کر کے ایک طرح کا پیسٹ بنالیا جاتا ہے اس پیسٹ کا عرق نکال کر ٹیوب یا بیک میں ڈال کر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس کے رنگ کو مزید تیز کرنے کے لئے کیمیکل وغیرہ بھی استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا اسے بنانے میں کافی احتیاط سے کام لیا جاتا ہے۔

خوبصورت مہندی لگانا بہت ہی محنت اور توجہ طلب عمل ہے۔ اس عمل میں مہندی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں میں صبر و تحمل کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ مہندی ہاتھوں کے علاوہ پاؤں پر بھی لگائی جاتی ہے۔ مہندی کے جلدی یا دیر سے لگنے کا انحصار ڈیزائن پر بھی ہوتا ہے جتنا آسان ڈیزائن ہوگا اتنی ہی جلدی مہندی لگے گی اور جتنا مشکل ہوگا اتنا ہی وقت صرف ہوگا۔ بعض اوقات ایک سادہ سا ڈیزائن بنانے میں چند منٹ بھی نہیں لگتے جبکہ ایک مشکل اور طویل ڈیزائن کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ مہندی کی خوبصورتی بھی تبھی ابھر کر سامنے آتی ہے جب وہ نہایت مہارت اور اطمینان سے لگائی جائے کیونکہ دلہن کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی کے ڈیزائن بنانے ہوتے ہیں۔

مہندی کے رنگ کو زیادہ دیر تک برقرار رکھنے کے لئے بہت سے ٹوٹکے بھی آزمائے جاتے ہیں۔ جیسے اگر مہندی سوکھنے کے بعد اسے دھونے سے پہلے چینی کو پانی میں گھول کر اس کا شیرہ لگایا جائے تو اس سے نہ صرف مہندی کا رنگ تیز ہوتا ہے بلکہ یہ زیادہ دیر تک برقرار بھی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ سرسوں کا تیل کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ آج کل مہندی لگانے کا فن مشکل ہوتا جارہا ہے موجودہ دور میں یہ فن سائنسی بنیادوں پر استوار ہورہا ہے اس مقصد کے لئے مختلف مہندی رنگنے کے علاوہ اور جدید ڈیزائنوں کا بھی استعمال کیا جارہا ہے حتیٰ کہ

مہندی

تہذیب یافتہ معاشروں میں بھی اس کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔

مہندی کا استعمال کسی صورت بھی کیا جائے یہ فن ہماری ثقافت اور پر لطف جذبات کی عکاسی کرتا ہے دنیا میں بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو مہندی لگانے کے فن سے پوری طرح آشنا ہوں یہ تمام افراد یقیناً داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

مہندی نہ صرف خوشی کے اظہار کا ذریعہ ہے بلکہ ہماری ثقافت سے بھی روشناس کرواتی ہے۔

مہندی لگانا ایک قدیم روایت بھی ہے اور ثقافت بھی۔ ایک زمانہ تھا جب مہندی صرف شادی بیاہ، عید یا پھر خصوصی تقریبات کے موقعوں پر ہی لگائی جاتی تھی لیکن آج مہندی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس نے باقاعدہ ایک فن (آرٹ) اور رواج کی شکل اختیار کرلی ہے۔ پہلے زمانے میں خواتین مختلف انواع واقسام کے پتوں کو سل پر پیس ہاتھوں کو رنگا کرتی تھیں۔ اس سے ہاتھ میں سوندھی سوندھی خوشبو بھی آتی تھی اور ہاتھ بھی رنگ جاتے تھے۔ موجودہ دور میں جس طرح باقی چیزوں نے بے انتہا ترقی کر کے جدید طریقے اپنا کر خود کو نئے رنگ و روپ میں ڈھال لیا ہے۔ اسی طرح سل پر مہندی کے پتے پیس کر لگائی جانے والی حنا اب ''کون'' اور ٹیوب میں دستیاب ہونے لگی ہے۔ بلکہ اب طرح طرح کے رنگوں میں استعمال کی جاتی ہے۔ آپ جب چاہیں اپنے ہاتھوں اور پیروں کے حنائی رنگ سے سجا اور مہکا سکتی ہیں مگر پھر بھی عید پر مہندی لگانے کا اپنا ایک الگ ہی لطف ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عید کی تیاریاں اور خوشیاں اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوتیں جب تک کہ ہتھیلیوں سے مہندی کی سوندھی اور بھینی بھینی مہک نہ اٹھے۔ یہ سنگھار کا ایک لازمی جزو بھی ہے اور ہماری روایت کا ایک خاص حصہ بھی تو آیئے اپنی عید کی تیاریوں میں مہندیوں لگانے کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی خوشیاں بھرپور اور پرمسرت طریقے سے منائیں۔

بالوں کے لئے مہندی کا استعمال آسان بھی ہے اور بالوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا احتمال بھی نہیں ہوتا۔ یہ بالکل بے ضرر چیز ہے اور ہلکے قسم کے اثرات کی حامل ہوتی ہے اس کے استعمال سے بالوں میں قدرتی رنگ کا تاثر پیدا ہوتا ہے مگر اس کا رنگ بالوں میں جذب نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے مہندی بالوں کے لئے بے ضرر ثابت ہوتی ہے۔ شاید آپ کو علم نہ ہو کہ مہندی ''لاسونیا ایلبا'' نامی ایک درخت کے پتوں سے تیار کی جاتی ہے۔ مہندی میں پایا جانے والا وہ عنصر جو بالوں میں رنگ پیدا کرتا ہے اسے ''لاسونیا ایلبا'' کہتے ہیں۔ آج کل جو مہندی تیار کرنے والی کمپنیاں ہیں وہ اس قدرتی شکل کے علاوہ اس میں دیگر مختلف قسم کے اجزاء کو ملا کر بھی اس میں بہت ساری خوبیاں ہیں۔ مختلف اجزاء سے تیار کی جانے والی مہندی اور اصل مہندی کے اثرات میں زیادہ فرق نہیں ہوتا اور ان دونوں کا استعمال بالوں پر یکساں ہوتا ہے۔

مہندی اور لیموں : مہندی کے سفوف کو حسب ضرورت نیم گرم پانی میں ڈال کر خوب اچھی طرح مکس کرلیں پھر 100 گرام مہندی میں ایک عدد درمیانے سائز کے لیموں کا عرق ملائیں۔ یہ محلول دھلے ہوئے بالوں میں لگانا چاہئے۔ اس طرح آپ کے بالوں میں مطلوبہ شیڈ پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی قدرتی چمک بھی مزید بڑھ جائے گی۔

مہندی لگانے کا طریقہ : اگر آپ ہاتھوں پر مہندی لگانا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے پنسل سے کوئی بھی ڈیزائن بنالیں اور اس عمل کو بار بار دہرائیں۔ اس سے آپ کو مہندی لگانے کے حوالے سے صفائی آئے گی اور آپ کو بروقت پتہ چل جائے گا کہ ڈیزائن کیسے اور کیا بن رہا ہے۔ مہندی لگاتے وقت آپ کون لے کر اگر ڈائریکٹ ہاتھ پر مہندی لگانا شروع کریں گی تو اس سے نہ صرف آپ کو مشکل پیش آئے گی بلکہ ڈیزائن بھی خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ لہٰذا کون کو آپ ہاتھ میں ایک قلم کی مانند پکڑیں جیسے لکھائی کرتے ہیں۔ اسی طرح کون کو چلائیں۔ کون کو چلاتے

ہوئے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے اور دونوں انگلیوں پر دباؤ رکھیں تا کہ مہندی نکلنے میں آسانی رہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کون سے مہندی نہیں نکلے گی۔ اگر مہندی لگاتے وقت ہاتھ کانپ رہا ہو تو ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کا استعمال کریں اور سانس روک کر کام کریں۔

احتیاطی تدابیر:

☆ ہمیشہ سبز رنگ کی مہندی کا استعمال کریں۔

☆ مہندی لگانے سے پہلے کسی اچھے سے صابن سے ہاتھ دھو کر اچھی طرح صاف کرلیں۔

☆ مہندی جلد سکھانے کیلئے ہیئر ڈرائیر مشین کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

☆ کون چلاتے وقت اپنے سانس پر کنٹرول ہونا چاہئے۔

☆ مہندی کا رنگ پکا کرنے کیلئے سرسوں کا تیل استعمال کر سکتے ہیں۔

☆ کون صاف ہونی چاہئے اور کسی حصے سے کی پھٹی نہ ہو۔

☆ کون مہندی جب لگا چکیں تو چینی اور لیموں کا پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ جس سے رنگ گہرا ہوتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ مضمون کی تیاری کے سلسلے میں مختلف کتب سے معلومات سے فائدہ اٹھایا گیا۔

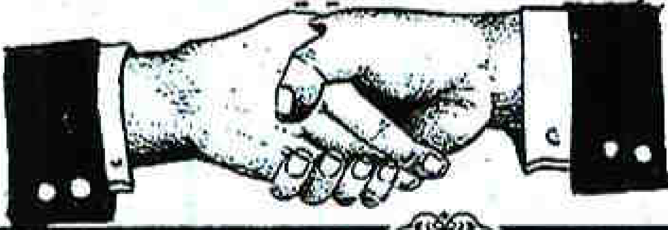

استدعا برائے اشتہارات

ماہنامہ میمن سماج کراچی باںٹوا میمن جماعت کا واحد ترجمان ہے

جس میں پوری بانٹوا میمن اور میمن برادری کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ علمی، تاریخ و ثقافت، تحقیقی مضامین، انٹرویو، سوانح حیات، ادبی معلومات و تفریحی مواد پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ہر ذوق طبع کے لئے یہ دلچسپ جریدہ ثابت ہو اس لئے برادری اور دیگر تاجر و کاروباری حضرات سے استدعا ہے کہ

ماہنامہ میمن سماج میں اشتہارات دے کر اسے مالی استحکام بخشیں اور اپنا بھرپور تعاون فرمائیں

اشتہارات کی بکنگ اور نرخ کے سلسلے میں بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی سے رجوع کریں۔ شکریہ

آپ کے عملی تعاون کا پیشگی بے حد شکریہ

فون: 32728397 - 32768214

پتا: ملحقہ بانٹوا میمن جماعت خانہ، حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ نزد راجہ مینشن کراچی

ہرایک کو اپنا گرویدہ بناتی ہے

چہرے کی مسکراہٹ

تحریر: جناب محمد بشیر ایم فرید میمن

M. Bashir M. Fareed Memon

جب بھی کبھی کچھ اچھا کیا جائے، اچھا محسوس کریں یا پھر بیتے ہوئے کچھ اچھے دن یاد کریں تو بے اختیار مسکراہٹ چہرے پر آجانا فطری عمل ہے۔ اکثر اوربعد میں درپیش مسائل ہمیں ذہنی دباؤ میں مبتلا کردیتے ہیں جس سے بعض اوقات شدید ذہنی کوفت اور بے چینی ظاہر ہوتی ہے۔ ان حالات میں اگر ایسے لوگوں کا ساتھ میسر آجائے جو مشکل وقت میں بھی مثبت سوچتے، ہنستے، بولتے ہوں تو اس سے ذہنی بوجھ خاصا کم ہونے لگتا ہے اور موڈ خاصا خوشگوار رہتا ہے۔

جیلوٹولوجی (Gelotology) حسِ مزاح اور ہنسی سے متعلق ایک علم ہے۔ جو یہ بتاتا ہے کہ جو لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں ہمیں سیکنڈ کے لئے بھی ہنستے ہیں خواہ وہ جبراً ہی کیوں نہ ہو ایسی ہنسی بھی ان کی پریشانی کے دس منٹ کم کرنے میں مدد دیتی ہے کیونکہ حسِ مزاح اپنے اندر اتنی طاقت رکھتی ہے کہ یہ اردگرد کے ماحول کو بہتر بنا سکے اور مثبت سوچ کے ساتھ دباؤ میں رہتے ہوئے بھی کام کرنے کی قوت بخشے۔ حس مزاح کسی بھی انسان کے موڈ کو بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ، تھکاوٹ، دباؤ اور پریشانی کو کم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ قوت مدافعت بھی بڑھاتی ہے۔ بلڈ پریشر کو نارمل رکھتی ہے۔ ذہنی دباؤ کو کم کر کے پٹھوں کو آرام دیتی ہے۔ ایسے لوگ جو خوش رہتے ہیں اور پریشانی کو خود پر سوار نہیں کرتے، دوسرے لوگوں کی نسبت طویل عمر پاتے ہیں اور زیادہ

صحتمند رہتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو ہر وقت پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں، چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی خود پر سوار کر لیتے ہیں، ہر بات میں منفی پہلو تلاش کرتے ہیں یا صرف اپنا وقت دوسروں کی غلطیاں نکالنے میں گزارتے ہیں، ایسے لوگوں میں حس مزاح کی بے حد کمی پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ہر وقت ذہنی دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔

آج کے مصروف دور میں وقت نکالنا سب سے مشکل کام ہے لیکن اگر وقت مل بھی جائے تو اسے بامقصد کاموں میں صرف کیا جاتا ہے۔ اصولاً بچے ہوئے وقت کو خود کے لئے یا ان کے لئے جو آپ سے وابستہ ہیں مخصوص کر دینا چاہیے۔ اچھی حس مزاح رکھنے والے لوگ فارغ اوقات کا انتظار نہیں کرتے، وہ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر جگہ خوش رہتے ہیں اور اپنے اردگرد بسنے والوں کو خوش رکھنے کا فن بھی جانتے ہیں۔ یہ اہم نہیں کہ وہ فارغ ہوں، گھر میں ہوں یا پھر کسی خاص موقع پر ہی حس مزاح کو بیدار کیا جائے۔ مثال کے طور اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ملازمت پیشہ افراد پریشر کے دوران ہنسنا، بولنا چھوڑ دیتے ہیں، انہی میں کوئی ایک ایسا شخص ضرور نظر آتا ہے جو ہنستا، مسکراتا اپنا کام سرانجام دیتا ہے بلکہ وہ دوسروں سے بھی اس انداز سے بات کرتا ہے کہ دوسرے بھی مسکرائے بنا نہیں رہ پاتے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اسے کام کی فکر نہیں یا اس پر کام کا بوجھ نہیں بلکہ اس شخص کو مشکل وقت میں خود کو مطمئن رکھ کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے افراد مشکل وقت میں دباؤ کی حالت میں بھی پرسکون رہتے ہیں اور ہنسی خوشی کام کرتے ہیں۔ یہ ذہنی طور پر کم تھکتے ہیں۔ ساتھ ذہنی بیماریوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ ایک ماہر نفسیات کے مطابق اگر آپ اداسی کی حالت میں ہیں اور آپ کو اپنے اردگرد کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تو آپ کو چاہیے کہ آپ کمرے میں جا کر کچھ سیکنڈز کے لئے مسکرائیں، یہ مسکراہٹ آپ کے دماغ کو سب اچھا ہے کا سگنل بھیجے گی اور تھوڑی ہی دیر میں آپ بہتر محسوس کرنے لگیں گے، کیونکہ جب موڈ اچھا ہوتا ہے اور مثبت سوچ طاری ہوتی ہے تو دماغ کو آکسیجن کی فراہمی بلاتعطل مل رہی ہوتی ہے جس سے پریشانی اور دباؤ کی حالت میں بھی بلڈ پریشر نارمل رہتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ آج ہر کوئی پیسہ کمانے کی دھن میں مگن ہے۔ لوگ محدود وقت اور وسائل میں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے جنون میں مبتلا ہیں، ان حالات میں خود کو اور دوسروں کو خوش رکھنا کیسے ممکن ہے؟ لیکن یہ ناممکن بھی نہیں کیونکہ ماہرین نفسیات کے مطابق ”آج بھی لوگ ایسی جگہوں پر کام کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں جہاں کا ماحول خوشگوار ہو، ساتھ کام کرنے والے خوش اخلاق ہوں“ وہ ماحول جہاں ہر وقت ذہنی تناؤ اور کام کا بوجھ ہو وہاں کام کرنے والے لوگ اکثر چڑچڑے اور بدمزاج ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر گھر کا ماحول بھی ایسا ہو کہ صرف روٹین کے کام ہو رہے ہوں اور روزانہ دن رات ایک جیسے کام میں گزرتے ہوں تو یہاں شخصیت منفی رویوں کا شکار ہونے لگتی ہے۔ یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ

ایسے لوگ جو گھٹے ہوئے ماحول میں رہنے کے عادی ہوں، وہ ہر لمحہ منفی خیالات کا شکار رہتے ہیں اور ہر بات میں منفی پہلو تلاش کرتے ہیں۔ یاد رکھیں پریشانی وقتی ہوتی ہے اور اس سے نکلنا اپنے اختیار میں ہے۔ اگر اچھی سوچ، مثبت خیالات اور خوشی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا تو عین ممکن ہے کہ جلد ایسے حالات سے چھٹکارا پا سکیں۔

طنز زہر ہے : کسی بھی شخص کی طنز، طعنہ یا تلخ بات کہنے سے اس کی دل آزاری ہوتی ہے سب سے پہلے اس عادت سے چھٹکارا پایئے خاص کر اگر آپ ملازمت پیشہ ہیں تو اس عادت سے جلد از جلد جان چھڑانا ہوگی کسی پر طنز کرنا اچھی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ حس مزاح کا حصہ ہے۔

مذاق سوچ کر کیجئے : مذاق کرنے سے قبل یہ ضرور سوچئے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ برمحل نہ ہو یا پھر سامنے والا شخص مذاق کو پسند ہی نہ کرے۔ اگر آپ کسی محفل میں بیٹھے ہیں تو ایسا مذاق کیجئے جس سے سب خوش ہوں۔

ہنسنے بولنے والے دوست بنائیے : اپنا حلقہ احباب ایسے دوستوں سے وسیع کریں جن میں اچھی حس مزاح موجود ہو۔ مثبت سوچ کے مالک افراد ہمیشہ مشکلات اور پریشانیوں کو بہتر انداز سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے ممکنہ حد تک خود کو دور رکھیں جو خود بھی منفی سوچ رکھتے ہوں اور دوسروں کو بھی غیر ضروری تنقید کا نشانہ بناتے ہوں۔

مشاہدہ کیجئے، دوسروں کی بھی سنئے: بہترین حس مزاح کے مالک افراد کا مشاہدہ دیگر لوگوں کے مقابلے میں کمال کا ہوتا ہے۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کا مشاہدہ کیجئے بالخصوص جب آپ کو کوئی بات اچھی لگے یا کوئی اچھا لطیفہ سنیں تو اسے اپنے حلقہ احباب میں لازمی شیئر کیجئے۔

مثبت سوچیں : کوئی دن آپ کی مرضی سے نہیں چل سکتا۔ بہتر یہ ہوگا کہ آپ مثبت سوچیں اور خود کو پرسکون رکھیں۔ ہنسنے بولنے سے آپ خود کو بہتر محسوس کریں۔ مثبت سوچ انسان پر پریشانیوں کو حاوی ہونے سے روکتی ہے۔ حس مزاح ہر شخص میں موجود ہوتی ہے لیکن اسے کس وقت اور کہاں استعمال کرنا ہے، یہ فیصلہ آپ کا ہونا چاہئے۔ اسی طرح جب ہم خوش ہوتے ہیں تو وہ ہمارے چہرے سے ظاہر ہو رہی ہوتی ہے اور جب ہم غم زدہ ہوتے ہیں تو وہ غم بھی ہمارے چہرے سے عیاں ہوتا ہے۔ پریشانی اور کام کے دباؤ کی صورتحال میں خود کو پرسکون رکھیں اور ہر چیز میں مثبت پہلو تلاش کریں اچھا سوچیں۔ یہ ہی حس مزاح ہے۔ اپنے دوستوں، عزیزوں اور گھر والوں کے ساتھ خاص طور پر ایسے واقعات اور قصے یاد کریں جب آپ بہت خوش ہوئے ہوں، ہنسے ہوں کیونکہ اچھی یادوں کو یاد کرنے اور مسکرانے سے آپ خود کو بہت حد تک پرسکون تصور کریں گے۔

حدیث رسول ﷺ

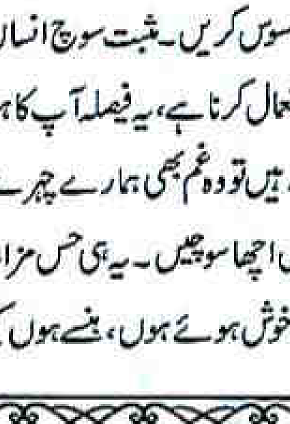

"اگر کوئی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیت بوتا ہے جس سے انسان، چرند، پرند روزی حاصل کرتے ہیں تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔"

جو ہوا اچھا ہوا

جو ہو رہا ہے وہ اچھا ہو رہا ہے!
جو ہوگا وہ بھی اچھا ہی ہوگا!
تمہارا کیا گیا جو تم روتے ہو؟
تم کیا لائے تھے، جو تم نے کھو دیا؟
تم نے کیا پیدا کیا تھا جو ختم ہو گیا!
تم نے جو لیا یہیں سے لیا!
جو دیا، یہیں پر دیا!
جو آج تمہارا ہے
کل کسی اور کا تھا
کل کسی اور کا ہو جائے گا!

تبدیلی معاشرے کا اصول ہے

آنکھ کے پردے کے ہٹ جانے کا ممکنہ اور فوری علاج آپریشن ہے

آنکھ کے پردے کا ہٹ جانا

Retinal Detachment یا آنکھ کے پردے کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا ایک ایسی کیفیت ہے جس میں آنکھ کا پردہ یا ریٹینا جو آنکھ کے زیریں حصے میں موجود ٹشو سے جڑا ہوتا ہے، اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس کی بڑی اور بنیادی وجہ پردہ چشم کا پھٹ جانا یا اس میں سوراخ ہو جانا ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب vitreous gel کو آزادی ملتی ہے اور وہ ریٹینا کی گرفت یا اس کے بندھن سے الگ ہو جاتا ہے۔ ایسا عام طور سے ریٹینا کے بیرونی یا خارجی حصوں میں ہوتا ہے۔ یہ vitreous کی ایک شفاف جیلاٹینی مادہ ہے جو آنکھ کے اندر کے دو تہائی حصے میں بھرا ہوتا ہے اور ریٹینا کے سامنے والی جگہ پر قابض ہوتا ہے۔ جیسے ہی vitreous gel آزاد ہوتا ہے، کبھی کبھار یہ ریٹینا پر گرفت برقرار رکھتا ہے اور اگر ریٹینا کمزور ہے تو یہ پھٹ سکتا ہے۔ پردۂ بصارت کے پھٹنے کی اکثر وجہ کسی چوٹ کا نتیجہ نہیں ہوتی۔ اگر آنکھ کا پردہ پھٹنے کے باعث retinal blood vessel بھی متاثر ہو جائے تو بعض اوقات اس کیفیت میں بلیڈنگ بھی ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھار بڑھاپے کی وجہ سے بھی ریٹینا سے شفاف جیلاٹینی مادہ الگ ہو جاتا ہے تاہم اس کی وجہ سے آنکھ کا پردہ پھٹنے کی شکایت کی شرح بہت کم ہے۔

ایک بار ریٹینا پھٹ جائے تو شفاف جیلاٹینی مادہ اس کے پھٹے ہوئے حصے سے گزر کر ریٹینا کے پیچھے جمع ہو جاتا ہے۔ ریٹینا کے پیچھے جمع ہونے والا یہ مادہ ہی ریٹینا کو آنکھ کے پچھلے حصے سے الگ کر دیتا ہے۔ جیسے جیسے زیادہ شفاف مادہ ریٹینا کے پیچھے اکٹھا ہوتا رہتا ہے، ریٹینا کے الگ ہونے کی حد بھی بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ پورا پردۂ چشم ہی اس سے متاثر ہو جاتا ہے جس کے بعد ریٹینا یا آنکھ کا پورا پردہ ہی الگ ہو جاتا ہے۔ عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ ایک وقت میں صرف ایک آنکھ کا پردہ ہی الگ ہوتا ہے۔ تاہم اس موقع پر دوسری آنکھ کو بھی اچھی طرح چیک کرا لینا چاہیے تاکہ اگر مستقبل میں دوسری آنکھ کے پردے کے متاثر ہونے یا اپنی جگہ سے ہٹ جانے کا کوئی خطرہ ہو تو وہ بھی سامنے آ جائے۔

☆ **اسباب اور خطرے والے عناصر :** زیادہ تر کیسوں میں ڈاکٹرز یقین کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتے کہ کسی فرد کی آنکھ کا پردہ اپنی جگہ سے کیوں ہٹ گیا۔ لیکن وہ یہ ضرور جانتے ہیں کہ بعض عناصر کی وجہ سے کسی بھی فرد میں مذکورہ مسئلہ پیدا ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔

ان خطرے والے عناصر میں درج ذیل شامل ہیں:

☆ **بڑھاپا یا بڑی عمر :** ویسے تو آنکھ کا پردہ کسی بھی عمر میں اپنی جگہ سے ہٹ یا پھٹ سکتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت چالیس سال سے زیادہ عمر کے افراد میں زیادہ عام ہوتی ہے۔

☆ عام طور سے یہ مسئلہ مردوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ ☆ اس سے سفید فام زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

☆ **Sickle cell anemia کا مرض :** یہ ہلال کی شکل کا خون کا وہ سرخ خلیہ ہے جس میں ہیموگلوبن کی کمی خون کے ایک مہلک مرض کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ بیماری عام طور سے سیاہ فاموں میں ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے آنکھ کا پردہ متاثر ہو کر یا تو اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے یا پھٹ جاتا ہے۔

☆ شدید قسم کا ہائی بلڈ پریشر بھی آنکھ کے پردے کے ہٹنے کا سبب بن جاتا ہے۔

☆ ذیابیطس کی بیماری بھی اس کیفیت کے لیے راہ ہموار کرتی ہے۔

☆ آنکھ کی مختلف خرابیاں یا شکایات چاہے وہ چھوٹی موٹی ہوں یا بڑی، یہ سبھی پردۂ چشم کو بری طرح متاثر کرتی ہیں اور یہ آخر کار پھٹ جاتا ہے۔

آنکھوں کی درج ذیل شکایات کے باعث کوئی بھی فرد آنکھ کے پردے کے اپنی جگہ سے ہٹ جانے یا پھٹ جانے کے مسئلے سے دوچار ہو سکتا ہے:

☆ Nearsightedness یا دور کی چیزوں کا دھندلا نظر آنا۔ یعنی اس کیفیت میں دور کی چیزیں صاف نظر نہیں آتیں۔

☆ دوسری آنکھ کے پردے کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا یا اس کا پھٹ جانا بھی اس مسئلے کو پیدا کر سکتا ہے۔

☆ اگر متاثرہ فرد نے اپنا موتیے کا آپریشن کرایا ہو تو بھی یہ مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے۔

☆ پردۂ چشم کے ہٹ جانے کا موروثی مسئلہ بھی اس کا ایک سبب ہو سکتا ہے۔

☆ بعض اوقات آنکھ پر کوئی چوٹ وغیرہ لگ جاتی ہے، اس کی وجہ سے بھی یہ کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔

Detached Retina کی عام علامات یہ ہیں :

☆ آنکھ کے سامنے روشنی کے جھماکوں یا تیرتی ہوئی لائنوں کا نظر آنا۔

☆ نظر کا دھندلا جانا یا نظر کے سامنے کوئی رکاوٹ یا پردہ سا پیدا ہو جانا۔

☆ بصارت کا جزوی یا مکمل طور پر خراب ہو جانا۔

☆ آنکھ میں تکلیف اس مرض کی علامت نہیں ہے۔ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اگر کسی فرد میں مذکورہ بالا علامات موجود ہیں تو اسے واقعی مذکورہ بیماری ہو گئی ہے۔ تاہم آنکھ کے پردے کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا اس بات کا متقاضی ہے کہ اس ضمن میں وقت ضائع کیے بغیر فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔ اگر کسی فرد میں مذکورہ بالا علامات موجود ہیں تو اسے چاہیے کہ کسی ماہر امراض چشم کو دکھالے۔

☆ **علاج :** آنکھ کے پردے کے ہٹ جانے کا ممکنہ اور فوری علاج آپریشن ہے۔ مریض کا ڈاکٹر اس کے کیس کی نوعیت کو دیکھ کر ہی فیصلہ کرے گا کہ کب اور کونسا آپریشن کرنا ہے۔ لیکن ایک بات یاد رہے کہ اگر اس مرض میں تاخیر کی گئی تو متاثرہ آنکھ کی بینائی جزوی یا مکمل طور پر ختم ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے لیزر سرجری بہترین آپشن ہے۔ ماہرین کے مطابق عام طور سے اس مرض سے متاثرہ 90 فی صد افراد کا علاج کامیابی سے ممکن ہے۔

☆☆☆☆☆

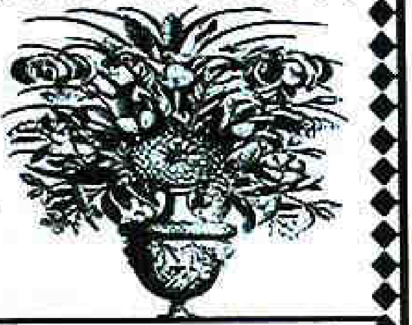

گلدستہ

زندگی کو انمول بنانے والی باتیں، واقعات، تجربات، نصیحت آموز، اقوال زریں اور مختصر دلچسپ تحریریں، ہنسانے والے لطائف

عیادت

حضور اکرم ﷺ نے مریض کی عیادت کرنے کی بڑی تلقین فرمائی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: مریض کے پاس روزانہ مت جاؤ بلکہ ہر دوسرے دن مریض کی مزاج پرسی کرو۔ اس کی دل جوئی کی باتیں کرو۔ اس سے امید افزا گفتگو کیا کرو۔ آپ ﷺ مریض کے پاس بیٹھ کر یہ کہتے تھے: ''میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جو بڑا عرش کا خالق ہے تجھے شفا بخشے۔'' ایک سروے سے معلوم ہوا کہ اٹھانوے فیصد ایسے مریض جو زندگی اور صحت سے مایوس ہو چکے تھے لوگوں کی حوصلہ افزائی اور بار بار کے دلاسے سے وہ شفایاب ہو گئے۔ (ڈاکٹر زاہد علی کی کتاب ''طب نبوی ﷺ جدید دور میں'' سے لیا گیا)

ایک اچھے طالب علم کی پہچان

1-وہ طلوع آفتاب سے پہلے اٹھتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔

2-وہ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے اور اس کی تعلیم پر عمل کرتا ہے۔

3-وہ اپنے ماں باپ، اساتذہ اور بزرگوں کا اطاعت گزار ہوتا ہے اور سب سے بامروت طریقے سے پیش آتا ہے۔

4-وہ اپنی ذات سے اپنے لباس سے اور عادات اور خصائل سے پاکیزگی کا اظہار کرتا ہے۔

5-اس کا اٹھنا بیٹھنا اور کام کرنا سب اچھے طریقے سے ہوتا ہے۔

6-وہ حفظِ صحت کے اصولوں کی پابندی کرتا ہے۔

7-وہ قابل اعتماد ہوتا ہے اور اپنے ہر علم کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

8-وہ خوش مزاج اور جفاکش ہوتا ہے۔

9-وہ اپنے وقت کا اپنی چیزوں کا صحیح استعمال کرتا ہے اور خود اعتمادی سے کام کرتا ہے۔

10-وہ ہر روز کم از کم ایک نیکی کرتا ہے۔

کہاوتیں

☆ تجربہ وہ کنگھی ہے جو زندگی میں اس وقت ملتی ہے جب ہمارے بال جھڑ چکے ہوتے ہیں۔ (بیلجیم کی کہاوت)

☆ جہاں صداقت اور خلوص نظر آئے وہاں دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ ورنہ تمہاری تنہائی ہی تمہاری بہترین رفیق ہے۔ (ایرانی کہاوت)

☆ نصیحت ایسی چیز ہے جس کی عقل مندوں کو ضرورت نہیں اور بے وقوف اسے قبول نہیں کرتے۔ (عربی کہاوت)

☆ کپڑے کاٹنے سے پہلے اسے سات بار ناپو کیوں کہ اسے کاٹنے کا ایک ہی موقع ہوتا ہے۔ (روسی کہاوت)

☆ بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں نہ ڈالو اور بغیر پڑھے کسی کاغذ پر دستخط نہ کرو۔ (اسپینی کہاوت)

☆ زندگی صرف ایک نسل کے لیے ہوتی ہے اور اچھا نام ہمیشہ کے لیے۔ (جاپانی کہاوت)

☆ کامیابی وہ سیڑھی ہے جس پر جیبوں میں ہاتھ ڈال کر نہیں چڑھا جاسکتا۔ (امریکی کہاوت)

☆ ذہن ایک پیراشوٹ کی طرح ہوتا ہے۔ اس کو کھولیں گے تبھی یہ کام کرے گا۔ (روسی کہاوت)

☆ کسی کی خوشیوں میں شریک ہونے سے اس کی خوشیاں دگنی ہوجاتی ہیں اور غموں میں شریک ہونے سے غم آدھے ہوجاتے ہیں۔

(سوئزرلینڈ کی کہاوت)

مثالی زندگی گزارنے کے سات اصول

☆ اپنی زبان اور کلام کو شیریں بنائیے۔

☆ اپنی غلطی کو تسلیم کرلینے کی عادت پیدا کیجئے۔

☆ ہمیشہ اپنے آپ کو غصے سے دور رکھیے۔

☆ دوسروں کو اپنی بات کہنے کا موقع دیجئے۔

☆ براہ راست حکم دینے کے بجائے مشورہ کیجئے کیونکہ کوئی شخص احکام قبول نہیں کرتا۔

☆ بحث سے فائدہ اٹھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔

☆ دوسروں کو گفتگو کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیجئے۔

جنگل کے دلچسپ محاورے

☆ مگرمچھ کے آنسو اس کے لیے شرمندگی کا باعث بنتے ہیں۔

☆ طوطا اپنی طوطا چشمی یعنی آنکھوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

☆ گدھے کو آج تک زعفران کا بھاؤ معلوم نہ ہوسکا۔

☆ کوے نے ہنس کی چال چل کر ایک بڑی غلطی کی ہے۔

☆ گیدڑ نے شہر آکر اپنی موت کو خود دعوت دی ہے۔

☆ اونٹ اپنی کل ٹھیک کرنے میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوسکا۔

احساس کمتری

احساس کمتری ایک دیمک کی مانند ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھوکھلا کردیتی ہے۔ ایک ایسا خول ہے جس سے اندر ہی اندر انسان کا دم گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ ایک ایسی رکاوٹ ہے جو انسان کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتی اور انسان اپنے آپ کو زندگی کی تمام خوشیوں سے محروم کرلیتا ہے۔ مگر کچھ ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو زندگی کی ہر ناکامی کا مسکرا کر استقبال کرتے ہیں اور آخرکار اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتے ہیں۔ درحقیقت ایسے ہی لوگ فتح مند ہوتے ہیں۔

دلچسپ معلومات

☆ دنیا کی سب سے مشکل زبان چینی ہے۔

☆ کوئی صدی جمعہ، ہفتہ اور بدھ سے شروع نہیں ہوتی۔

☆ بچھو ایک ایسا جانور ہے جو اپنے پاؤں سے سنتا ہے۔

خوبصورت بات

اگر آپ صبر و تحمل سے کام لیں تو دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں جو آپ نہ کرسکیں۔ آپ چھلنی میں بھی پانی لے جاسکتے ہیں بشرطے کہ آپ پانی جم جانے تک انتظار کریں۔

آنسو علاج غم

☆ انسانی صحت کے لیے رونا بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنا کہ ہنسنا ممکن ہے رونا اتنا خوشگوار نہ ہو لیکن یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ رونا ہنسنے سے زیادہ مفید ہے کیونکہ رونے سے اعصابی تناؤ اور جذبات کی شدت میں کمی ہے۔ جس سے غم یا غصے کے اثرات کم یا زائل ہوجاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنی مخلوق کی آنکھیں آنسوؤں سے دھوتا ہے تاکہ وہ اس کے اصولوں اور احکام کو اچھی طرح پڑھ سکیں۔

عظیم انسان

عظیم انسان وہ ہے جو بظاہر سمندر کی لہروں کی طرح پرسکون ہوتا ہے لیکن اس کی گہرائی میں ہزاروں تمنائیں دم توڑ دیتی ہیں۔ خواہشات کرچیاں بن کر اس کے سارے وجود کو زخمی کردیتی ہیں لیکن یہ عظیم انسان پھر بھی چہرے کے گرد مسکراہٹ کا حصار رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مسکراتے کارٹون

بیٹے! جواب دو مولوی صاحب کیا پوچھ رہے ہیں۔ مولوی صاحب! یہ بہت ہی فرماں بردار لڑکا ہے۔ اس کو پڑھانے میں آپ کو بالکل محنت نہیں کرنی پڑے گی۔
ابا جان! مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ اس لیے کہ آپ نے کہا تھا کہ بڑوں کو جواب نہیں دیتے۔

شیر خرمہ

اجزاء: سویاں (چھوٹے ٹکڑے کرلیں) ایک پیالی، دودھ ایک لیٹر، چینی ایک پیالی، چھوارے (باریک کٹے ہوئے) چھ سے آٹھ عدد، چھوٹی الائچی چار سے چھ عدد، بادام (کٹے ہوئے) حسب ضرورت، پستے (کٹے ہوئے) حسب ضرورت، ناریل پسا ہوا دو سے تین کھانے کے چمچ، تیل چار سے چھ کھانے کے چمچ۔

ترکیب: دیگچی میں دودھ کو ابال لیں۔ ابال آنے کے بعد اس میں چینی ڈال کر دس سے پندرہ منٹ تک ہلکی آنچ پر پکائیں۔ چھواروں کو آدھی پیالی دودھ میں بیس منٹ تک بھگو کر رکھ دیں۔ تیل کو کڑاہی میں درمیانی آنچ پر تین سے چار منٹ گرم کرکے الائچی کڑکڑا لیں۔ بادام، پستے اور چھوارے ڈال کر گولڈن فرائی کرلیں۔ پھر سویاں ڈال کر تین سے چار منٹ تک فرائی کریں اور ناریل ڈال دیں۔ آہستہ آہستہ چینی ملا ہوا دودھ شامل کریں اور ہلکی آنچ پر پانچ سے سات منٹ تک پکائیں۔

فرائیڈ دھاگا کباب

اجزاء: گائے کا قیمہ آدھا کلو، گردے کی چربی سو گرام، لہسن دو جوے، ادرک دو انچ کا ٹکڑا، پسی ہوئی لال مرچ ایک کھانے کا چمچہ، پیاز ایک عدد، پیاز (تلی ہوئی) ایک عدد، پسا ہوا گرم مصالحہ ایک کھانے کا چمچہ، پسی ہوئی جائفل جاوتری آدھا چائے کا چمچہ، کٹا ہوا سفید زیرہ ایک چائے کا چمچہ، ہری مرچیں تین عدد، ہرا دھنیا پاؤ گڈی، پسا ہوا کچا پپیتا دو کھانے کے چمچے، نمک حسب ذائقہ، مکھن سو گرام، سلاد پتے ٹماٹر سجانے کے لئے۔

ترکیب: چوپر میں علاوہ مکھن اور جائفل جاوتری باقی تمام اجزاء یکجان کرلیں۔ اس آمیزے کو سیخوں پر لگائیں اور دھاگہ لپیٹ لیں۔ سیخوں کو کوئلے پر سینک کر اتارلیں۔ فرائنگ پین میں مکھن گرم کریں۔ کبابوں کا دھاگہ کھول کر فرائنگ پین میں ڈالیں اور جائفل جاوتری ملا کر تیز آنچ پر بھون لیں۔ مزیدار کباب سلاد پتے اور ٹماٹر سے سجا کر پیش کریں۔

میمنی پلاؤ

اجزاء: بیف بون لیس 750 گرام، آلو آدھا کلو، کٹی ہری مرچ دو کھانے کے چمچے، کری پتہ پندرہ سے بیس عدد، ہرا دھنیا دو کھانے کے چمچے، دہی آدھا کپ، تلی پیاز ایک کپ، تیل 3/4 کپ، ادرک لہسن پیسٹ ایک کھانے کا چمچہ، چاول 750 گرام، زیرہ ایک چائے کا چمچہ، کالی مرچ چھ سے آٹھ عدد، لونگ چھ سے آٹھ عدد، بڑی الائچی دانہ آدھا چائے کا چمچہ، ہری الائچی چار سے پانچ عدد، دارچینی دو سے تین اسٹکس، تیز پتہ ایک عدد، نمک حسب ذوق۔

پوٹلی کے لئے: سونف دو کھانے کے چمچ، ثابت دھنیا دو کھانے کے چمچ، بادیان کے پھول دو سے تین عدد۔

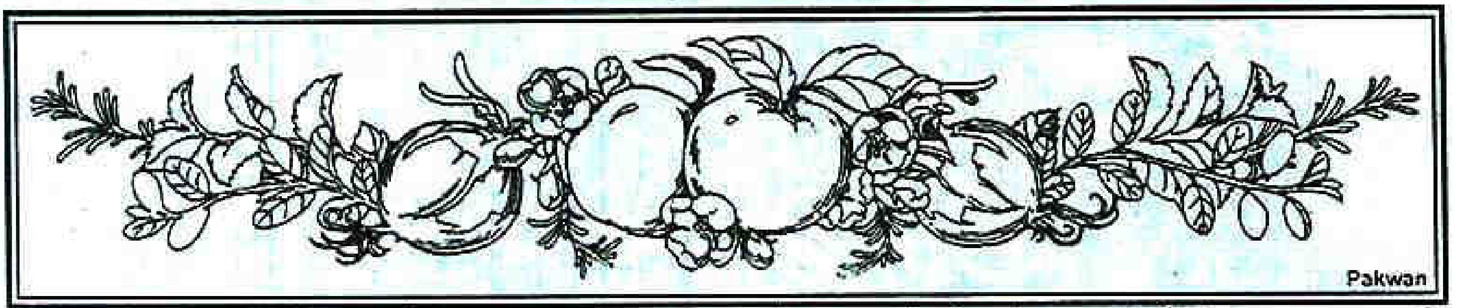

ترکیب: ایک پین میں تیل گرم کرکے پیاز کو فرائی کرلیں جب فرائی ہوجائے تو تین چوتھائی نکال لیں۔ پھر اس میں ثابت گرم مصالحہ، زیرہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، پوٹلی اور آلو ڈال دیں۔ اب گوشت شامل کرکے چھ سے آٹھ منٹ پکائیں۔ ساتھ ہی دو کپ پانی، کری پتہ اور ہری مرچ ڈال کر پکنے دیں، اتنا کہ گوشت گل جائے۔ اس کے بعد پوٹلی نکال لیں۔ پھر اس میں چاول اور پانی شامل کرکے پکائیں۔ جب پانی خشک ہوجائے تو پین کو گرم توے پر رکھیں اور دم پر چھوڑ دیں۔ ہرا دھنیا، رائتہ اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔

گجراتی کڑی

اجزاء: ارد کی دال ایک کپ، املی ایک کپ پانی میں بھگو دیں پاؤ کپ، بھنڈی آٹھ عدد (کاٹ لیں)، بینگن (رول کی شکل میں کاٹ لیں) سات عدد، ہری مرچ دو عدد، ثابت زیرہ آدھا چائے کا چمچہ، دہی پاؤ کپ، ادرک ایک چائے کا چمچ (پسا ہوا)، ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا) ایک گٹھی، پودینہ (باریک کٹا ہوا) ایک گٹھی، بیسن پاؤ کپ، لال مرچ ایک چائے کا چمچ، ہلدی آدھا چائے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، تیل تین کھانے کے چمچ۔

ترکیب: ارد کی دال کو ابال لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور اس میں زیرہ، نمک، لال مرچ، ہلدی ڈالیں اور تھوڑا بھون لیں۔ پھر اس میں ادرک ڈال کر بھونیں۔ ہلکی براؤن ہوجائے تو اس میں ہری مرچیں، کٹا ہوا بینگن اور بھنڈی ڈال کر تھوڑا پکائیں۔ بیسن کو دہی اور تھوڑے سے پانی میں مکس کرکے سبزیوں میں شامل کریں اور اس میں ابلی ہوئی دال شامل کرلیں اور اس وقت تک پکائیں جب تک سبزیاں نرم ہوجائیں۔ گجراتی کڑی تیار ہونے پر اس میں املی کا رس ڈالیں اور ڈش میں نکال کر ہرا دھنیا چھڑک کر گرم گرم پیش کریں۔

☆ اگر چاولوں کو دھونے کے بعد وہ پانی ایک برتن میں جمع کرکے گھریلو پودوں میں ڈالا جائے تو ان کی بہترین نشوونما ہوتی ہے۔

☆ اگر دانت میں درد ہو تو چند میتھی دانوں کو دو گلاس پانی کے ساتھ ابال لیں۔ اس نیم گرم پانی سے کلیاں کریں دانت کا درد فوراً ختم ہوجائے گا۔

☆ صابن کے بچ جانے والے ٹکڑوں کو جمع کرکے ایک برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈال دیں۔ دو دن بعد ان ٹکڑوں کی لئی بن جائے گی۔ اس طرح فرش دھونے کے کام میں لائیں۔

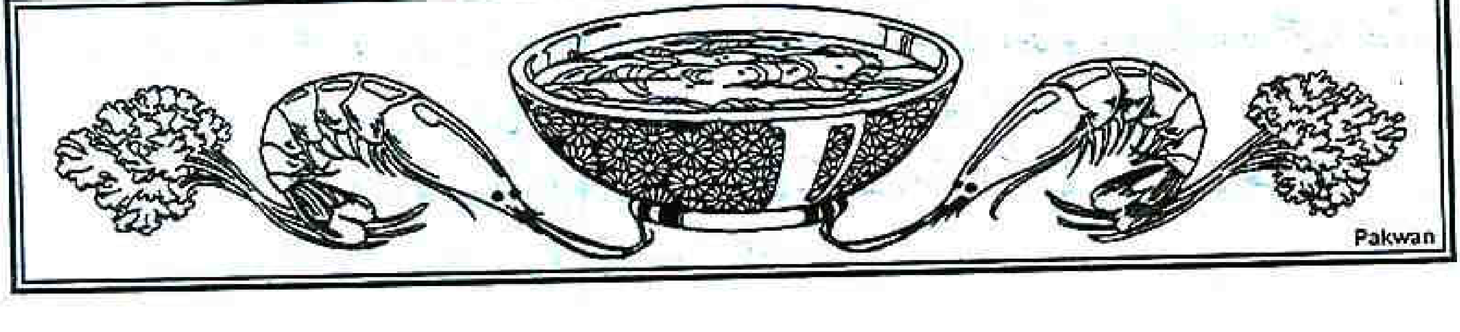

مُسکراہٹیں بکھیریئے

مریض

☆ ڈاکٹر نے مریض کا معائنہ کرتے ہوئے کہا "تمہاری طبیعت تو پہلے سے زیادہ بگڑ گئی ہے لگتا ہے تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا ہے میں نے تم سے کہا تھا کہ دن میں دس سے زیادہ سگریٹ نہ پینا مریض نے آہ بھر کر کہا "میں تو دس سگریٹ بھی بڑی مشکل سے پیتا ہوں آپ کی ہدایت سے پہلے تو میں سگریٹ کے قریب بھی نہیں جاتا تھا۔

شادی

☆ ایک بچے نے چھٹی کے لئے اپنی مس کو عذر پیش کیا کہ کل میرے دادا جان کی شادی ہے اس لئے میں اسکول نہیں آسکوں گا مس کو یہ بات سن کر حیرانی ہوئی اور انہوں نے بچے سے پوچھا کہ تمہارے دادا اس عمر میں شادی کر رہے ہیں؟ تو بچے نے جواب دیا کہ ان کو تو معلوم بھی نہیں ہے کہ کل ان کی شادی ہے یہ تو میں اپنی مرضی سے کرا رہا ہوں۔

انڈے

☆ استاد شاگرد سے اگر تمہارے پاس دو انڈے ہیں اور میں تمہیں دو انڈے دوں تو تمہارے پاس کتنے انڈے ہو جائیں گے؟ بچے نے فوراً جواب دیا "دو انڈے" وہ کیوں استاد نے بچے سے پوچھا تو بچے نے معصومیت سے جواب دیا "سر آپ انڈے دے ہی نہیں سکتے۔"

آم

☆ پاگل خانے کے باغ میں دو پاگل ٹہل رہے تھے درختوں پر لٹکے آموں کو دیکھ کر ان کا جی چاہا کہ کاش وہ بھی آم ہوتے اور اسی طرح لٹک رہے ہوتے۔ یہ سوچ کر وہ دونوں ایک درخت پر چڑھ گئے اور شاخ کو پکڑ کر لٹکنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ایک پاگل کے ہاتھ سے شاخ چھوٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا جب کافی دیر تک نہ اٹھا تو اوپر والا چلانے لگا کیا تھک گئے ہو۔ دوسرا پاگل بولا "نہیں یار میں تو پک کر گرا ہوں۔"

جوتا

☆ ایک شخص کا جوتا بہت تنگ تھا راستے سے گزر رہا تھا کہ کسی نے پوچھا: کیا تم نے یہ جوتے دکان سے لئے ہیں؟ اس شخص نے غصہ میں جواب دیا: نہیں درخت سے توڑے ہیں۔ دوسرا شخص بولا: بہت جلدی کی کچے ہی توڑ لئے۔

نیکی

☆ استاد (شاگرد سے): آج کسی نے نیکی کا کام کیا ہے تو بتاؤ۔ شاگرد: جناب میں نے کیا ہے۔ استاد: اچھا وہ کیا ہے؟ شاگرد: میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھے شخص سے روڈ کراس نہیں ہو رہا تھا تو میں نے اس کے پیچھے کتے لگا دیئے جس کے نتیجے میں اس نے جلدی روڈ کراس کر لیا۔

بخار

☆ ایک بچہ: تمہیں بخار کب آتا ہے؟" دوسرا بچہ: "اسکول جانے سے کچھ دیر پہلے۔"

گانا

☆ شوہر کو بے سرا گاتے ہوئے سن کر بیوی نے کہا ''میرے ابا مرحوم جب گانا گایا کرتے تھے تو اڑتے ہوئے پرندے بھی گر جایا کرتے تھے۔'' شوہر بولا: کیوں کیا تمہارے ابا منہ میں کارتوس ڈال کر گایا کرتے تھے۔''

سوٹ

☆ کنجوس باپ نے بیٹے سے پوچھا: ''تم درزی سے میرا سوٹ لے کر کیوں نہیں آئے؟'' بیٹے نے کہا: ''ابو! درزی کہہ رہا تھا کہ وہ پیسوں کے بغیر سوٹ نہیں دے گا۔''''اسے بتایا نہیں کہ تم چھوٹے بچے ہو۔ روپے کہیں گر بھی سکتے ہیں۔'' باپ نے کہا۔''ابو! میں نے اسے بتایا تو وہ کہنے لگا جب تم بڑے ہو جاؤ، تب سوٹ لے جانا۔''

ناول

☆ ایک شخص نے اپنے دوست ادیب سے پوچھا: ''سنا ہے کہ آپ کا ناول چھپ گیا ہے۔ کچھ فروخت بھی ہوا؟'' ادیب بولا: ''کیوں نہیں، میرا مکان اور گاڑی فروخت ہو گئی۔''

ہاتھ

☆ استاد: (شاگرد سے) کیا تم نے ہوم ورک کر لیا ہے؟ شاگرد: جی نہیں۔ استاد: تو پھر مار کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شاگرد: ہاتھ دھو کر آتا ہوں امی کہتی ہیں کوئی چیز کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھو لیا کرو۔

پیپل

☆ ٹیچر: اگر پیپل کے درختوں کو ایک رسی سے باندھ دیا جائے تو اس کو کیا کہیں گے؟ طالب علم: اس کو کہیں گے ''تو کیا Connecting پیپل۔''

چیک بک

☆ ٹیچر: تمہاری زندگی میں سب سے زیادہ کس بک نے مدد کی ہے؟ طالب علم: میرے پاپا کی چیک بک نے۔

کام

☆ بچہ ایک پارک میں بیٹھا ایک کے بعد ایک ٹافی کھا رہا تھا۔ پاس بیٹھا ایک آدمی بولا: جو زیادہ میٹھا کھاتا ہے وہ جلد مر جاتا ہے۔ بچہ: آپ کو معلوم ہے میرے دادا کی عمر سو سال ہے۔ آدمی: وہ میٹھا کم کھاتے ہوں گے؟ بچہ: نہیں وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔

ٹارچ

☆ دو دیہاتی ایک کوٹھڑی میں سو رہے تھے وہاں مچھر بہت تھے انہوں نے مچھر دانی لگالی۔ تھوڑی دیر بعد وہاں جگنو دکھائی دیئے۔ ایک نے چلا کر کہا ہوشیار ہو جاؤ مچھر ٹارچ لے کر آ رہے ہیں۔

گھڑی

☆ جج (ملزم سے): تم نے اسی ڈاکٹر کی گھڑی کیوں چرائی ہے جس نے تمہیں مفت دوا دی۔ ملزم (جج سے): ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ چار چار گھنٹے بعد دوا پینا اور میرے پاس گھڑی نہیں تھی۔

نکال

☆ خلیل: مجھے انگریزی کے ماسٹر بہت پسند ہیں۔ عمران: وہ کیوں؟ خلیل: اس لیے کہ وہ مجھے کلاس سے نکال دیتے ہیں۔

حرکت

☆ گاہک (دکاندار سے): بھائی صاحب! کل جو تم نے مجھے مرغی دی تھی وہ گھر جاتے ہی مر گئی۔ دکاندار (حیرت سے): اس نے ایسی حرکت دکان پر کبھی نہیں کی۔

بادل

☆ آصف: ابا جان بادل آ گئے ہیں۔ ابا جان: میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ جلدی سے انہیں اندر بٹھاؤ اور پوچھو ٹھنڈا پئیں گے یا گرم؟

اسکول

☆ استاد: اگر رات کو سورج نکل آئے تو کیا ہوگا؟ شاگرد: بہت برا ہوگا پھر رات کو بھی اسکول آنا پڑے گا۔

خدمت انسانی کے راز

مدد (دادرسی۔ سپورٹ) کی سات اقسام

غیر مسلم مہاتما گوتم بدھ کی نظر میں

بدھ مت دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے۔ اس کی جنم بھومی بھارت ہے، جہاں سے نکل کے یہ دنیا کے کئی ملکوں میں پھیلا۔ بدھ مت کے بانی سدارتھ گوتم تھے، جن کا زمانہ 560 - 483 قبل مسیح ہے۔ وہ ساکیا قبیلے کے کھتری راجا سدھودن کے بیٹے تھے۔ ان کی پیدائش کے بارے میں مختلف کہانیاں بیان کی جاتی ہیں، تاہم کتابوں میں تحریر ہے کہ رانی مہامایا راج دھانی کپل وستو سے اپنے میکے جا رہی تھی، جب گوتم بدھ کی ولادت ہوئی۔ جب گوتم بدھ کی عمر تیس برس کی ہوئی تو ان کی شادی شہزادی یشودھرا سے ہوگئی۔

پھر ان کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا مگر بعد میں کچھ حالات پیش آئے کہ گوتم بدھ نے راج پاٹ چھوڑ چھاڑ کے سنیاس لے لیا۔ وہ چھ برس تک جنگل میں تنہا اور خاموش رہے اور جنگلی پھل پھلیری کھا کر گزر بسر کی۔ ان کے گیان دھیان کے بھی کئی واقعات ہیں اور جب انہیں وجدان حاصل ہوا تو انہوں نے اپنی تعلیمات شروع کیں۔ شروع میں پانچ سنیاسیوں نے انہیں اپنا گرو مانا اور پھر ان کی تعلیمات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔

یہاں تک کہ اب بھارت، جاپان، کوریا، منچوریا، منگولیا، چین، ویت نام، تھائی لینڈ، تبت، برما، نیپال، سری لنکا اور دیگر ممالک میں ان کے ماننے والے کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ گوتم بدھ کے بارے میں بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن پیش نظر کتاب گوتم بدھ کھتری مصنف دھرمانند کوسمبی۔ اردو مترجم پرکاش پنڈت کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ پالی زبان میں لکھی گئی تھی، اس لیے اس میں بدھ مت کے بارے میں براہ راست معلومات ملتی ہیں۔ مہاتما گوتم بدھ کی تعلیمات اور افکار مستند کتابوں سے لے کر مذکورہ کتاب میں پیش کیے گئے ہیں۔

مدد (سپورٹ) کی سات اقسام

ایک ضرورت مند کی مدد عظیم ترین کاموں میں سے ایک ہے۔ انسان دولت مند نہ ہوتے ہوئے بھی سات طریقوں سے انسانوں کی مدد کر سکتا ہے۔

1-جسمانی مدد : یہ اپنے کام سے کی جاتی ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین قسم اپنی زندگی قربان کر دینا ہے مثلاً وطن کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان دے دینا۔

2-روحانی مدد : اس سے مراد ہے دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمدردی سے میل جول رکھنا اور انہیں تسلی و تشفی دینا۔

3-نظر کی مدد : دوسروں کو محبت بھری نظروں سے دیکھنا تاکہ انہیں سکون ملے۔

4-چہرے کی مدد : یعنی دوسرے سے مسکراتے ہوئے ملنا اور اس کا خوشی خوشی استقبال کرنا۔

5-قول کی مدد : اجنبیوں اور ساتھیوں سے محبت بھرے الفاظ کے ساتھ بات کرنا اور نفرت و غصے سے پرہیز۔

6-نشست کی مدد : یعنی محفل یا بس میں اپنی سیٹ کسی بوڑھے یا بیمار کو دے دینا۔ آپ کار یا موٹر سائیکل پر سوار ہوں تو بوڑھے، معذور یا ضرورت مند کو جگہ دینا۔

7-جائے پناہ کی مدد : اس سے مراد ہے شریف ضرورت مندوں کو ایک دن کے لیے اپنے گھر کے آس پاس ٹھہرانے کا بندوبست کردینا۔

سات اقسام کی یہ امداد اس قسم کی ہیں کہ ایک عام آدمی بھی اپنی زندگی میں انہیں اپنا کر دکھی انسانیت کا دکھ بانٹ سکتا ہے۔ یاد رکھو انسانی زندگی میں مدد کا مقام قلعے کی بنیادوں جیسا ہے۔ یہ انسان کو خود غرضی ترک کرنے میں مدد دیتی ہے۔ لیکن آدمی کسی ضرورت مند کو دیکھ کر اس کی مدد کرے تو یہ مدد ضرور ہوگی مگر سچی نہیں۔ سچی مدد وہی ہے جو ہاتھ پھیلانے سے پہلے دی جائے اور سچی مدد ہمیشہ دی جانی چاہیے۔

مدد کرنے کے بعد تاسف یا اپنی بڑائی کا جذبہ جنم لے تو اسے بھی سچی مدد نہیں کہا جاسکتا۔ سچی مدد وہی ہے جو خوشی سے دی جائے جس میں مدد کرنے والا خود کو مدد لینے والا اور مدد تک کو بھی بھول جائے۔ سچی مدد کا جذبہ تو انسان کے پاکیزہ دل سے خود بخود ابھرتا ہے۔ اس وقت کسی بدلے کا خیال نہیں ہوتا بلکہ آدمی محض یہ خواہش کرتا ہے کہ وہ کوئی نیکی کا کام کر ڈالے جو انسان دوسروں کی مدد کر کے خوش ہو وہ عظیم کہلانے کا مستحق ہے۔

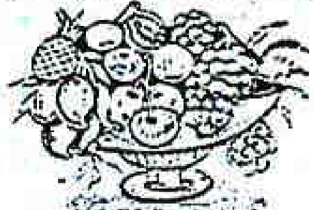

بانٹوا راحت کمیٹی اور بانٹوا انجمن حمایت اسلام کے رابطے کے لئے ٹیلی فون نمبر

بانٹوا راحت کمیٹی فون نمبر 32312939

بانٹوا انجمن حمایت اسلام فون نمبر 32201482 - 32202973

موبائل نمبر 0336-2268136

Printed at: **Muhammed Ali — City Press**
OB-7A, Mehersons Street, Mehersons Estate,
Talpur Road, Karachi-74000. PH : 32438437
Honorary Editor: **Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu**
Published by: **Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala**
At **Bantva Memon Jamat (Regd.)**
Near Raja Mansion, Beside Hoor Bai Hajiani School, Yaqoob Khan Road, Karachi.
Phone: 32728397 - 32768214 - 32768327
Website : www.bmjr.net **Email:donate@bmjr.net**

પાઘડી

જીગર બાંટવાવી (નારાયણગંજ)
(મર્હુમ)

છોરાછૈયા પણ વધ્યા ઈન ને વધીવી પાઘડી
ને હકીકતમેં હણે મા-બાપ થીવી પાઘડી

પાઘડી જે પેચમેં એળી ફસાણી કૌમ કે
કૌમજી હાલત ડીસીને ખુદ લજીવી પાઘડી

વાહ પાંજી કૌમ ઝિંદાબાદ તા પાઈન્દાબાદ
પાંજે કરતા પણ વધીવી હી નજીવી પાઘડી

પાં કુરેલાય કોઈજી લપછપમેં ખોટા પઈ વિનું
પાંજો કુરો વ્યો પાંકેતા 'ધી' ડીને ડીવી પાઘડી

કૌમકે હીનજે વિના લાછન લગે તો ભાઈ હવે
ડાઢમેં હી કૌમજે કેહરી લગીવી પઘડી

ડીણજો આવ્યો વખત તાં થીવિયો હીં કુ'રિવાજ
પણ ગીનનટાણે તાં ભા કે બહુ ગમીવી પાઘડી

હીતાં કહેવત આય કે 'જેળો કરો એળો ભરો'
ભા ઠગીવી પાઘડી, ભા કે ઠગીવી પાઘડી

માલદારેંજો કુરો વ્યો જાણે ચા-પાણી થિયો
પણ ગરીબેંજા ગલા ચોક્કસ કપીવી પાઘડી

હા 'જિગર' હી ઘાલ તોજી સોરા આના સચ્ચી આય
લોહી જેળે લોહી કે પાણી કરીવી પાઘડી

'મેમણ સમાજ' માર્ચ ૧૯૯૮માંથી

પખાલી

નવાબ માણાવદરી (મર્હુમ)

કરે છે હંમેશા એ જાહોજલાલી
ખુશામદ કરે યા કરે જે દલાલી

પ્રસાદી મળે એને ચપ્પલની અંતે
સવાલી મોહબ્બતનો આવે ન ખાલી

કરો લાલ એના તમાચાથી ગાલો
ન બેગમ પછી કહેશે લાવી દો લાલી

મુલાકાત દિલબરથી કરવા હંમેશા
બની જા કસાઈ યા થઈ જા બકાલી

વહાવી વિરહ રાતે મેં અશ્રુધારા
તો પાણી નિહાળીને આવ્યો પખાલી

કરૂં વાત બેગમથી કયારે પ્રણયની
સદા ઘરમાં હાજર છે સાલો યા સાલી

પ્રણય પત્ર તુજને મળે કયાંથી દિલબર
રકીબ એજ મારો ને તારો ટપાલી

ખુદા તું મને કાં બનાવી દે બહેરો
યા બેગમને મારી બનાવી દે કાલી

'નવાબ' એ જ મારી નવાબી રહી છે
હકીકતમાં મારા છે ખિસ્સાઓ ખાલી

બિરાદરીના જરૂરતમંદોની
ઉન્નતિ માટે
ઝકાતની રકમ
બાંટવા મેમણ જમાત
(રજી.)ને આપવા
ગુઝારીશ છે.

કુર્આનની ફરિયાદ

માહિલરૂ કાદરી (મર્હુમ)

તાખોમાં સજાવે છે મુજને
આંખોએ લગાડે છે મુજને
તાવીજમાં બીડે છે મુજને
ધોળીને પીવાડે છે મુજને
કિમ્ખાખ તણા કાપડ માંહી
બાંધીને સજાવે છે મુજને
ખુશ્બોના છંટાણ વડે
અત્તરથી નવાડે છે મુજને
જે રીતે મેના-પોપટને
બે બોલ ભણાવે છે લોકો
એ રીતે પઢાવે છે મુજને
એ રીતે રટાવે છે મુજને
ઝગડા જો વધી જાએ છે કદી
ને સોગંદની વારી આવે છે
પછી લૂંછી, ઝટકી, ખંખેરી
હાથોમાં ઉપાડે છે મુજને
મનમાં ગરમીનું નામ નથી
નયનોમાં નીરનું નામ નથી
કહેવાને હર હર મજલીસમાં
લહેકાથી પઢાવે છે મુજ ને
હર મજલીસમાં છું હું હાજર
દર ઉર્સમાંયે છું હું હાજર
તો યે હું અટુલો છું હરદમ
મુજ સરખું કોઈ મઝલુમ નથી

(ઉર્દૂ પરથી ભાવાનુવાદ:
સુલ્તાન અખ્તર

ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો

દીપક બારડોલીકર

ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો !
અણમુલા આ મંગલ પર્વ;

ઝીલો સ્નેહ અમારો
ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો !

આજ ખુશીના ખલીચા શતદત;
કુંજનિકુંજે ટહુકે કોયલ
હર્ષ-ઉમંગોના ફૂલોથી
બાગ મહેકે સારો .
ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો !

પુલકિત નયનો, હોઠ હસે છે;
મિષ્ટ અમીની ધાર વહે છે;
રંગ લિબાસોના ભાતીગર

નૌતમં છે શણગારો !
ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો !

સ્નેહ-સરિતાઓ છલકાણી;
ચોગમ પથરાણા છે પાણી;
જીવન ઝબકોળી લો થાશે
બેડો પાર તમારો
ઈદ મુબારક આપ સ્વીકારો !

આશરા વગરના, દર્દીઓ, માનસિક સંતુલન ગુમાવી ચૂકેલા લોકોને જુઓ તો તેને તમારી ખુશીઓમાં જરૂર શામેલ કરો.

તેમનાથી હમદર્દી વ્યકત કરશો તો ખરેખર તેના દિલોથી આપના માટે દુઆઓ નીકળશે. અને આ જ એ દુઆઓ છે જે જીંદગીના દરેક ક્ષેત્રમાં આપને સફળતા અપાવશે. આ જ એ દુઆઓ છે જેનાથી તમે દીન અને દુનિયાની નેઅમતોથી ફાયદામંદ રહેશો. ઈદના દિવસોમાં આવા લોકોની ખબર લેવી તમારી અખ્લાકી જ નહિ બલ્કે દીની ફરજ પણ છે. અસલ ખુશી ત્યારે જ મળશે જ્યારે ઈદની ખુશીઓમાં બાંટવા મેમણ બિરાદરીનો દરેક સભ્ય પૂરી રીતે શામેલ થાય. દરેક ચહેરા પર ખુશીઓના ફૂલ ખીલ્યા હોય અને દરેક જીભ પર હમદર્દી અને નિસ્વાર્થતાની જ અવાઝ હોય. આપણા એ ભાઈઓ અને આપણી બાંટવા મેમણ બિરાદરીના એ સભ્યો જે દૌલતથી વંચિત છે, ખુશીઓ ઉપર તેમનો પણ હક છે અને તેઓ પણ ખુશ રહેવા માંગે છે. અગર નાણાંકિય અને બીજી મજબૂરીએ તેમના હોઠો પરથી સ્મિત છીનવાઈ ગયું છે તો, તેઓ ખુશીઓથી વંચિત છે તો શું આપણી એ ફરજ નથી કે આપણે તેમને તેમની ખુશીઓ મેળવવામાં મદદગાર સાબિત થઈએ અને એવા બંદોબસ્ત કરીએ કે ખુશી ફકત અમુક લોકોની જાગીર (મિલ્કત) બનીને ન રહે, પરંતુ દરેકને મળે, દરેક સુધી તેની પહોંચ હોય, અને સૌ એક સાથે સામુહિક રીતે ખુશીઓ મનાવે અને કોઈને પણ વંચિતતાનો અહેસાસ ન થવા દઈએ કેમકે બીજાઓને ખુશી આપવી તે જ સૌથી મોટી ઈબાદત છે.

ઝકાત અને ડોનેશન ફંડથી આપણે અમારા લાચાર, જરૂરતમંદ ભાઈઓની મદદ કરી શકીએ છીએ, તેમને ખુશીઓ આપી શકીએ છીએ. ઝકાત રમઝાનુલ મુબારકના આગમન સાથે જ અદા કરી દેવી જોઈએ, તેની અદાયગીમાં વિલંબ ન કરવો જોઈએ કેમકે તેના લીધે જરૂરતમંદ લોકો સુધી ખુશી પહોંચવામાં વિલંબ થાય છે અને તેઓ ખુશીઓ માટે તરસતા રહે છે. ઈદના ખુશીના દિવસો આવી રહ્યા છે એવા લોકો જેઓ નાણાંકિય અને બીજી રીતે કમજોર છે તેઓ સખીગૃહસ્થો અને આપણા ભલાઈ લોકઉત્કર્ષના કાર્યો તરફ મીટ માંડી બેઠેલા છે.

આ જ સમય છે કે આપણે આપણા ખિસ્સામાંથી એ રકમ નીકાળીએ જેનો અલ્લાહ તઆલાએ તેમને આપવાનો હુકમ કર્યો છે. આ બહુ સારો સમય છે કે આપણે તેને આપણી ખુશીઓમાં શામેલ કરીએ, આપણા દિલોને વિશાળ કરીએ, આપણા દિલના દરવાઝા ખોલીએ અને નસ કરી લઈએ કે અમે અમારી ખુશીઓમાં બીજાઓને પણ ભાગીદાર બનાવીશું પછી બિરાદરીનો કોઈ પણ સભ્ય ખુશીઓથી વંચિત રહેશે નહિ. આ ઈદનો અવસર છે અને ઈદ અમીર હોય કે ગરીબ બધા માટે એક જેવી જ હોય છે. આ અવસરે બિરાદરીના સદગૃહસ્થોની એ ફરજ બને છે કે તે આ ખુશીઓને એવી રીતે વ્હેંચણી કરે જેથી દરેક અમીર અને ગરીબ દિલથી ખુશી મનાવી શકે.

ઈદ બીજાઓને ખુશીઓ આપવાનું નામ

ઈદનું નામ ખુશી છે બલ્કે એવી ખુશી જે કોઈ એકલો ન મનાવે પરંતુ તે આ ખુશીમાં બીજાઓને પણ શામેલ કરે. આપણે જે ચીજ બીજાઓને આપીએ છીએ પછી તે જ ચીજ બીજા આપણને પાછી આપે છે. દરેક સારા અમલનો બદલો સારો અને ખરાબ અમલનો બદલો ખરાબ છે.બાંટવા મેમણ બિરાદરીની એ પ્રથા છે કે તેમણે દુનિયાભરના લોકોમાં મોહબ્બત, પ્યાર, ભાઈચારો વ્હેંચ્યો, તેનામાં ખુશીઓ વ્હેંચી અને આ બધા કાર્યોમાં એવી નિસ્વાર્થતાનું પ્રદર્શન કર્યું કે પોતાના ભાગની ખુશીઓ પણ બીજાઓને આપી દીધી. આ જ કારણ છે કે આપણા બુઝુર્ગો, વડીલોએ વાવેલો પ્યાર અને મોહબ્બતનું આ છોડ આજે એક ઘટાદાર વૃક્ષ બની ચૂક્યું છે અને પૂરી દુનિયાને ખુશીઓ આપી રહ્યું છે. પૂરી બિરાદરીમાં ખુશીઓ અને રંગબેરંગી ફૂલો વિખેરી રહ્યું છે. ઈદ સામુહિક ખુશીનું નામ છે અને અસલ ખુશી એ હોય છે કે જેમાં બીજાઓને પણ શામેલ કરવામાં આવે.

આપને પોતાની આસપાસમાં એવા લોકો નજરે પડશે જે સામાજીક બદહાલીનો શિકાર હશે. ઘણી એવી બેવાઓ નઝરે પડશે, ઘણા યતીમ બાળકો અને ઘણા બધા વૃદ્ધો, લાચાર લોકો નઝરે પડશે જેમની પાસે ન કોઈ સાધન-સામગ્રી છે ન કોઈ આવકનું સાધન. એવા ઈમાનવાળા અને એવા લોકો જેને અલ્લાહ તઆલાએ દૌલતથી નવાઝેલ છે તેઓ અલ્લાહ તઆલાના આ બંદાઓની મદદ એવી રીતે કરે છે કે એક હાથથી આપે તો બીજા હાથને પણ ખબર ન પડે. આ ગરીબ, લાચાર, અને વૃદ્ધો આપણા સમાજનો જ એક ભાગ છે, અગર તેમની પાસે સાધન નથી અને આપણે આપણી ખુશીઓમાં મસ્ત રહીએ છીએ તો આપણી એ ખુશી હકીકી (સાચી) નથી. અસલ ખુશી એ છે કે જેનાથી માણસની આત્મા (નફસ)ને શુકુન-શાંતિ મળે. અલ્લાહ તઆલા આપ સૌને ઈદની આ ખુશીઓ મુબારક કરે, પરંતુ તમારે તમારા ખુશીઓના આ પળમાંથી અમુક પળ નીકાળી એવી મા-બહેનો, બુઝુર્ગો-વડીલો બાળકો ઉપર પણ નજર નાખવી જોઈએ જે આપની હમદર્દી, મદદ અને લાગણીના હકદાર છે. આપ અગર હોસ્પિટલમાં જશો તો એવા અનેક દર્દીઓ આપની રાહ જોતા બેઠા હશે, માનસિક રોગીઓના કેન્દ્રમાં પણ આપની રાહ જોતા અનેક લોકો નઝરે પડશે.

જ્યારે આપ એવા લોકોથી મળો અને તેમને જુઓ તો વિચાર કરો કે આપણને તો અલ્લાહ તઆલાએ એ બધી નેઅમતો આપી છે, પરંતુ એવા લોકો હમદર્દી અને લાગણીના ફકત બે શબ્દો માટે તરસતા નઝરે પડે છે. પોતાની ખુશીઓમાં ગરીબ અને લાચાર લોકોને જરૂર શામેલ કરો. જેના પછી તમે ખરેખર અખ્લાકની દ્રષ્ટિએ બુલંદ થઈ જશો. બીજાઓના ઉદાસ ચહેરા ઉપર ખુશીઓના ફુલ ખીલવવા તેનું જ નામ અસલ નેકી છે. આપ આ નેકી જરૂર કરો. જ્યારે સમાજના

કરશે.

આપણા આ ઈદ સત્કારમાં આપણા હૃદયમાં એક એવી ભાવના જન્માવવી જોઈએ. આપણો એક એવો નિર્ધાર હોવો જોઈએ કે અમારી ખુશીમાં અમો અમારા દુઃખી પીડિત અને નિરાધાર ભાઈ-બહેનોને શરીક કરવાનું હરગીઝ નહીં વિસરીએ.

ઈદના અવસરે મોંઘા ભપકાદાર વસ્ત્રો પરિધાન કરી આખોય દિવસ ઐશ ખુશીમાં વિતાવવા માટેની આપણી સાધન સામગ્રી પાછળ લાખો રૂપિયાનો ધુમાડો કરવામાં આપણને જરાય આંચકો નહિ લાગે, આપણી ખુશી આપણા આનંદ માટે આપણે સર્વે કાંઈ કરી છૂટીએ છીએ. આજના આ મહામૂલા અવસરને ઉજવવા માટે એનો સત્કાર કરવા માટે આપણા નિર્ધન ભાઈ-બહેનો માટે નવા તો શું પણ જુના વસ્ત્રોની એકાદ જોડ પણ નહિ હોય. એમની આંખોમાંથી ઈદ સત્કારના ઉષ્ણ અશ્રુઓ સરતા હશે, આપણને એનો અહેસાસ હોવા છતાં આપણે એ જાણતા હોવા છતાં આપણી ખુશીમાં હર્ષોં ઉલ્લાસના તેઓના દુઃખોને તેમના કરૂણ આર્તનાદોને વિસરી જઈએ તો આપણી એ ઈદની ખુશી ખરી ખુશી નથી જ.

આપણી ખરી ઈદ ઉજવણી ત્યારે જ સાચી અને શોભાયમાન થઈ શકે છે. આપણી ઈદ ત્યારે જ ઈદ બની શકે છે, જ્યારે કે આપણે આપણી ખુશીમાં આપણા ગરીબ ભાઈ-બહેનોને શામિલ કરવાનો અટલ નિર્ધાર કરીએ અને તેઓ પ્રત્યેની મીઠી, મમતા અને માયાળુ મોહબ્બત આપણા અંતરમાં અંકિત કરી 'ઈદ' ઉજવીએ.

આ મુબારક અવસર ઉપર આ દિવસની ભાવનાને અમલી રૂપ આપીએ તો બેશક એ દિવસનો મકસદ જળવાશે અને અજર પ્રાપ્ત થશે.

અંતે હું તમામ મુસ્લિમ બંધુઓને અંતઃકરણપૂર્વક 'ઈદ મુબારક' પેશ કરૂં છું અને ઈદના આ અવસરે ગરીબ બંધુઓને પણ ભાગીદાર બનાવવાની યાચના કરૂં છું.

* * *

બાંટવા મેમણ જમાત (રજી.) કરાચી

નિકાહ ચિઠ્ઠી બાબત

સહકારની ખાસ વિનંતી

બાંટવા મેમણ બિરાદરીથી અપીલ કરવામાં આવે છે કે સિંધ ધારાસભામાં પાસ થયેલ બીલ મુજબ નાબાલીગ (અપુખ્ત) વયના છોકરા-છોકરીઓની શાદી પર પ્રતિબંધ લગાવી દેવામાં આવ્યો છે. નિકાહ ચીઠ્ઠીના અરજદારોથી વિનંતી કરવામાં આવે છે કે નિકાહ ચિઠ્ઠી અરજીની સાથે સાથે છોકરા અને છોકરીઓનું પાકિસ્તાન સરકારનું "કોમી શનાખ્તી કાર્ડ" અથવા બી-ફોર્મ રજૂ કરવું (સાથે જોડવું) જરૂરી છે. આભાર.

માનદ મંત્રીઃ

બાંટવા મેમણ જમાત (રજી.) કરાચી.

ઈદની ઉજવણીમાં ગરીબ બંધુઓને પણ ભાગીદાર બનાવો

આપણી ખરી ઈદ ઉજવણી ત્યારે જ સાચી અને શોભાયમાન થઈ શકે છે જ્યારે કે આપણે આપણી ખુશીમાં આપણા ગરીબ ભાઈ-બહેનોને શામીલ કરવાનો અટલ નિર્ધાર કરીએ અને તેઓ પ્રત્યેની મીઠી, મમતા અને માયાળુ મોહબ્બત આપણા અંતરમાં અંકિત કરી ઈદ ઉજવીએ.

નસીમ ઓસાવાલા

દરેક વખાણને લાયક તે જ માઅબૂદ છે જે દરેકનો સર્જનહાર પરવરદિગાર છે. જેણે મોત અને જિંદગી બનાવી કે જેથી તમને અજમાવે કે તમારામાં કરણીની રૂએ કોણ સારો છે, કોણ મહાન છે.

નિઃસંશય અલ્લાહ મહાન છે. અલ્લાહ સિવાય નથી કોઈ માઅબુદ બેશક તેની ઝાતે પાક અતિ ઉચ્ચ છે. ભવ્યતાઓ પણ તેજ છે અને દરેક તારીફ પણ તેના માટે જ છે.

રહેમતના દિવસો આવ્યા હતાં. બખ્શિશના દિનો, મુક્તિ અને સઆદતભરેલી દરેક પળોના એ ગણત્રીના દિવસો આંગળીના ટેરવે ગણી શકાય એજણ થોડાક દિનો નસીબ થયા હતા. બરકતવંતા એ દિવસો અને એ ખુશનસીબ પળો આંખના પલકારામાં પસાર થઈ ગઈ.

દિવસો તો પસાર થઈ જ જવાના હતા. અલબત્ત મોઅમિનોએ તેમના પોતાના રબ તરફથી નિયુક્ત કરવામાં આવેલા કાર્યને અને તેમને સોંપાયેલી એક ફર્ઝને તેની હમ્દ અને તસ્બીહ કરતાં રહો.

અલ્લાહની રહેમત વર્ષાએ નેક બંદાઓ ઉપર જેઓએ આ મુબારક માસના મહત્વને પૂરેપૂરી રીતે પિછાની અને તેને અદા કરવામાં હર્ષ અનુભવ્યો.

આજે નેક મોઅિમનોની કરણીના ફળરૂપે રબ્બુલ ઈઝ્ઝત તરફથી એક એવા દિવસની ભેટ મળી છે કે જેને આપણે ઈદુલ ફિત્રના નામે ઓળખીએ છીએ.

એમ તો જગતનો દરેક પ્રચલિત મઝહબ પોતપોતાની રીતે પોતપોતાના અવસરો ઉજવતો આવ્યો છે પરંતુ મોઅમિનોને જે પણ અવસરો સાંપડયા છે એ દરેક અવસર પાછળ એક ઉચ્ચ ભાવના, ભવ્ય આદર્શ, શ્રેષ્ઠ સિદ્ધાંત અને અજોડ વ્યવસ્થિત હેતુને દ્રષ્ટિબિંદુ સમક્ષ રાખવામાં આવ્યો છે.

એવી જ રીતે ઈદુલ ફિત્ર પાછળ ભવ્ય આદર્શ અને ઉચ્ચ ભાવના સમાયેલી છે. મોઅમિનોના આ અવસર પાછળ મોજશોખ, ફુઝુલખર્ચી અને મસ્તી તોફાનના બદલે પરવરદિગારની જનાબમાં પાકસાફ થઈ નમ્રતા અને આજીજીપૂર્વક તેના ફઝલો કરમની યાચના કરવી, પરસ્પર હમદર્દીનો ઈઝહાર, ગરીબો, અનાથો અને યતિમો પ્રત્યે દિલી સહાનુભૂતિ દર્શાવવાનો મકસદ સંકળાયેલો છે.

આજે એજ ઈદનો દિવસ છે, એની ખુશી આજે સૌ કોઈના અંતરમાં ઉછાળા મારી રહી છે, દરેક જણ પોતપોતાની હેસિયત મુજબ ઈદની ખુશીમાં આનંદના સાર પૂરશે અને ઈદનો સત્કાર

હમ્દે બારી તઆલા

‘સાગર કુતિયાન્વી (મર્હુમ)

મેરાજ જનારામાં, મન્સૂરના નારામાં,
છે વ્યોમના તારામાં, માસૂમ ઈશારામા,
ને સંગ ને પારામાં, તું આશ મિનારામા,
વિજળીના ઝગારામાં, પ્રત્યેક નઝારામાં,
બસ તું હી તું દિસે છે, બસ તું હી તું દિસે છે.
છે સાંજ સવારોમાં, ગુલશનની બહારોમાં,
તું પુષ્પ ને ખારોમાં, તું રૂપ હજારોમાં,
આહોની ગુબારોમાં, દુ:ખ્યાની પૂકારોમાં,
જવલંત સિતારોમાં, શાઈરના વિચારોમાં,
બસ તું હી તું દિસે છે, બસ તું હી તું દિસે છે.
છે ચંદ્ર વદન માંહે, સૂરજની કિરન માંહે,
ને શામ ચમન માંહે, ધરતિ તે ગગન માંહે,
પ્રફુલ્લ ચમન માંહે, હરએક સુમન માંહે,
કોયલના કવન માંહે, બુલબુલના રૂદન માંહે,
બસ તું હી તું દિસે છે, બસ તું હી તું દિસે છે.
ગુલ્શનની લતાઓમાં, ઘનઘોર ઘટાઓમાં,
ઉલ્ફતની નિદાઓમાં, હર રૂપ અદાઓમાં,
માશૂકની જફાઓમાં, આશિકની વફાઓમાં,
બેકસની સદાઓમાં, મુફલિસની દુઆઓમાં,
બસ તું હી તું દિસે છે, બસ તું હી તું દિસે છે.
જંગલ ને ચમન માંહે, હર એક જીવન માંહે,
મખમુર નયન માંહે, ને સ્વચ્છ સદન માંહે,
ભક્તોના ભજન માંહે, મસ્તોની લગન માંહે,
સુફીના કથન માંહે, ‘સાગર’ના કવન માંહે,
બસ તું હી તું દિસે છે, બસ તું હી તું દિસે છે.

ના'તે રસૂલે મકબૂલ (સ.અ.વ.)

અદીબ કુરેશી (મર્હુમ)

કાબૂમાં લાગણી નથી આંખોમાં નીર છે
જાળી નબીની ચૂમવા મનડું અધીર છે

રૈત્બામાં સૌ અમીરથી મોટો અમીર છે
સરકારે દોજહાં નો જે અદના ફકીર છે

આવેશમાં જે જાળવે સંયમ ને ધીર છે
કૌલે રસૂલ છે–‘તે ખરો શૂરવીર છે !’

સરખાવી એને લે જરા કુઆંની બોલથી
જેને નબીના કૌલમાં શંકા લગીર છે

ઈસા કરે છે ઉમ્મતી થાવાની આરઝૂ
અંતિમ નબીના ચાહકો નાનક, કબીર છે

અંતિમ પડાવ મારો મદીનામાં હો ખુદા
મારા નસીબમાં જો સફરની લકીર છે

મદફન મદીના મારૂં બને તો નવાઈ શી !
પહોંચે છે ખાક ત્યાં જ કે જયાંનું ખમીર છે

જન્નતની બારી ઉઘડી ગઈ મારા ઘર તરફ
યા કે મદીના સમ્તથી વાયો સમીર છે

જોશે ન રાહે–હક, ન સમજશે કલામે–હક
અંતર છે જેનું અંધ, ને બુદ્ધિ બધીર છે

રાહે–રસૂલથી કદી અળગા થશું નહિ
દોરક અમારા પંથનો પીરાને પીર છે !

નામૂસે–મુસ્તફાની સુરક્ષા ઉપર ‘અદીબ’
સો જાન વારૂં, એક શું મારૂં શરીર છે !

બાંટવા મેમણ જમાઅત (રજી.) કરાચીનું મુખપત્ર

મેમણ સમાજ

ઉર્દૂ–ગુજરાતી માસિક

Memon Samaj

THE SPOKESMAN OF
BANTVA MEMON JAMAT
(REGD.) KARACHI

Honorary Editor:
Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu
Published by:
Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala

Graphic Designing
A. K. Nadeem
Hussain Khanani
Cell : 0300-2331295

Printed at : City Press
Muhmmed Ali Polani
Ph : 32438437

May 2022 Shawal 1443 Hijri - Year 67 - Issue 05- Price 50 Rupees

ઈદુલ ફિત્ર

ઈદ મુબારક

عید مبارک

બાંટવા મેમણ જમાત (રજી.) કરાચીના
ઓહદેદારો, મેનેજીંગ કમિટીના સભ્યો અને સબ
કમિટીઓના કન્વીનર સાહેબો તરફથી બાંટવા
મેમણ બિરાદરી અને આલમે ઈસ્લામને

ઈદ મુબારક *Eid Mubarak* ઈદ મુબારક

ની અંતઃકરણપૂર્વક મુબારકબાદ પેશ કરીએ છીએ.